

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عالمگیر شخصیت سے متعلق منفرد کتاب

اللمد کی کرن

The Lady of Light

اسد ترمذی



الحمد کی کرن سے منور یہ کائنات
قائم وجود نور سے مہر و ما کی حیات
نور خدا و آیہ تطہیر کی صورت
تا ابد ہوئی بے مثال فاطمہؑ کی ذات
(دبیردرائی)

الحمد کی کرن

THE LADY OF LIGHT

خطیب العصر

سید اسد عباس ترمذی ایڈووکیٹ

M.A, L.L.B, C.C.I.L

0333-8224638

جملہ حقوق محفوظ ہیں 84689

پروڈکشن منیجر	:	ڈاکٹر سید دبیر الحسنین ترمذی
مارکیٹنگ	:	عبدالماجد
ٹائٹل	:	سید عدنان نقوی چٹار
کمپوزنگ	:	مسست نصر سرفراز و ڈائج 0313-7485700 سید عمران گیلانی
ناشر	:	طواف پیلی کیشنز، بھولا موسیٰ ڈسکہ
سن اشاعت	:	2009ء
تعداد اشاعت	:	1000
قیمت	:	130

انتساب

سنسار کی اس مہاپوتر دیوی کے چرنوں میں جس کے دھرم پتی کو ایشور (اللہ) نے اپنے پریتم
یعنی اس دھرتی کے جنم کارن کا پریتم بنا کر

جگت پتا

اوم کار

فانی جگت کا پریم آشریا

وجے پتھ

ستیا شکتی

آتم سنہی

اویناشی تیج

سنتان پیدا کرنے والا

لکشیہ

پالن کرتا

سرشٹی اور پرلیہ کو سہارا دینے والا

سوریہ سے جگت کو تاپ دینے والا

ورشاکور وکنے اور برسانے والا

امرتو

اور تمام جیوؤں کا آدی، مدھیہ اور انت بنایا۔

علم نور ہے جو وجود میں سرایت کر

جاتا ہے۔ (سیدہ فاطمہ زہراؑ)

اُس ماں کو سلام جس کے لعل نے اسلام کی

مرجھائی ہوئی رگوں میں اپنے تازہ خون کی

گرمی انڈیل کر اسے عمر جاودانی عطا کر دی۔

وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا هـ

ترجمہ: اور کھانا کھلاتے ہیں اُس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔۔۔۔۔

(سورہ انسان آیت نمبر 8)

سورہ دہر گواہ ہے!

کہ ملائکہ نے درِ بتوں سے یتیم، مسکین اور اسیر بن کر روٹیاں طلب کیں۔

جبکہ ملائکہ محتاجِ غذا نہیں۔ لہذا اور سیدہ سے ملی ہوئی روٹیاں ملائکہ نہ کھا سکتے

تھے نہ پھینک سکتے تھے۔

تو سوال یہ ہے؟

"کہ وہ روٹیاں آخر کئیں کدھر"

(استدعا)

قارئین سے التماس ہے کہ میرے والد مرحومین ڈاکٹر سید صابر حسینؒ

اور والدہ سیدہ ثمرزہؒ کی بلندی درجات کے لیے سورۃ فاتحہ تلاوت فرمائیں۔

(سید اسد ترمذی)

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا مظهر تعبدو تسلیم در مقابل
 تکلیف الہی و مظهر مجاہدت و شہادت مظلومانہ است۔
 ترجمہ: جناب سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا (کی شخصیت امت مسلمہ کے لیے)
 احکام الہیہ پر عمل کرنے کے حوالے سے تسلیم و رضا اور عبودیت کا مظہر ہے۔ اسی
 طرح فریضہ الہی کی بجا آوری کی خاطر مظلومانہ شہادت تک مسلسل جدوجہد جاری
 رکھنے کا بھی نام ہیں۔

حضرت سیدۃ النساء زہراءؑ

زیب او یافت عصمت و تقویٰ

ہست معصومہؑ نبزد خدا اورا

من کنم لعن بر دشمن اورا

حیدریمؑ قلندر ام مستم

بندہء مرتضیٰ علی ہستم

(شہباز قلندر)

فہرست

صفحہ	عنوان
9	مقدمہ
22	تاریخ جواب دے
24	مکاشفہ
25	منازل نورانیہ
29	ولادت
32	سیدہ کا اسم گرامی
34	کنیت والقباب
39	مقام عصمت
43	سیدہ فاطمہ ذہرا قرآن کی نظر میں
69	توصیف فاطمہؑ بزبان مصطفیٰؐ
75	اقبال بارگاہ سیدہ کونین میں
90	ہندو کتب اور خاندان سیدہ
112	CHURCH OF HOLY LADY FATIMA
124	گل طاہرہ نور سیدہ کے ظہور مسلسل کی ایک کڑی

134	سیدہ عالمین اور خطبہ فدکیہ
140	خطبہ سیدہ
156	خالص توحید
159	توحید ہر انسان کی فطرت میں موجود ہے
167	عدم رویت الیہ
171	کائنات کی ابتداء

مقدمہ

قرة العين المصطفى و بضعة، نور سماوی و زوجة الوصي، ليلة القدر المبارک، سیده النساء بنت المصطفى۔ سیدہ فاطمہ الزہراء اسلام اللہ علیہا کے کمالات و فضائل لا محدود ہیں۔ جن کا احاطہ ناممکن اور معرفت محال ہے۔ بنہ ناچیز غلام قنبر کی یہ جرات نہیں کہ وہ دعویٰ کر سکے کہ میں اس پاک ہستی کی معرفت رکھتا ہوں۔ جن کے نام کے ورد سے گنہگاروں کے دل کی نجاست دور ہو جاتی ہے۔ سیدہ کونین اللہ کا راز ہیں اور ایسا راز کہ تمام جملہ انبیاء و معصومین پر اللہ کی حجت ہیں۔

نحن حجج الله على خلقه وجدتنا فاطمه حجة الله علينا

ترجمہ: ہم (یعنی جملہ کل انبیاء اور آئمہ معصومین) اللہ کی حجت ہیں حق پر (یعنی خلقت پر حجت ہونا) اور فاطمہ حجۃ اللہ ہیں، ہم سب پر۔۔۔۔۔

(بحوالہ تفسیر اطیب البیان جلد 13 صفحہ 225 فاطمہ بنت محمد)

یہ شمع عرفان ایزدی ہے یہ مرکز آل مصطفیٰ ہے

حسن سے مہدیٰ تلک امامت کے سلسلے کی یہ ابتداء ہے

یہی سبب ہے کہ وجہ تخلیق کائنات، علت غائی ممکنات، ختم الرسل، مولائے کل، دانائے سل، بے شمار علوم کا شہر، علم اول، خلق اول، عبد اول، عقل مطلق، ظل جمال وحدت، منبع خلق و مروت، سیدہ الانبیاء، سیدہ کونین کے احترام میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ کیونکہ جو ان سے ملنے کے لئے آرہی ہے وہ صرف ان کی بیٹی ہی نہیں بلکہ جز و رسالت ہیں، کل معصومین پر اللہ کی حجت ہے۔ توحید نے اپنے تعارف کا ذریعہ سید الانبیاء کو بنایا۔ جبکہ حدیث کسا گواہ ہے کہ سید الانبیاء محمد مصطفیٰ

نے اپنی رسالت، ولایت اور امامت کا تعارف اور پہچان کا مرکز سیدہ کونین حضرت فاطمہ الزہراء کو قرار دیا۔ جس مخدومہ کونین کے نور سے ملائکہ کی آنکھوں نے نورانیت حاصل کی ہو۔ اس کی تنویر کے اظہار کے لئے الفاظ کہاں سے میسر آسکتے ہیں۔ یہ ایک یقینی امر ہے کہ جس طرح اس کے وجود سے زمین و آسمان جگمگا اٹھے۔ ظلمتیں کافور ہوئیں۔ اسی طرح آج بھی اس کے نور سے ظلمت، جہل و نفاق دور ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ انفاس اپنے اذہان کے درتے چے ان حقائق کو سمونے کے لئے کھلے رکھیں اور اس کائنات کی حقیقت جس کا دوسرا نام حق مطلق ہے۔ جو کسی مذہبی فرقے تک محدود نہیں جیسا کہ آنے والے صفحات میں اس سے متعلق چند حقائق واضح کئے جائیں گے۔ بلکہ سیدہ کونین کا وجود آج اور آنے والے دور میں علم انسانیت، سچائی، عدالت مطلقہ کے قیام کا مرکز ہے اور ساری انسانیت بالخصوص صنف نازک کی کردار سازی اور تعمیر انسانیت کے لئے اسوہ کامل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ سیدہ نساء عالمین کا وجود کائنات نسواں میں مثل کعبہ اور عظمت نسواں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ خالق کائنات نے وجود سیدہ کے ذریعے ایک طرف ہر طبقہ انسانی جنہوں نے عورت کو حقیر جانا۔ انہیں عورت کی عظمت کا تعارف کروایا۔ تو دوسری طرف تمام خواتین کے لئے اسوہ کاملہ سیدہ کی سیرت کو قرار دیا۔ تاکہ خواتین دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب و کامران ہو جائیں۔

جہان موجود میں بنی ہے وجود حق کی دلیل زہرہ

زمانے بھر کی عدالتوں میں نساء کی پہلی وکیل زہرہ

چونکہ محسن انسانیت کی یہ عظیم عطاء ہے کہ آپ نے طبقہ نسواں کو ذلت اور پستی سے نکال کر معاشرے میں سب سے مقدس اور اعلیٰ مقام عطاء کیا۔ آنحضرت سے قبل تمام مذاہب اور تہذیبوں میں عورت کو انتہائی کم درجہ کی مخلوق تصور کیا جاتا تھا۔ زمانہ جاہلیت اور دیگر مذاہب میں عورت کو بحیثیت انسان درجہ حاصل نہ تھا۔ عورت انسان اور حیوان کے درمیان کی ایک مخلوق سمجھتی جاتی تھی۔ ہر جگہ صنف نازک مردوں کے ظلم و جور کی شکار بنی ہوئی تھی۔ مرد، مرد نہیں نازک و کمزور

صنف کے مقابلہ میں جنگل کا درندہ تھا۔ کرہ ارض کی انسانی بستیوں کا یہ عام حادثہ تھا۔ اس سلسلہ میں شائستہ و ناشائستہ متمدن و غیر متمدن اقوام و افراد میں سچ پوچھیے تو چنداں فرق نہ تھا۔ جہاں چوپایوں اور گھر کے دوسرے سامان کی طرح عورتیں بیچی اور خریدی جاتی تھیں۔ نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے جبر و تشدد کیا جاتا۔ لڑکیوں کی پیدائش باعث ننگ و عار تھی۔ پیدا ہوتے ہی بچیوں کو زندہ درگور کرنا باعث افتخار سمجھا جاتا۔ قرآن نے اس ظالمانہ حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"ان میں سے جب کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی جائے تو سارا دن اس کا چہرہ بے رونق رہتا اور دل ہی دل میں گھٹتا رہتا۔ جس (تولید دختر) کی خبر دی جائے اس کی عار سے لوگوں میں چھپا چھپا پھرے (اور اس سوچ میں پڑ جائے) کہ ذلت برداشت کر کے اس کو رکھے یا مٹی میں گاڑ دے۔ تاکہ ذلت سے نجات ملے" (سورۃ نحل آیت 7)

"اور جس وقت لڑکی زندہ درگور کر دی گئی تھی۔ پوچھا جائے گا کہ وہ کس تصور کے بدلے مار ڈالی گئی" (سورۃ التکویر آیت 1)

یہ تو آپ نے جاہلیت کی ظلمت کا حال دیکھا۔ اب بتانا یہ ہے کہ عرب سے باہر عورتوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا تھا۔ اس سلسلہ میں ایک مشہور غیر مسلم ڈاکٹر گستاؤلی بان کی شہادت ملاحظہ فرمائیے۔

"یونانی عموماً عورتوں کو ایک کم درجہ کی مخلوق سمجھتے تھے۔ اسپارٹا میں اس بدنصیب عورت کو جس سے کوئی کسی قومی سپاہی کے پیدا ہونے کی امید نہ ہوتی مار ڈالتے۔ یونانی اپنے اعلیٰ سے اعلیٰ تمدن کے زمانہ میں بھی بجز طوائف کسی عورت کی قدر نہ کرتے تھے۔

قدیم یونانیوں کا عورت کی تخلیق کا متعلق نظریہ یہ ہے کہ جیو پیٹر خدا کے ایک بیٹے نے سورج کی تپش جرائی۔ تو جیو پیٹر خدا نے اپنے بیٹے کے جرم کی سزا کے لئے عورت کو خلق کیا اور دنیا

میں بیماریاں پھیلانے کا سبب بھی عورت ہی ہے۔ دوسرے مذاہب میں عورتوں کی حالت انتہائی کم درجہ تھی۔ مثلاً یہودیت میں عورت مکار، بدطینت اور نسل انسانی کی دشمن تصور کی جاتی۔ مقدس بائبل آدم اور حوا کے واقعہ میں حوا کو مجرم قرار دیتی ہے۔ یہودی روایات کے مطابق عورت ناپاک ہے۔ بائبل میں ہے۔

"میں تیرے درد حمل کو بڑھاؤں گا۔ تو درد کے ساتھ بچے جنے گی۔ اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہوگی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا" (بائبل کتاب پیدائش بابت نمبر 3) عہد نامہ قدیم کے باب واعظ میں لکھا ہے۔

"جو کوئی خدا کا پیارا ہے وہ اپنے آپ کو عورت سے بچائے گا۔ ہزار آدمیوں میں سے میں نے ایک پیارا پایا ہے۔ لیکن تمام عالم کی عورتوں میں ایک عورت بھی ایسی نہیں پائی۔ جو خدا کی پیاری ہو"

عیسائیت نے عورتوں کو زیادہ ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ چنانچہ "ترتولیان" مسیحیت کے ابتدائی دور کا امام ہے۔ وہ مسیحی تصور کی ترجمانی ان الفاظ میں کرتا ہے:

"وہ شیطان کے آنے کا دروازہ ہے۔ وہ شجر ممنوعہ کی طرف لے جانے والی، خدا کے

قانون کو توڑنے والی اور خدا کی تصویر مرد کو غارت کرنے والی"

کرائی سو سٹم جو ایک بڑا مسیحی امام سمجھا جاتا ہے عورت کے متعلق کہتا ہے

"ایک ناگزیر برائی، ایک پیدائشی وسوسہ، ایک مرغوب آفت، ایک خانگی خطرہ، ایک غارت گر دلربائی اور ایک آراستہ مصیبت ہے" (اسلام کا نظام عفت عصمت از مولانا مودودی)

اسی لئے عیسائی مذہب کے پیشوا شادیاں نہیں کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک عورت سے

شادی کرنے سے روحانیت جاتی رہتی ہے اور اس کے لئے دلیل کے طور پر حضرت عیسیٰ کا شادی نہ کرنا پیش کرتے ہیں۔ کتاب مقدس میں لکھا ہے۔

"عورت موت سے زیادہ تلخ ہے"

اور جہاں تک ہندوؤں کا تعلق ہے۔ ان کا عورت کے متعلق نظریہ دیکھئے۔
مصنف "سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج" اس سلسلہ میں ہندوؤں کے نظریہ کی ترجمانی اپنی
کتاب "ستیا رتھ پرکاش" میں اس طرح کرتے ہیں۔

"تقدیر، طوفان، موت، جہنم، زہر، زہریلے سانپ، ان میں سے کوئی بھی اس قدر
خراب نہیں جتنی عورت"
(ستیا رتھ پرکاش)

کسی عورت کو زانیہ کہنے کے لئے اس قدر کافی تھا کہ وہ کسی مرد کے ساتھ اتنی دیر علیحدہ
رہی ہو جتنی دیر میں انڈہ تلا جا سکتا ہے۔ ہندوؤں کے قانون کے مطابق عورت کو شوہر کی وفات
کے بعد اس کے ساتھ جلنا پڑتا ہے۔ جس کو سستی ہونا کہا جاتا ہے۔ ہندوؤں میں آٹھ قسم کی بیاہ ہیں۔
جن میں سے چند ایک بیاہ کی قسمیں ایسی ہیں جس سے انسانیت شرما جائے۔ مثلاً نیوگ کا رواج یا
کسی خاندان یا چند بھائیوں کی مشترکہ بیوی، قدیم ہندوستان کا ایک جانا پہچانا رواج ہے۔ جس کی
مثال ہندوؤں کی مقدس کتاب مہا بھارت میں پانڈو بھائیوں کی مشترکہ بیوی کا ہونا ہے۔

بدھ مت میں عورت کے قرب کو خطرناک سمجھا جاتا ہے۔ عورت کے قریب آنے سے
انسان نروان حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ اس سلسلے میں انڈہانے جب بدھ مت سے پوچھا عورتوں
کے معاملہ میں ہمارا کیا رویہ ہونا چاہیے۔ تو مہا تما بدھ نے جواب دیا۔

"انڈہا نہیں مت دیکھو"

انڈہانے کہا کہ:

اگر ہم انہیں دیکھ لیں تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

بدھ نے جواب دیا!

ایسی صورت میں جو کس اور خبردار رہنے کی ضرورت ہے۔

موجودہ دور میں بھی غیر اسلامی ممالک میں عورتوں کے متعلق مختلف نظریات اس بات کے عکاس ہیں کہ وہ اس طبقہ انسانی کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔

چنانچہ اطالویوں کا قول ہے۔

گھوڑا اچھا ہو یا برا اس کو ہمیز کی ضرورت ہے۔

عورت اچھی ہو یا بری اس کو مار کی ضرورت ہے۔

شیکسپیر کہتا ہے۔

Frality thy name is women!

(Shakespeare, antony and Calopertra)

Kipling کہتا ہے۔

For the female of the species is more deadly than the male.

(Kipling The Female of Species)

But what is women? Only one of nature's agreeable blunders.

(Cowley)

مادہ پرست (Materialist) نطشے جا بجا عورتوں کا ذکر انتہائی حقارت سے کرتا ہے۔ کہتا ہے۔

"عورت مرد سے زیادہ چالاک اور خبیث ہے۔ حقیقی مرد دو چیزوں کا خواہش مند ہوتا ہے۔ خطرہ

اور تفریح اسی لئے وہ عورت کی خواہش کرتا ہے کہ کیونکہ عورت تفریح کا سب سے خطرناک سامان

ہے۔"

روسی مثل ہے۔

دس عورتوں میں ایک روح ہوتی ہے۔

اپنی قوم کا خیال ہے۔

عورت قابل بھروسہ نہیں۔ اس سے بچنا چاہیے۔ (پردہ از مولانا مودودی)

الغرض ہر مذہب اور معاشرہ میں عورت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ لیکن محسن انسانیت کی تعلیمات سے اس طبقہ کو اعلیٰ واضح مقام نصیب ہوا۔ جو رستم کی چکیوں میں پسنے والی صنف نازک (عورت) کو پوری قوت کے ساتھ اسلام نے اپنے دامن حمایت کے سایہ میں لیا۔ ہادی کائنات نے ماں بیٹی، بیوی کی حیثیت سے طبقہ نسواں کے حقوق مقرر فرمائے اور ہر حیثیت نسواں کے لئے انتظام الیہ کے مطابق معلمہ کائنات سیدہ فاطمہؑ کی سیرت ظاہریہ کو نمونہ عمل قرار دیا۔

محسن کائنات کی ذات کی بدولت عورتوں کو ان کی فطرت کے مطابق جو حقوق نصیب ہوئے۔ جس کا اعتراف مستشرقین نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ A.R.R Gibbe لکھتا ہے۔

His (Muhammad) reforms enhanced

That

The status of women is general in Universally admitted

(یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ آپ کی اصلاحات سے عورت کا عام رتبہ بہت بلند ہو گیا)۔

محسن کائنات نے فرمایا جنت ماؤں کے قدموں کے تلے ہے۔ لیکن ہر ماں کے قدموں میں جنت نہیں۔ اسی ماں کے قدموں کے تلے جنت ہے جو اسوہ بتولؑ پر چلتی ہے۔ اگر دنیا کی مائیں اسوہ بتولؑ کے مطابق بچوں کی تربیت کریں تو خدا کو جہنم بنانے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ کیونکہ اسوہ بتولؑ پر چل کر ہی وہ حقیقی عورت بن سکے گی۔ عورت کائنات میں خالق کی طرف سے عظیم تحفہ ہے۔ عورت کو لاکھوں نام دے لو تقدس اس کا حوالہ ہے۔ شرم و حیا اور معصومیت

اس کا حسن جبکہ محبت اس کی میراث ہے۔ وہ چار دیواری کی حاکم اعلیٰ ہے۔

انسانی تہذیب رشتوں کی تہذیب ہے۔ عورت ان رشتوں میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ تمام رشتوں میں رت کا نام عورت ہے۔ لیکن دور حاضر میں عورت اپنا مقام خود چھوڑ رہی ہے۔ اور وہ کچھ حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے جو اس کا تقدس چھین لے گا۔ عورت حقائق مسلمہ کی حقیقت ہے۔ مگر حقیقت سے نا آشنا ہے۔ عورت اپنی ذمہ داری قبول نہیں کر رہی۔ بوجھ اٹھانے کے لئے تیار ہے۔ عورت اگر دیانتداری سے اپنی ذمہ داری نبھائے معاشرے کا باغچہ حسین و جمیل بنے گا۔ امن و سکون کے پھول کھلیں گے۔ چونکہ ہماری تہذیب ماں، بہن، بیوی، بیٹی، کی تہذیب ہے۔ رشتوں کے تقدس کی تہذیب ہے۔ ان رشتوں کے لئے مقدس جذبات ہیں۔ اس معاشرے کی تقلید زیب نہیں دیتی جو ان رشتوں کے تقدس سے نا آشنا ہے۔ عورت: عورت ہی رہے تو عورت کہلانے کی مستحق ہے۔ ورنہ معاشرے کے خدو خال بگڑ جائیں گے۔ کیونکہ عورت جیسی آزادی مانگ رہی ہے اور ہم دینے کا سوچ رہے ہیں وہ آزادی نہیں غلامی ہے۔ عورت کو وہ مقام دو جو فطرت نے اسے عطاء کیا ہے وہ مت دو جو وہ خواہشات خود ساختہ کے لئے مانگ رہی ہے۔ فطرت نے مرد پر گھر سے باہر بچوں کے لیے کمانا فرض کیا ہے اور عورت کے لئے گھر سنبھالنا ہے۔ عورت گھر کے سکون کی ضامن ہے۔ خاندان اور گھروں کی معمار ہے۔ معاشرے میں بگاڑ اس لئے ہے کہ اگر مرد عورت کے جائز حقوق کی پاسداری نہیں کر رہا تو عورت بھی اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر رہی۔ یہ یقین کی حد ہے۔ کہ اگر جنم دینے والی ماں ٹھیک ہو جائے تو جنم پانے والے کبھی خراب نہیں ہونگے۔

میڈیا عورت کے حقوق کے لئے بڑا پریشان ہے۔ عورت کی آزادی اور حقوق کے نعرے بلند ہیں کہ مرد عورتوں کو حقوق نہیں دے رہے۔ میرا سوال ہے کہ مرد حقوق دے نہیں رہا یا عورت وہ حقوق مانگ رہی ہے جو اس کا حق نہیں؟ کیونکہ اسے معلوم نہیں جو وہ مانگ رہی ہے وہ

حق نہیں اضافی بوجھ ہے۔ حیثیت سے زیادہ بوجھ اٹھانا حماقت ہے۔ اگر عورت سیرت سیدہ کی جانب دیکھے تو اس کی تمام پریشانیاں دور ہو جائیں۔ اور وہ اپنی ذات میں مطمئن ہو جائے گی۔ عورت، عورت ہونے پر فخر محسوس کرے گی۔ جبکہ مردانہ پن عورت کی نفی ہے۔

بقول "De. "Maistre

"The great fault in women is to desire to be like men"

عورت، عورت ہی رہے تو اس کی قدر ہے۔ عورت اپنا حق مانگتے مانگتے اپنے حق سے آگے نکل گئی ہے۔ عورت چار دیواری کا حسن ہے۔ چادر اور چار دیواری سے باہر عورت کچھ نہیں۔ وہی چادر اور چار دیواری جس کا تصور سیرت سیدہ میں ملتا ہے۔ اسی میں عورت کی بقاء ہے۔ ورنہ ہمیشہ ذلیل و خوار ہوتی رہے گی۔ کیونکہ عورت کے لئے فطری تقاضے ہی حق کے پاسدار ہیں۔

لہذا خالق کائنات نے صنف نازک (عورت) کی کردار سازی اور عزت و ناموس کی بحالی کے لئے شریک کار رسالت جزو نور رسالت سیدہ النساء العلمین کو لباس بشری میں بھیجا۔ تاکہ عورت کی ہر حیثیت کا تعارف صحیح طریقے سے ممکن ہو سکے۔ حضرت والی العصر (عج) جب نظام کائنات کی اصلاح کے لئے تشریف لائیں گے۔ تو ان کے لئے حضرت سیدہ زہرہ سلام اللہ علیہا کی سیرت ہی پیش خیمہ اور قابل تقلید نمونہ ہوگی۔ حضرت امام زمانہ (عج) اپنی توقع مبارک میں فرماتے ہیں۔ حضرت رسول خدا کی دختر گرامی سیدہ زہرا کی سیرت ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہیں تمام آئمہ اطہار علیہم السلام پر آپ کا حجت قرار دیا جانا آپ کی عظمت پر ایک روشن دلیل ہے۔ خواتین عالم سے بھی التماس ہے کہ وہ بھی جزو نور رسالت کی سیرت کو اپنائیں۔ تاکہ دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی حاصل ہو۔ ڈاکٹر علامہ اقبال نے بھی اسی طرف تلمیقین کی ہے۔ چنانچہ خواتین عالم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

فطرت تو جذبہ ہادار و بلند

چشم ہوش از اسوہ زہرا مسند

لہذا میں بندہ ناچیز و آغوش خدیجہ الکبریٰ میں اس جزو نور رسالت کی دہلیز پر آیت تطہیر تلاوت کی اجازت لیکر ان کے حضور جھکی ہوئی نم آلود پلکوں کی سجدہ ریزی کے بعد تعظیسی سلام و درود پڑھ کر سیدہ زہراؑ کی عظمت و رفعت کے بارے میں اپنی قلم کو بحر نور میں اتار کر نجات اخروی کا سامان پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ لیکن میری کیا مجال کہ ایک شمع بھی سیدہ دو عالم کی عظمت کا لکھ سکوں۔ کیونکہ انسان حقیر کی کیا مجال کہ قرآن لکھے ان کی عظمت بیان کرنا خالق کا کام ہے۔

معرکہ درشان اور ہرجہ گوہد کم است

روح قرآن بود مدحت فاطمہ

فضائل سیدہ جو بحر بیکراں اور لامحدود کمال و عجائبات رکھتے ہیں۔ ان کا احاطہ ہماری کوتاہ فکر کی بلند پروازیاں نہیں کر سکتیں۔ چونکہ سیدہ کا اس عالم میں ظہور پذیر ہونا ایک معجزہ سے کم نہیں ہے اور یقیناً اگر زمین ابو تراب کی ملکیت نہ ہوتی تو سیدہ کبھی یہاں ظہور نہ فرماتیں۔ لہذا الامدود بر نورانیہ سے چند قطرے جمع کر رہا ہوں۔ شاید یہ قطرے قلم متلاطم میں تبدیل ہو جائیں۔ یا شعور کا روشن نقطہ بن کر کوب دری میں تبدیل ہو جائیں۔ قرآن کی ہر آیت ان کی مدح و توصیف میں ہے۔ مجھ جیسا ناقص انسان ان کی کن کن فضیلتوں کی بات کرے۔ منزل طوبیٰ کی طرف نکلا تو فضائل کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ لفظ برہان اور اس کی تفسیر میں جھانکا تو قرآن کی آیتیں لسان صدق علیہا پکار رہی تھیں۔ عروۃ الوثقیٰ کو تھام کر نور مشکوٰۃ کی تفسیر میں ڈوبا تو معرفت کے سمندر میں ملکوتی مخلوق سیدہ زہراؑ کا تعارف کراتی نظر آئی۔ جس پر کائنات کی رحمت نثار جو ایسا وجود حکمت ہے۔ جس کا ادراک نہ ممکن ہے۔ میرا قلم بصد احترام کانپ رہا ہے۔ لیکن میں اس احترام کے ساتھ جیسا کہ میرا نہیں نے کہا ہے۔

خاموش اے زبان کہ ادب کا ہے کہ مقام
کوثر سے منہ کو دھولے تو لے فاطمہ کا نام
اے دل بجز درود نہ کچھ کچھو کلام
اے کلک اپنے سر کو جھکا دے با احترام
کاغذ پہ سب سے پہلے سورۃ مریم کو دم کرو
پھر فاطمہ کی عفت و عصمت رقم کرو

اگر میری اس کاوش کو شرف قبولیت حاصل ہوگئی تو مجھ سے بڑھ کر خوش نصیب کوئی نہ ہو
گا۔ کیونکہ دعاؤں کی قبولیت وسیلہ جناب سیدہ سے ہی ممکن ہے۔ قدرت اللہ شہاب صاحب اپنی
کتاب "شہاب نامہ" میں یوں لکھتے ہیں۔

"ایک بار میں دور دراز علاقے میں گیا ہوا تھا۔ وہاں پر ایک چھوٹے سے گاؤں میں
ایک بوسیدہ سی مسجد تھی۔ میں جمعہ کی نماز پڑھنے اس مسجد میں گیا۔ تو نیم خواندہ مولوی صاحب اردو
میں بے حد طویل خطبہ دے رہے تھے۔ ان کا خطبہ گزرے ہوئے زمانوں کی عجیب و غریب
داستانوں سے اٹا اٹ بھرا ہوا تھا۔ کسی کہانی پر ہنسنے کو جی چاہتا۔ کسی بھی حیرت ہوتی تھی۔ لیکن
انہوں نے ایک داستان کچھ ایسے انداز سے سنائی کہ تھوڑی سی رقت طاری کر کے وہ سیدھی دل میں
اتر گئی۔ یہ قصہ ایک باپ اور بیٹی کی باہمی محبت و احترام کا تھا۔ باپ حضرت محمدؐ تھے اور بیٹی حضرت
بی بی فاطمہؑ تھیں۔ مولوی صاحب بتا رہے تھے کہ حضور رسول کریمؐ جب اپنے صحابہ کرام کی کوئی
درخواست یا فرمائش منظور نہ فرماتے تو بڑے بڑے برگزیدہ صحابہ کرام بی بی فاطمہؑ کی خدمت
میں حاضر ہو کر ان کی منت کرتے تھے۔ کہ وہ ان کی درخواست حضورؐ کی خدمت میں لے جائیں اور
اسے منظور کر والائیں۔ حضور نبی کریمؐ کے دل میں بیٹی کا اتنا پیار اور احترام تھا کہ اکثر اوقات جب
فاطمہؑ ایسی کوئی درخواست یا فرمائش لے کر حاضر خدمت ہوتی تھیں تو حضور خوش دلی سے اسے
منظور فرما لیتے تھے۔ اس کہانی کو قبول کرنے کے لئے میرا دل بے اختیار آمادہ ہو گیا۔ جمعہ کی نماز
کے بعد میں اسی بوسیدہ سی مسجد میں بیٹھ کر نوافل پڑھتا رہا۔ کچھ نفل میں نے حضرت بی بی فاطمہؑ
کی روح مبارک کو ایصالِ ثواب کی نیت سے پڑھے۔ پھر میں نے پوری یکسوئی سے گڑگڑا کر یہ دعا

مانگی یا اللہ میں نہیں جانتا کہ یہ داستان صحیح ہے یا غلط لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تیرے آخری رسول کے دل میں اپنی بیٹی خاتون جنت کے لئے اس سے بھی زیادہ محبت اور عزت کا جذبہ موجزن ہوگا اس لئے میں درخواست کرتا ہوں کہ وہ حضرت بی بی فاطمہ کی روح طیبہ کو اجازت مرحمت فرمائیں کہ وہ میری ایک درخواست اپنے والد گرامی کے حضور میں پیش ہو کر منظور کروالیں۔ درخواست یہ ہے کہ میں اللہ کی راہ کا متلاشی ہوں۔ سیدھے سادھے مروجہ راستوں پر چلنے کی سکت نہیں رکھتا۔ اگر سلسلہ خواجہ اولیس قرنی حقیقت ہے تو اللہ کی اجازت سے مجھے اس سلسلہ سے استفادہ کرنے کی ترکیب اور توفیق عطا فرمائی جائے۔"

اس بات کا میں نے اپنے گھر میں یا باہر کسی سے ذکر تک نہ کیا۔ چھ سات ہفتے گزر گئے اور میں اس واقعہ کو بھول بھال گیا۔ پھر اچانک سات سمندر پار کی میری ایک جرمن بھابھی کا ایک عجیب خط موصول ہوا۔ وہ مشرف بہ اسلام ہو چکی تھی۔ اور نہایت اعلیٰ درجہ کی پابند صوم و صلوة خاتون تھیں۔ انہوں نے لکھا تھا۔

The other night i had the good fortune to see "Fatimah" daughter of the Holy Prophet (PBUH) in my dream. She talked to me most graciously and said, "Tell your brother-in-law Qudrat Ullah Shahab, that I have submitted his request to my exalted Father who was very kindly accepted it.

Page ۱۱۸۱ E/1994"

اگلی رات میں نے خوش قسمتی سے فاطمہ بنت رسول کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے میرے ساتھ نہایت تواضع اور شفقت سے باتیں کیں اور فرمایا! کہ اپنے دیور قدرت اللہ شہاب کو

بتا دو کہ میں نے اس کی درخواست اپنے برگزیدہ والد گرامی کی خدمت میں پیش کر دی تھی۔ انہوں نے ازراہ نوازش اسے منظور فرمایا ہے۔

یہ خط پڑھتے ہی میرے ہوش و حواس پر خوشی اور حیرت کی دیوانگی سی طاری ہو گئی۔ مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ میرے قدم زمین پر نہیں پڑ رہے۔ بلکہ ہوا میں چل رہے ہیں۔ یہ تصور کہ اس برگزیدہ محفل میں ان باپ، بیٹی کے درمیان میرا ذکر ہوا۔ روئیں روئیں پر ایک تیز و تند نشے کی طرح چھا جاتا تھا کیا عظیم باپ اور کیسی عظیم بیٹی۔

"میں بندہ حقیر اپنی دعاؤں کی قبولیت کے لئے جزو برزخ کبریٰ حضرت سیدہ عالمین صلوٰۃ اللہ علیہا کی عظمت و رفعت کے بارے میں اپنے قلم کو دل کی کھٹیلی میں ابلتے ہوئے آبِ کیمیا میں ڈبو کر نجات اخروی کا سامان نجات و عقیدت پیدا کرنے کی ایک روحانی مقدور کے مطابق کوشش کی ہے۔ مجھ سے خاکپائے اہل بیت نے سیدہ النساء کی عظمت و حرمت کے بارے میں چند گہرائے بار تلاش کئے ہیں جنہیں صفحہ قرطاس پر سجا کر آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ دعا ہے کہ اسے سیدۃ فاطمہ کی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل ہو اور اس کا اجر میرے والدین مرحومین کی ارواح کو ملے۔"

احقر:

سید اسد ترمذی ایڈووکیٹ

تاریخ جواب دے

کائنات میں سب سے زیادہ عطیات الہیہ سے مالا مال خاتون حضرت سیدہ النساء العلمین فاطمہ الزاہرہ سلام اللہ علیہا جو کہ سرور کونین کے نور اول کا جزو کل نما ہونے کے ساتھ ساتھ محسنہ اسلام سیدۃ الزمان ملیکہ العرب جناب خدیجۃ الکبریٰ صلوٰۃ اللہ علیہا کی آغوش کی زینت اور محسنہ اسلام سید البطحاء محافظ رسالت الہیہ سرکار ابوطالب صلوٰۃ اللہ علیہ کے گھر کی بہو ہیں اتنی ذی عظمت شہزادی کہ جس کے گھر کی روٹیوں کے دہر میں چرے چے ہوں۔ جس کو بزم کساء میں مرکزی حیثیت حاصل ہو۔ ملکوت جس کے نور کی تجلی دیکھ کر سجدے میں گر جاتے ہوں۔ محبوب دو جہاں جس کے دروازے پر۔۔۔۔۔ آئیہ تطہیر کی دستک دے کر اجازت طلب ہوں۔ وہ ملکہ عصمت کہ جس کے ظہور کے فوراً بعد اس کے بابا پر نماز شکر واجب ہو جائے۔ نبوت جسے اپنی تصدیق کے لیے مہابہ جیسے معرکتہ الآراء موقع پر حجابات رسالت و امامت میں لے جائے۔ جس کی دہلیز ملائک کے آنے کی جگہ ہو رسالت جس ملکہ کونین کی آمد پر سراپا محبت بن کر استقبال کے لیے کھڑی ہو جائے ملک الموت جس عصمت ماب سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کی دہلیز پر احتراماً اجازت کے لیے رک جائے۔ جس کے بچوں کا ناقہ بنتے ہوئے آخری نبی اپنے منصب الہی میں کوئی جھجک محسوس نہ کرے فرشتے جس کی دہلیز سے بھیک مانگ کر فخر محسوس کریں۔ جس کے بچوں کا گہوارہ ملائکہ مقربین کے سپرد ہو۔ قرآن جس کے گھر کا تذکرہ ہو۔ سورہ رحمن جس کی شادی کا قصیدہ بن کر نازل ہو۔ سورہ کوثر جس خاتون معظمہ کی نسل پر گواہ ہو۔ سورہ حل اتی جس کی

84689

سخاوت پر قرآنی سند ہو۔ سورہ قدر جس کا پردہ بن کر اذن نزول حاصل کرے۔ آیت تطہیر جس کی طہارت کی قسمیں کھائے۔ آیہ مودت میں جس کی محبت اجر رسالت قرار پائے۔ نماز واجب کے دوران جس کے بچوں کو رسالت مآب حالت سجدہ میں اپنی پشت اطہر پر سوار ہونے سے مانع نہ ہوں۔ رسالت اپنی ذات کا جسے ٹکڑا قرار دے۔ رحمت الہیہ جس کے غضب ناک ہونے سے غضب ناک ہو جائے۔ رضائے الہیہ جس کی رضا میں پنہاں ہو۔ جس کے شوہر کو رسالت پناہ نبی کریم کی طرف سے کل ایمان کا تمغہ ملا ہو۔ جس کے بیٹوں کو جنت کی سرداری حاصل ہو۔ اللہ اہل آسمان کو نچتین پاک علیہ الصلوٰت والسلام کا تعارف جس مخدومہ کے ذریعے کروائے۔ جنت جس کی محبت کا ثمر اور جہنم جس کی رنجش کا نام ہو۔ کل ایمان کا نصف ایمان، سرداران جنت کے لیے جنت اور رحمت کلیہ کے لیے رحمت بن کر جو اس عالم میں ظہور فرمائے۔

کیا وجہ تھی کہ اتنی خدائی عظمتوں اور الہی عطیوں کی مالک خاتون کو رسولؐ کے دنیا سے ظاہری طور پر جانے کے بعد کسی نے ہنستے ہوئے نہ دیکھا۔ اور وہ کون سے حالات پیش آئے کہ سرور دو جہاں کی رحلت کو ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ ملکہ کونین کو درد بھرے دل سے یہ مرثیہ کہنا پڑا۔

صبت علمی مصائب لو انہا

صبت علی الا یام صرن لیا لہا

کہ بابا آپ کے بعد مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑیں کہ اگر دنوں پر پڑتیں تو وہ راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

آخر کیوں؟ یہ جواب تاریخ بہتر انداز میں دے سکتی ہے۔ میں تو بس یہی کہہ سکتا ہوں!

کاش سیدوں کی تاریخ میں نہ ہوتا

مسجد سے فاطمہؑ کا قبر نبیؐ پہ جانا

مکاشفہ

صحرا میں رقص ابلیس جاری تھا۔ سیاہ قوتیں اپنے سارے ساز و سامان جنگ کے ساتھ برسرِ پیکار تھیں۔ بادشاہت کے حریص کتے حق کا ہاتھ چھیننے کی کوشش میں مصروف تھے۔ خیر و شر کی آخری جنگ جاری تھی۔ الہی نمائندے اپنے خون سے برسرِ صحرا نوشتہ توحید رقم کر رہے تھے۔ کٹے ہوئے ہاتھ پیاس کی شدت سے دریا کے کنارے تڑپ رہے تھے۔

اچانک ایک کرب میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔

میں نے نگاہیں اٹھائیں میرے دل نے

دھڑکننا شروع دیا۔

ایک مستور جس کے سر پہ

پانچ پہلوتا ج تھا۔ جس میں بارہ جگنیے جڑے ہوئے تھے۔

سیاہ لباس میں ملبوس پہلو پہ ہاتھ رکھے چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی۔

ظالمو!

میرے جہیز پر پہرہ بیٹھا کر میری اولاد کو پیاسا قتل کر رہے ہو۔

منازل نورانیہ

جس شعاع نور احمدی کا تعارف لکھنے کا ارادہ کیا گیا ہے۔ ضروری امر یہ ہے کہ اس کی کیفیت اولیہ کی طرف اشارہ کیا جائے۔ یہ پارہ نور احمد اس طبقہ انسانیت سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کا ایک رُخ ذات واجب اوجود سے متصل ہے۔ اور دوسرا ممکنات سے، اس کی صحیح تشریح کلام معصوم میں اس طرح فرمائی گئی ہے۔

كشعاع الشمس من الشمس

جس طرح سورج کا سورج کی شعاع سے تعلق ہے۔ اسی طرح شمس ذات واجب سے انوار رسالت کا تعلق ہے۔ پس جبکہ ہماری عقلیں اس کے ادراک سے عاجز ہیں تو لازم ہے کہ ان مقامات نورانیہ کے حالات وحی والہام کی روشنی میں دیکھتے ہوئے اپنے قلوب کو منور کیا جائے۔

واضح ہو کہ جن حدیثوں میں یہ کیفیتیں بیان کی گئی ہیں۔ انہیں احادیث انوار کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہاں صرف چند احادیث اہل ایمان کی روشنی قلب کے لیے نقل کی جا رہی ہیں۔ جس سے اس مخدومہ عالم کے منازل نورانیہ پر روشنی پڑے گی اور جس سے معلوم ہوگا کہ روحانیوں کی صفت میں موسومہ کی کیا شان ہے۔ بروایت انس بن مالک سید الانبیاء سے منقول ہے۔ کہ حضور اکرمؐ نے اپنے چچا عباس سے فرمایا۔

يا عم قد خلقتني الله وخلق عليها و فاطمه و الحسن و الحسين قبل
انخلق آدم بالغ عام حسين لا لسمااء مبنيه و الارض مدحيه و لا جبال مرسيه
و لا بحار مجريه و لا رياح مسويه و لا شمس مغيه و لا قمر امنور و لا نور و لا
جنة و لا نار.

ترجمہ: اے عم بزرگوار خداوند عالم نے مجھے اور علی و فاطمہ و حسن و حسین (صلوات اللہ
علیہم) کو خلقت آدم سے دو ہزار سال پیشتر خلق فرمایا جس وقت کہ نہ آسمان کی بناء ہوئی تھی۔ نہ
زمین بچھائی گئی تھی۔ نہ سربفلک پہاڑ تھے۔ نہ متلاطم سمندر نہ ہواؤں کے جھونکے تھے۔ نہ چمکدار
سورج نہ چاند کی روشنی نہ نور کی روشنی نہ جنت کا وجود نہ آتش کا۔

(مصباح الانوار، غایۃ المرام، سیرۃ الفاطمہ)

خالق کی اپنے حسن میں تخلیق بڑھ گئی

سورج میں ایک قوس قزح میں ہے سات رنگ

ان الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ ان پنجتن پاک کا وجود اس وقت خلق ہوا جب کائنات
میں اللہ کے علاوہ کوئی موجود نہ تھا۔ اس وقت کوئی شے وجود نہیں رکھتی تھی۔ یہاں اگر بنظر غائر دیکھا
جائے تو ایک لطیف نکتہ بھی ہے کہ اس وقت نور وجودی بھی نہیں تھا۔ نور کی خلقت ان کے بعد
معلوم ہوتی ہے۔ اس کا مطلب عند تحقیق یہی نکل سکے گا۔ کہ ان بزرگواروں کو جہاں نور سے تعبیر
کیا اس سے حقیقت نورانیہ مراد ہے۔ نہ کہ نور محسوس اس حقیقت کا سوائے خالق کائنات کے کسی کو
نہیں ہو سکتا ہے۔ اور جہاں تک نور زہرا کا تعلق ہے۔ علل الشرائع میں ہے۔ کہ امام جعفر صادق
ؑ سے جابر بن عبد اللہ کے پوچھنے پر فرمایا کہ خداوند عالم نے فاطمہ زہرا کو اپنی عظمت کے نور سے خلق

کیا فرمایا جب یہ نور چمکا تو سارے زمین و آسمان روشن ہو گئے اور ملائکہ کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا ہو گئی۔ اور تمام ملائکہ اس نور کی ہیبت و جلال دیکھ کر سجدے میں گر پڑے اور انہوں نے درگاہ خداوندی میں عرض کی بارالہا یہ کونسا نور ہے۔ جواب ملا یہ نور میرے نور سے ہے۔ اس کو میں نے اپنے آسمان میں ساکت کیا ہے اور اس کو اپنی عظمت سے خلق کیا ہے اور اس کو اپنے انبیاء میں افضل ترین کے صلب میں ظاہر کرونگا۔ پھر اس نور سے آئمہ ظاہر کرونگا۔ جو میرے امر کو قائم کریں گے۔ اور میری طرف رہنمائی کریں گے۔

ایک اور حدیث درج کی جاتی ہے جس سے معلوم ہوگا کہ عالم اشباح میں تصویر نورانی فاطمہ زہرا کس طرح جلوہ گر تھی۔

بحار الانوار جلد عاشر و جلد سابع (249) میں حضرت امام حسن عسکریؑ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب خدا نے حضرت آدم و حوا علیہم السلام کو خلق فرمایا تو انہوں نے جنت میں افتخار کیا اور آدم نے حوا سے کہا کہ خداوند نے کوئی مخلوق ہم سے بہتر خلق نہیں کی۔ پس خدائے جل و علانے حضرت جبرائیل کو وحی کی کہ میرے ان دونوں بندوں کو جنت الفردوس اعلیٰ میں لے آؤ۔ جب دونوں فردوس میں داخل ہوئے تو ایک شہزادی کو دیکھا جو فرش جنت پر جلوہ افروز تھی۔ اس کے سر پر تاج نورانی تھا اور اس کے کانوں میں نور کے آویزے تھے اور اس کے چہرے کی ضیاء حسن سے تمام جنت روشن ہو رہی تھی۔ پس حضرت آدم نے جبرائیل سے پوچھا۔ یہ شہزادی کون ہے؟ جس کے چہرے کے حسن سے تمام جنت روشن ہے۔ جبرائیل نے کہا یہ فاطمہ بنت محمدؑ ہے۔ جو آخری زمانہ میں تیری اولاد سے بنی ہوگا۔ حضرت آدم نے پوچھا یہ تاج کیسا ہے؟ جبرائیل نے کہا یہ اس کا شوہر علیٰ ابن ابیطالب ہے۔ پھر پوچھا اس کے کانوں میں گوشوارے کیسے ہیں؟ جبرائیل نے جواب دیا کہ یہ اس کے بیٹے حسن و حسینؑ ہیں۔ حضرت آدم نے سوال کیا کیا یہ مجھ سے پہلے خلق ہوئے ہیں؟ جبرائیل نے جواب دیا کہ یہ تمہاری خلقت سے

چار ہزار سال پہلے غامض علم خدا میں موجود تھے۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بزرگوار اس وقت موجود تھے جب زمانہ کا وجود نہیں تھا بلکہ خود جبرائیل کی خلقت ان کے بہت بعد میں ہوئی۔ بلکہ جبرائیل ایک شعاع ہے آفتاب علویہ کی۔

ان ہستیوں کی خلقت ہونے کے متعلق اشارہ مہاتما گوتم بدھ نے یوں کیا ہے۔
 "اے آنندی تیرا وہ ہے جو سب مبعوث ہونے والوں کا سلسلہ ختم کر دے گا اُس کے سر پر پانچ پہلو تاج ہوگا جو سورج اور چاند کی طرح چمکتا ہوگا اور اُس کے بڑے ہیرے کا نام 'آلیا' ہوگا۔"

یاد رکھو یہ سب پاک جسم ابتداء سے پیدا ہو چکے ہیں۔ مگر ان کے ظاہر ہونے میں ابھی دیر ہے۔ ظالم لوگ اس کے موتیوں کو سخت نقصان پہنچائیں گے۔ اور ان کو برباد کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھیں گے۔ مگر مالک اُس کے نام، اُس کے کام اور اُس کی نسل کو دنیا کے خاتمے تک باقی رکھے گا۔

(بودھیا پرکاش مولفہ ویدشاہتری لالہ گوبند)

لہذا گوتم بدھ نے بھی اس حقیقت سے متعلق بیان کیا کہ یہ ہستیاں اپنی ولادت ظاہری سے پہلے خلق ہو چکی تھیں۔ سیرۃ الفاطمہ میں بروایت صادق آل محمد علیہ السلام فرمان رسول موجود ہے۔ سید الانبیاء نے ارشاد فرمایا۔

پھر خداوند عالم نے میری بیٹی فاطمہؑ کے نور کو شگافتہ کیا اور اس سے زمین و آسمان خلق فرمائے۔ پس زمین و آسمان میری بیٹی فاطمہؑ کے نور سے ہیں اور میری بیٹی فاطمہؑ کا نور نور خدا سے ہے۔ اور میری بیٹی زمین و آسمان سے افضل ہے۔

ثم فتق نور ابنتى فاطمه فخلق منه السموا و الارض
 فالسموات والارض من نور ابنتى فاطمه و نور ابنت
 فاطمه من نور الله و ابنتى فاطمه افضل من السموات والارض.

حدیث کہ اس فقرہ میں سیدالانبیاء نے سیدہ کونین کی شان بیان فرمائی ہے۔ نور فاطمہؑ
 جو زمین و آسمان کے لیے اصل قرار پایا ہے۔ اس کی شان کا اندازہ کیسے ہو سکتا ہے؟
 معانی الاخبار اور علل الشرائع میں ہے کہ عمارہ نے اپنے باپ سے روایت کی وہ کہتے
 ہیں کہ میں نے حضرت جعفر صادقؑ سے حضرت فاطمہؑ کی بابت سوال کیا کہ آپ کو زہرہ کیوں کہتے
 ہیں؟ تو امام نے فرمایا کہ

حضرت فاطمہؑ جس وقت محراب عبادت کے لیے کھڑی ہوئی تھیں۔ تو آپ کا نور
 آسمان والوں کے لیے اس طرح ظاہر ہوتا تھا جس طرح ستاروں کا نور زمین والوں کے لیے
 نمایاں ہوتا ہے۔

ولادت:

سیدہ کونین کا وجود نورانیہ ہمیشہ سے ہدایت انسانی کے فرائض سرانجام دیتا آیا ہے۔
 لیکن یہ نور لباس انسانی میں ہدایت انسانیہ کے لیے یوم جمعہ 20 جمادی الاخر بعد بعثت 5 سال
 اور ہجرت سے 8 سال 8 مہینے اور 22 دن قبل جلوہ گر ہوا۔ برطابق عیسوی 615ء محلہ سوق للیل
 یہ تاریخ پیدائش جناب محمد باقر سے مروی ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے۔ کہ اس نورانی مخلوق
 کی آمد کے حالات عام انسانی حالات سے بالکل مختلف ہیں انکی ولادت میں نجس مادے کو دخل نہیں
 ہوتا۔ جس سے عام انسانوں کی خلقت ہوا کرتی ہے۔ جو شخص ایسا خیال کرے وہ تطہیر کلی کے معنی
 سے بے خبر ہے۔ اگر کوئی شخص ان کی ولادت میں ان اسباب کا شامل ہونا خیال کرتا ہے تو

درحقیقت وہ قرآن کی آیت کا منکر ہے۔ جس میں ارشاد ہے

"انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اہل لبیت و یطہرکم تطہیرا"

تو جب اللہ ان کی ہر نجاست سے پاک رکھنے کا ارادہ رکھتا ہے تو ان اسباب کی نجاستوں کو ان کے قریب کیسے آنے دے گا۔ یہی وجہ تھی کہ ظہر کے بعد آقا حسنؑ کی ولادت ہوئی۔ اور سیدہ نے ولادت حسنؑ کے فوراً بعد نماز عصر ادا کی۔ یہ عالم امر کے افراد ہیں ان کے لیے ان اسباب کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ اس حقیقت کا اندازہ قرآن مجید میں طبقہ انبیاء کے حالات سے لگایا جاسکتا ہے۔ قرآن میں قصہ حضرت عیسیٰ، حضرت یحییٰ و حضرت اسحاق وغیرہم کی ولادت میں اس مادے کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہے۔ بعض افراد ان قصوں کی عبارتوں کو درہم برہم کر ان بزرگواریوں کو اپنی صف میں لانے کے درپے ہیں۔ لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے۔ تو ایسے افراد کو فی الحقیقت نور بصیرت سے کوئی حصہ نہیں ملا ہے۔ جس طرح ان کی طینت ہم سے الگ ہے۔ اسی طرح ان کے دنیا میں آنے کے اسباب بھی ہم سے قطعاً مختلف ہیں اللہ نے بروئے قرآن اہلبیت نبوت کو نجاست جاہلیت سے نجس نہیں کیا اور نہ ان کی قبائے تطہیر کو کسی قسم کی نجاست سے مس ہونے دیا آپ ہمیشہ سے نور تھے اور ہمیشہ نور ہی رہو گے۔ آپ ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہوتے رہتے ہیں اور ہر عالم میں آپ کے حقائق موجود ہیں۔

سیدہ کو نین کا نور کیفیت حمل میں اپنی والدہ خدیجہ الکبریٰ کی تسکین کا سامان بنا۔ اور 5 بعثت کو دنیا میں ظہور کر کے سید الانبیاء سے ابتری کا نشان مٹا کر کفار کے طعنوں کا جواب دیا۔ آپ کی کیفیت ولادت بحار الانوار میں علامہ مجلسی نے بیان کیا ہے کہ مفضل بن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے صادق آل محمد علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ جناب سیدہ کی ولادت کس طرح ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ

جب آپ کی ولادت کا وقت آیا اس وقت آپ نے قریش کی عورتوں کو کہلا بھیجا۔ انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ تم نے ہمارا کہنا نہ مانا اور یتیم عبد اللہ سے شادی کر لی۔ جس کے پاس

کچھ بھی مال نہیں۔ جو غریب ہے۔ اب ہم نہیں آتے۔ اس جواب سے خدیجہ الکبریٰ مغموم ہوئیں۔ اسی اثناء میں خدیجہ نے دیکھا کہ چار سرو قامت عورتیں داخل ہوئیں جو بظاہر بنی ہاشم کی عورتوں سے معلوم ہوتی تھیں۔ خدیجہ الکبریٰ کو ان کے اچانک آجانے سے خوف محسوس ہوا۔ ان عورتوں میں سے ایک نے بڑھ کر کہا ملول نہ ہو ہمیں خدا نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ ہم تمہاری بہنیں ہیں میں سارہ زوجہ ابراہیم ہوں۔ یہ آسیہ بنت مزاحم ہے۔ جو حقیقت میں تیری مصاحب ہے یہ مریم بنت عمران ہے۔ اور یہ کلثوم خواہر موسیٰ ہے۔ ہمیں خدا نے تمہاری خدمت کے لیے بھیجا ہے۔ اس میں ایک خدیجہ کے دائیں جانب بیٹھی اور ایک بائیں جانب ایک پشت کی طرف اور ایک سامنے بیٹھ گئی۔ پس جناب سیدہ کونین کا نور لباس بشری میں ظاہر ہوا۔ جب زمین پر تشریف لائیں۔ تو چہرہ اقدس سے نور چمکا جس کی چمک مکہ کے تمام گھروں میں پہنچی اور مشرق و مغرب میں کوئی ایسا مقام نہ تھا جہاں اس نور کا پرتو نہ پہنچا ہو۔ پھر دس حوران جنت حاضر ہوئیں۔ اور ہر حور کے ہاتھ میں طشت و آفتابہ جنت تھا اور آفتابہ آب کوثر سے لبریز تھا۔ پھر سفید براق خوشبو میں بے ہوئے پارچے نکالے۔ ایک پارچہ آپ کو پہنایا ایک اوپر اوڑھادیا۔ پھر فاطمہؑ سے کلام کرنا چاہا تو فاطمہؑ نے اولاً جواب دیا۔

"اشھدان لا الہ الا اللہ وان ابی رسول اللہ سید الانبیاء و ان بعلی سید
الارصیا۔ و ولدی سادۃ الاسباط ".....

"میں گواہی دیتی ہوں کہ سوائے ذات وحد لا شریک کے کوئی خدا نہیں ہے اور میرے
معہ بزرگوار خدا کے رسول اور سردار انبیاء ہیں اور میرا شوہر سردار اوصیا ہے اور میری اولاد بہتر از
انبیائے بنی اسرائیل۔"

پھر آپ نے ان بیبیوں کو سلام کہا اور ایک ایک کا نام لیکر سلام کہا۔ وہ ہنستی ہوئیں آپ
کی طرف بڑھیں۔ حوروں نے آپس میں مبارکباد دی۔ اہل آسمان نے ایک دوسرے کو ولادت کا

مژدہ سنایا۔ اور آسمان میں ایک ایسا نور ظاہر ہوا۔ جو اس نے قبل ملائکہ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اب ان عورتوں نے مبارکباد دینے کے بعد کہا کہ خدیجہ اس طاہرہ مطاہرہ زکیہ میمونہ کولو۔ خدیجہ نے ہنسی خوشی اس نورانی مولود کو لیکر سینہ سے لگالیا۔

ولادت معصومہ کے حالات جو اس حدیث معصومہ میں بیان ہوئے ہیں تمام آئمہ کے متعلق آپ کو اسی قسم کے امور نظر آئیں گے۔

سیدہ کا اسم گرامی:

یہ "ف" سے فہم بشر کا حاصل "الف" سے الحمد کی کرن ہے
یہ "ط" سے "طہ" کے گھر کی رونق "م" سے منزل محن ہے
یہ "ہ" سے ہر دوسرا کے سلطان کے دین کی پُر نور انجمن ہے
یہ "ز" زینت زمین کی "ہ" سے ہدایتوں کا ہراچمن ہے
یہ "ر" سے رہبر رہ وفا کی "الف" سے اول نسب ہے اس کا
اسی ہی نام "فاطمہ" ہے جناب "زہرہ" لقب ہے اس کا

جہاں تک ان انوار مقدسہ کے اسماء کا تعلق ہے۔ خالق کائنات نے روز اول ہی ان کے نام رکھ دیئے تھے۔ جس کی تائید اس حدیث مبارکہ سے بخوبی ہوتی ہے۔ بحار الانوار میں بروایت ابن عباس ہے کہ سیدالانبیاء نے علی المرتضیٰ سے فرمایا کہ جب اللہ نے آدم میں روح پھونکی اور ملائکہ کو سجدے کا حکم دیا۔ اسے جنت میں پھرایا تو اس وقت آدم نے نگاہ عرش کی جانب بلند کی۔ تو عرش پر پانچ سطریں نورانی لکھی ہوئی تھیں۔ عرض کیا خداوند یہ کیسی تحریر ہے ارشاد باری ہوا یہ وہ لوگ ہیں جن کے وسیلے سے میری مخلوق محمد سے شفاعت کی خواہش کرے تو میں قبول کروں گا۔ آدم

نے عرض کی خداوندان کے مراتب عالیہ کا صدقہ ان کے نام بتا۔ ارشاد ہوا کہ میں محمود ہوں اور یہ پہلا محمد ہے۔ میں عالی ہوں اور دوسرا علی ہے۔ میں فاطم ہوں اور تیسری فاطمہ ہے میں محسن ہوں چوتھا حسن ہے میں صاحب احسان ہوں پانچواں حسین ہے۔ یہ سب خدائے عزوجل کی حمد کرتے ہیں۔

اس حدیث سے علم ہوا کہ جناب فاطمہ الزاہرا سلام اللہ علیہا کا نام فاطر السموات سے مشتق ہے۔ عطا فرماتے ہیں۔ الْفَاطِمَةُ مِنَ الْفَطْمِ لَفْظِ فَاطِمَةٍ كَمَا مَادَهُ فَاطِمٌ هِيَ۔ الْفَطْمُ أُمِّي اللَّعْتَقُ عَنِ النَّارِ هِ فَطْمُ كَمَا مَادَهُ فَاطِمٌ هِيَ آتَشِ جَهَنَّمَ سے بچانے والی۔ ایک روایت میں ہے: لَا أِنَّ اللَّهَ فَطَمَهَا وَذَرَّ يَتَّهَا عَنِ النَّارِ هِ آپ کا نام فاطمہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی اولاد کو عذاب دوزخ سے آزاد کر دیا ہے۔

حضرت امام اعظم کے صحیح جانشین جناب ملا علی قاری نے فقہ اکبر کی شرح

میں لکھتے ہیں کہ

نسائی سے مرفوع روایت ہے کہ آپ کا نام فاطمہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے محبوبوں کو دوزخ کی آگ سے بچانے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ لہذا یہ نام اللہ نے رکھا کیونکہ یہ دوزخ کی آگ سے بچانے والی ہے۔

لہذا پتہ چلا کہ اگر کوئی فاطمہ سے محبت کر کے جہنم کی آگ میں جلے یہ بھی اللہ کی توہین ہے۔ اور کوئی فاطمہ کو ناراض کر کے جنت میں چلا جائے یہ بھی اللہ کی توہین ہے۔

تحت الثریٰ ہے بغض علی کی گھٹن کا روپ

جنت میرے حسین کی بخشش کا نام ہے

کوثر علی کے سجدہ وافر کی ہے زکوٰۃ

دوزخ بتول پاک کی رنجش کا نام ہے

کنیت:

صاحبان بصیرت کے لیے سیدہ کونین کی چند مشہور کنیتیں درج کی جاتی ہیں۔

- (i) ام الحسن
(ii) ام الحسین (iii) ام الحسن
(iv) ام الائمۃ (v) ام ایما (vi) ام السبطین وغیرہ

ان تمام کنیتوں میں سب سے قابل غور کنیت ام ایما ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ یہاں ام کنیت کے ظاہر ا معنی نہیں لیے جاسکتے ہیں۔ لیکن ایک حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کہ سیدہ کونین کی محبت و خدمت سید الانبیاء کے ساتھ ایسی ہوگی کہ سید الانبیاء کو ام ایما پکارنا پڑا۔ یقیناً سیدہ کو دیکھ کر اپنی والدہ یاد آ جاتی ہوگی۔ اس لقب میں ام کے معنی مقصود یا قصد لیے جائیں گے۔ مطلب دونوں کا ایک ہی ہوگا۔ یعنی دختر بلند اختر، جو اپنے بزرگوار کا مقصود اصلی ہے۔ اور مقصود رحمۃ اللعالمین کا مقصود خود مقصود خدا ہے۔

القابات:

آپ کے القابات کو بے شمار ہیں بعض کتب و احادیث و سیر میں آپ کے ایک سو سے زائد القابات منقول ہیں۔ یہاں چند القابات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ یہ مقدس القابات بعض مفرد ہیں اور بعض مرکب، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض القابات کے معنی و مطالب کی طرف اشارہ کر دیا جائے۔

طاہرہ:

آپ کا ایک لقب طاہرہ ہے۔ یعنی پاک دامن۔۔۔ اور پاک بدن۔
سیدہ فاطمہ سلطنت اسلام کی وہ مقدس شہزادی ہیں جو ہر قسم کی ظاہرہ و باطنی آلائش پاک و مبرا تھیں۔

اسما بنت عمیس زوجہ خلیفہ اول فرماتی ہیں کہ میں نے امام حسنؑ کی ولادت کے حالات حضورؐ سے بیان کیے اور عام ولادت سے مختلف کیونکہ نماز ظہر سیدہؑ نے پڑھی اور آقا حسنؑ کا ولادت ہوئی۔ ولادت کے بعد جناب سیدہؑ نے عصر کی نماز پڑھنے کے لیے مصلے پر گئیں اسما بنت عمیس کے تعجب پر حضور نے ارشاد فرمایا۔

أَمَّا عَلِمَتْ أَوْ فَاطِمَةُ الزَّاهِرَةَ مَطْهَرَةً (ترمذی مشکوٰۃ)

کیا تم نہیں جانتی فاطمہ طاہرہ اور مطاہرہ ہے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے

"سیدہ زاہدہ، طیبہ، طاہرہ، جان احمد کی راحت پر لاکھوں سلام"

بتول:

1- آپ کا ایک لقب بتول ہے۔ بتول کے معنی ہیں وہ ہستی جو ہر محبت سے کٹ گئی ہو۔

آیہ مبارکہ و تبتل الیہ تبطلہ اس لقب کے معنی ظاہر کرتی ہے اور آپ اس کی پوری پوری مصداق ہیں۔ اس کے علاوہ اس کے معنی ہیں جو انسانی نجاستوں سے دور ہو۔

2- سیدہ الانبیاء سے کسی نے پوچھا کہ بتول کے کیا معنی ہیں؟ آپ نے فرمایا! کہ مریم

بتول ہے اور فاطمہ بتول ہیں۔ بتول اس عورت کو کہتے ہیں جس کو کبھی نجاست نسوانی نے نہ چھوا ہو،

3- بتول اس عقیقہ عورت کو کہتے ہیں جس کو مردوں کی طرف میلان نہ ہو۔

حضرت مریم کو بتول اسی معنی سے کہتے ہیں اور فاطمہ کا نام بتول اس لیے رکھا گیا کہ

آپ فضل و دین کے لحاظ سے اپنے زمانے کی عورتوں سے علیحدہ تھیں۔

زہرا:

آپ کا ایک لقب زہرا ہے۔ زہرا کلمی کو کہتے ہیں۔ سیدہ الانبیاء نے فرمایا:

إِذْ اشْتَمَّتْ يَرْثِحَةُ الْجَنَّةِ شَمْعُ رَقَبَةِ فَاطِمَةَ

یعنی جب میں جنت کی خوشبو سونگھنا چاہتا ہوں تو فاطمہ کے سر اور گردن کو سونگھ لیتا ہوں۔ مجھے فاطمہ کے جسم سے جنت کی خوشبو آتی ہے۔

امام جعفر صادق نے جب پوچھا گیا کہ زہرا کیوں کہتے ہیں فرمایا!

کہ جب فاطمہ محراب عبادت کے لیے کھڑی ہوتیں تو آپ کا نور آسمان والوں کے لیے اس طرح ظاہر ہوتا تھا۔ جس طرح ستاروں کا نور زمین والوں کے لیے نمایاں ہوتا ہے

العدرا: عذرا کے معنی بھی قریب قریب بتول سے ملتے ہیں۔

محدثہ: محدثہ ایسی عورت کو کہتے ہیں جس سے فرشتے باتیں کرتے ہوں۔ اور

جناب سیدہ کے لیے یہ امر ہرگز تعجب خیز نہیں جس کے دروازے پر فرشتے بھکاری بن کر آتے ہیں جس کی چکی فرشتے چلاتے ہوں جس کے بچوں کا جھولا فرشتے جھلاتے ہوں جبکہ قرآن میں مریم کا قصہ موجود ہے جناب سارہ کے حالات موجود ہیں کہ ان سے فرشتوں نے باتیں کہیں۔ جناب سیدہ ان سے بہت بلند ہیں۔

نورانیہ:

بلحاظ حقیقت اصل آپ کا لقب نورانیہ ہے۔ یہ لقب حقیقت اولیہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

سماویہ:

بلحاظ رفعت شان آپ کا لقب سماویہ ہے۔ حسب تفسیر اہلبیت رسول اللہ کا نام قرآن میں سما ہے۔ اور یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں کہ سیدہ کا سما کے ساتھ کیا تعلق ہے۔

صدیقہ:

ایسی عورت جس کی زباں سے کبھی ایسا کلمہ جاری نہ ہوا ہو جس میں شائبہ

کذب ہو۔ اس لقب کی حقیقی مصداق آپ ہی ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ اللہ کا قرآن اور مباہلہ کا میدان آپ کی اس صفت کا شاہد ہے۔ جہاں خالق نے اپنے دین کی سچائی ثابت کرنے کے لیے سچوں کے ساتھ بھیجا۔ اب اگر کوئی آپ کی صداقت پر گواہی طلب کرتا ہے تو حقیقت قرآن کا انکار کرتا ہے۔ اگر زمانہ آپ کی اس صفت کو تسلیم نہیں کرتا ہے تو بتلائے جہالت ہو جائیگا۔

رضیہ :- بلحاظ اقوال آپ رضیہ ہیں۔ یعنی جو لفظ بھی آپ کی زبان اقدس سے نکلتا ہے۔ وہ رضاً و تسلیم کی حقیقت لیے ہوئے نکلتا ہے۔

i۔ الزکیہ بالعدالۃ

آپ کی عدالت نے آپ کو مزکی کر دیا ہے۔

ii۔ المبارکہ بالا حوال

حالات کے لحاظ سے مبارک اور بابرکت، جس میں سوائے خیر کے کچھ نہ ہو۔

iii۔ الطاہرہ بالا افعال

تمام افعال لہو و لعب سے پاک اور طاہر و مطہر ہیں۔

iv۔ المحدثۃ بالشفقۃ

کیونکہ آپ جزو نور رحمتہ اللعالمین ہیں۔ لہذا آپ کی جو بات ہوتی ہے وہ شفقت و رحمت کے جواہر سے آراستہ ہوتی ہے۔

v۔ والحرۃ بالنفقۃ

صفت ایثار کی طرف اشارہ ہے۔

vi۔ العابدۃ الوفیۃ

حق عبادت و وفات کرنے والی۔

vii۔ الذاہدۃ الصفیۃ

زہد صدق و صفائے آراستہ ہے۔

viii۔ القانتہ العفیۃ

زندگی کا ہر لحظہ اطاعت پروردگار میں گزارنے والی اس دوام

اطاعت کا لازمی نتیجہ عفت و عصمت ہے۔

ix۔ الحصان بالمکان

پاکدامنی اور گوشہ نشینی کی طرف اشارہ ہے۔

X- مریم الكبرى بالسرة العظمة حجاب عظمت میں آپ کا درجہ مادر عیسیٰ سے بہت بلند ہے۔
یعنی اس میں آپ مریم کبریٰ ہیں۔

XI- العلیا بالسرة العظمة سر عصمت میں آپ کا مرتبہ انبیائے سلف سے لیت اعلیٰ ہے۔

XII- السماویہ بالعبادة عبادت الہیہ میں میں بلند درجہ کی حامل ہیں۔ یعنی جتنے دن علی
مصلے پراتے ہی دن جناب زہرا مصلے پر ہوتی تھیں۔

عبادت میں شوہر کے ہم پلہ ہیں۔

XIII- الکریمۃ المظلومۃ وہ صاحب کرم جن پر ظلم کیا گیا ہو۔

XIV- المفعوتیہ فی الانحیل انجیل میں آپ کی ثناء و تعریف کی گئی ہے۔

XV- صاحبة شجرہ طوبیٰ شجرہ طوبیٰ کی مالک۔

اس کے علاوہ مختلف کتب میں سیدہ کے درج ذیل القابات بھی موجود ہیں۔

الحصان - الحرة - السیده - الحوره - المبارکة - الذکیتہ - الراضیة - المرضیہ -
الحانیہ - الرضیة - بالمقالة - المرحتہ بالالہ - والحرة بالنفقہ - والسیدہ
بالصدقہ - التبول فی الزمان - الزہرا بالاحصان - الحانیہ بالزہادہ - العذر ابا
لولادہ - العظمیٰ بالبر - وعزہ حبیب التفسیر والتاویل - درة صدف الوحی
والتزیل - السیلة المہضومہ - ذات الاصل الزکی والفرع الطری - السیدہ
انسوان - حبیبہ الحیب الرحمن - وراثۃ سید الانبیاء - قرینۃ سید الاوصیاء - وصاحبہ
الوصی - السیدہ الرشیدہ - سیدہ النساء - قرۃ العین سیدہ الخلائق اجمین - صفیہ
الرحمن - بضعة شفیع الامۃ - زہرۃ الفتوۃ - راحۃ روح المصطفیٰ - ابنۃ خیر
المرسلین - المعظمۃ بکل خیر۔

جاننا چاہیے کہ ان مقدس ہستیوں کے القابات مبالغہ اور اغراق کی بناء پر نہیں ہوتے۔

بلکہ واقعیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جہاں تک سیدہ عالمین کے اسماء القابات کا تعلق ہے تو یہ تمام القابات معدن وحی سے نکلے ہوئے ہیں۔

مقام عصمت

انبیاء کرام، دوازدہ امام اور جناب مریم و فاطمہ کی عصمت کا اعتقاد مسلمات سے ہے۔ لیکن بد قسمتی سے بعض مسلمان جوان کی حیثیت کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکے۔ حالانکہ یہ تمام معصومین کا ملیں کی صف میں آتے ہیں۔ یہ مہد سے لیکر لحد تک تمام صغیرئ و کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ کسی معصوم سے عملایا سہواً کوئی خطا سرزد نہیں ہوتی۔ ہم چونکہ ناقص انسان ہیں ہم بعض دفعہ بھول کر غلطی کر بیٹھتے ہیں یا کبھی جان بوجھ کر غلطیاں اور گناہ کرتے ہیں ہمارا بڑے سے بڑا عالم بھی بے عیب نہیں ہوتا ہے۔ اللہ نے ان غلطیوں اور گناہوں سے بچانے کے لیے ہماری ہدایت کے واسطے نبی اور امام بھیجے نبی و امام کا تمام کمزوریوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔ ورنہ وہ ہماری ہدایت نہ کر سکیں گے۔ بلکہ ضرورت ہوگی کہ بھول چوک اور غلطی کے موقع پر کوئی ہماری ہدایت کرے۔ لہذا اللہ کا ملیں کو ناقص کی ہدایت کے لیے اپنی مخصوص مہربانی سے ایسا عالم پاک نفس بنا دیتا ہے۔ کہ وہ نہ کبھی کسی غلطی کا ارادہ کرتے ہیں اور نہ ان سے کوئی گناہ ہو سکتا ہے۔ اسی مخصوص مہربانی سے ایسا عالم اور پاک نفس بنا دیتا ہے۔ کہ وہ نہ کبھی کسی غلطی کا ارادہ کرتے ہیں اور نہ ان سے کوئی گناہ ہو سکتا ہے۔ اسی مخصوص عطاء کا نام عصمت ہے۔

سیدہ کونین اس شجرہ عصمت کا پاک و پاکیزہ پھول ہیں۔ کہ جس کا باپ بھی معصوم ہے۔ اور شوہر بھی معصوم ہے۔ اس کے علاوہ گیارہ معصومین کی جدہ اعلیٰ بھی ہیں۔ بعض افراد ہم پر

اکثر اعتراض کرتے ہیں کہ آپ ان کو معصوم کیوں جانتے ہو؟ حالانکہ معصوم صرف انبیاء کرام ہی ہو سکتے ہیں غیر انبیاء معصوم نہیں ہو سکتے۔ یہاں پر اگر غور کیا جائے تو انہیں یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں نظر آئے گی کہ ہم نے یہ عقیدہ قرآن و حدیث سے لیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا!

ان عبادی لیس لك علیہم سلطان و کفیٰ بد لك و کیلا

میرے بندوں پر تو غلبہ نہ پاسکے گا ان کے لیے تیرہ پروردگار کافی ہے

ہم کہتے ہیں کہ یہ بات جب خدا نے شیطان سے کہہ دی کہ تو میرے خالص بندوں پر غلبہ نہیں پاسکے گا۔ اور قرآن ہی میں شیطان نے خود اس بات کو تسلیم کیا ہے

لاغوینہم الا عبادک المخلصین

کہ میں ہر ایک کو گمراہ کرونگا سوائے تیرے خالص بندوں کے۔

تو جب شیطان کا اقرار بھی قرآن میں موجود ہے کہ اللہ کے مخلص بندوں کو گمراہ نہیں کر سکوں گا تو انبیاء سے پہلے اُس کے مصداق تو چودہ ہستیاں ہیں جن کے وسیلے سے انبیاء کی مشکلات دور ہوئیں۔ خالق کائنات نے جن کی عصمت و طہارت کی قسمیں قرآن میں کھائیں۔ جن کے ایک عمل کی عظمت کی گواہی کے لیے پوری سورہ دہر آجائے۔ اور جس خاتون جنت کے لیے سید الانبیاء کھڑے ہو جائیں اس سے بڑھ کر اللہ کا خالص بندہ کون ہو سکتا ہے؟ اس حقیقت کو برادران اہلسنت نے بھی تسلیم کیا۔ "منصب امامت" میں عصمت اولیاء کا عنوان قائم کیا ہے۔ اس کے ذیل میں لکھتے ہیں:-

مقامات ولایت میں ایک مقام عظیم عصمت ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عصمت کی حقیقت حفاظت غیبی ہے۔ جو معصوم کے تمام اقوال، افعال، اخلاف، احوال، اعتقادات، اور مقامات کو راہ حق کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔ اور حق سے روگردانی کرنے سے مانع ہوتی ہے۔

یہی حفاظت جب انبیاء سے متعلق ہو تو عصمت کہتے ہیں۔ اور جب کسی دوسرے کامل سے متعلق ہو تو اس کو حفظ کہتے ہیں۔ پس حفظ اور عصمت حقیقت میں ایک ہی چیز ہیں لیکن ادب کے لحاظ سے عصمت کا اطلاق اولیاء اللہ پر نہیں کرتے حاصل کلام یہ ہے کہ اس مقام میں مقصود یہ ہے۔ حفاظت غیبی جیسا کہ انبیاء کرام کے متعلق ہے ایسا ہی ان کے بعض تابعین کے متعلق ہوتی ہے۔

اس مقام پر صاحب بصیرت کے لیے ایک جملہ لکھنا چاہ رہا ہوں کہ فرشتے جن کو اللہ نے معصوم خلق کیا ہے۔ جو خالصتاً اللہ کی معصوم مخلوق ہے۔ جب ایسی مخلوق سیدہ کونین کے گھر کی چکی چلائے۔ جن کے جھولے جھلائے کیا وہ معصوم نہیں ہونگے؟ یقیناً وہ ان سے بڑھ کر معصوم ہیں۔

اور جہاں تک عصمت زہرا کا تعلق ہے۔ تو کائنات کا سب سے بڑا معصوم جس خاتون کے آنے پر اٹھ کر کھڑا ہو جائے جب اس کے دروازے پر آئے تو آیتیں پڑھے اس کا مقام عصمت کیا ہوگا؟ وہ کس مقام عصمت پر فائز ہوگی؟

چنانچہ ان ہستیوں گوائے کی عصمت و طہارت کے بارے میں شاہ اسماعیل شہید نے منصب امامت میں جو احادیث درج کی ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں۔ پیغمبر اکرم نے حضرت علی کے بارے میں فرمایا۔

القرآن مع علی و علی مع القرآن

پھر ارشاد فرمایا!

انی تارك فيكم الثقلين كتاب الله وعترتي اهل بيتي ولن

يفتس قاحتي يردا على الحوض

میں تمہیں دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں ایک کتاب اللہ ہے اور دوسرے میرے اہلبیت (یعنی عترت) اور یہ دونوں جدا نہیں ہونگے حتیٰ کہ حوض کوثر پر آئیں گے۔

ہم پر صاحبان بصیرت کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ پیغمبر اسلام کے ان فرامین کو غور سے مطالعہ کرے کہ جب سرور کائنات نے فرمادیا کہ علیؑ اور قرآن جدا نہیں ہونگے۔ اور یہ کہ قیامت تک عمرت رسولؐ اور قرآن ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے۔ تو فرمان رسولؐ کا صاف مطلب یہی ہے کہ ان کی ساری زندگی قرآن کے مطابق ہے تو پھر غلطی کا امکان کہاں آئے گا؟ اس لیے ایک عیسائی مورخ مادیت کا پرستار فلپ کے بیٹی نے دنیا جہاں کے ہادیوں کی زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد لکھا کہ دنیا جہاں کے تمام ہادیوں سے بڑھ کر شیعوں کے ہادی مجھ غلطی اور گناہ سے پاک نظر آئے۔ اس گھرانے کی عصمت کی سب سے بڑی دلیل ان کی اپنی پاک و پاکیزہ زندگی ہے کہ آپ کے دشمن بھی آپ کے کردار میں غلطی نہ نکال پائے۔ نامور عالم دین وحید الزمان حیدرآبادی کتاب لغات الحدیث میں آئمہ اثناعشر کی معصومیت کو تسلیم کیا ہے۔ اور لکھتے ہیں کہ اس گھر کی عصمت پر سب سے بڑی دلیل سورہ احزاب کی آیہ مبارکہ ہے۔

انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیرا

اب جن کو پاک رکھنے کا ارادہ اللہ کرے وہ نجاست و گناہ کے قریب کیسے جاسکتے ہیں؟

سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا قرآن کی نظر میں

عالمہ غیر معلمہ سیدہ فاطمہ زہرا اپنی حیثیت میں خود ناطق قرآن اور ام الکتاب ہیں۔ اور قرآن صامت کی ہر آیت ان کے اعمال حسنة کی قبولیت کی سند پر نازل ہوئی۔ یا یوں کہوں کہ قرآن صامت درحقیقت محمد و آل محمد کے افعال و کردار پر الہی داد و تحسین کا نام ہے۔ یہ صفات الہیہ کی مظہر ہستیاں رضائے الہیہ بن کر اعمال کرتی رہیں۔ خالق کائنات ان اعمال کو قرآن میں تحریر کروا تا رہا۔ قرآن صامت اس عمل الہی کا بھی ترجمان ہے۔ جس میں وہ ذات واجب ہمیشہ سے مصروف عمل ہے۔ اور وہ عمل ہے ان انوار مقدسہ پر درود بھیجنا۔ جن ہستیوں کے تعارف کا ذریعہ فاطمہ بنیں۔ انسان اگر ان اسرار رموز سے واقف ہو جائے تو عالم اصغر سے عالم اکبر میں تبدیل ہو جائے گا۔ کہ خالق کائنات جو ہر چیز سے بے نیاز ہے۔ لیکن جس چیز سے بے نیاز نہیں ہے وہ ہے انوار مقدسہ، مخلوق اول پر درود بھیجنا۔ چنانچہ اہل بیت رسول کا وجود کتاب اللہ ہے۔ اور یہی بزرگوار کتاب اللہ ہیں۔ حقیقت کتاب انہی کا قلب مقدس ہے کتاب اللہ کی آیات کا تعلق انہی بزرگواروں سے ہے۔ اگر قرآن میں مدح ہے تو ان مقدس ہستیوں اور ان کے دوستوں کی مدح ہے۔ اگر مذمت ہے تو ان کے دشمنوں کی مذمت ہے۔ قرآن مجید کے وعظ و نصائح دراصل انہی ہستیوں کی سیرت کی تصویریں ہیں یہاں احقر تبرکاً چند آیات قرآنی جو سیدہ کی مدح سرائی و عظمت

جلیلہ کی عکاس ہیں۔ اس مقام پر نقل کر رہا ہے۔ لیکن ان حقائق کو وہی تسلیم کرے گا جس کا وجود ظاہری و باطنی نجاستوں سے پاک ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ لا یمسہ الالمطہرون کہ اس کتاب الہی کو مطہرون کے علاوہ کوئی مس نہیں کر سکتا ہے۔ چنانچہ یہاں مس کرنے سے مراد نور حقیقی اور حقیقی کتاب الہی کی معرفت ہے۔ اور یہ معرفت اس وقت تک نہیں ہو سکتی ہے۔ جب تک ظاہری نجاستوں کے ساتھ ساتھ باطنی نجاستوں کا خاتمہ نہیں ہو جاتا ہے باطنی نجاستیں کیا ہیں؟ شرک، کفر، منافقت، جھوٹ، بغض، حسد، عداوت، خواہشات نفس امارہ، کینہ وغیرہ ان نجاستوں سے انسان اسفل سفلیں کی گھاٹیوں میں نابود ہو جاتا ہے لہذا ہمیں اپنے وجود کو ان نجاستوں سے پاک رکھتے ہوئے سیدہ پرورد پڑھ کر چند آیات قرآنی جو سیدہ کی شان میں لب کشا ہیں نقل کر رہا ہوں۔

1۔ سورہ کوثر:

انا اعطینک الکوثرہ فصل لربک وانحرہ ان شائیک هو الابرہ
ترجمہ: اے محبوب بے شک ہم نے تم کو کوثر عطا کیا ہے۔ پس تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو۔ اور قربانی کرو۔ بے شک تمہارا دشمن ہی ابرر ہے گا۔

سورہ کوثر قرآن مجید کا 108 واں سورہ مبارکہ ہے۔ یہ سورہ مبارکہ ہر لحاظ سے اعجاز قرآنی اور معجزہ رسالت ہے۔ جس نے عرب کے بڑے بڑے منطق دانوں اور اپنے علم پر تکبر کرنے والوں کی زبانوں پر تالے لگا دیئے۔ مفسرین نے اس سورہ مبارکہ کے شان نزول کے متعلق لکھا ہے کہ جب سید عالم کے فرزند حضرت قاسم کا وصال ہوا تو کفار نے آپ کو ابر یعنی منقطع النسل کہا اور کہا کہ آپ کی اب کوئی نسل نہیں رہی ہے۔ دین اسلام چادر دن کا مشن ہے اس کا کوئی وارث نہیں بچا جس دن اس کا انتقال ہوگا تو اس کا بتایا ہوا دین بھی ختم ہو جائے گا۔ سید عالم جنہوں نے دین اسلام کی تبلیغ میں پتھر کھائے، ظلم سہے، لیکن شکایت نہ کی لیکن کفار مکہ کے طعنوں سے آپ کے دل کو

ٹھیس پہنچی حضورؐ نے زخمی نگاہوں سے آسماں کی طرف دیکھا چوٹ کھائے ہوئے دل سے کہا پروردگار میں زیر ظلم سہا لیکن لب پر صرف شکایت نہیں لایا یعنی تیرا رسول ہوں اب یہ برداشت نہیں ہوتا کہ لوگ مجھے ابتر کہیں۔ محمدؐ و آل محمدؐ کا خالق جو اپنا گستاخ تو برداشت کر سکتا تھا اپنے حبیب کے گستاخ کو معاف نہیں کر سکتا تھا چاہے وہ حضور کا چچا ابولہب کیوں نہ ہو۔ چنانچہ مفسرین نے لکھا کہ ان حالات میں سورہ کوثر سیدہ الانبیاء کے چوٹ کھائے دل کے لیے تسکین بن کر نازل ہوئی۔ کہ میرے حبیب کفار کے طعنوں سے رنجیدہ دل نہ ہو۔ یہ تجھے ابتر ہونے کا طعنہ دیتے ہیں انا اعطتك الكوثر اے میرے حبیب ہم نے تم کو فاطمہ نامی کوثر عطاء کیا ہے۔ پس تو اس عطا کے شکر یہ میں اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی دے۔ اور جن لوگوں نے تجھے ابتر کہا ہے میں اللہ ہو کر وعدہ کرتا ہوں کہ تیرے دشمنوں کی ہی نسل باقی نہ رہے گی۔ اور تیری نسل قیامت تک قائم رہے گی۔ جیسے ہی یہ سورہ مبارکہ نازل ہوئی حضورؐ کے دل کو تسکین ملی اور انہوں نے اس سورہ مبارکہ کو لکھ کر کعبے کی دیوار سے لٹکایا۔ جہاں پر عرب کے بڑے بڑے فصاحت و بلاغت کے مالک عربی دان افراد کا کلام لٹکایا جاتا تھا۔ جب کفار نے سورہ کوثر کو پڑھا اور اس کلام کی فصاحت و بلاغت دیکھی تو اپنا کلام اس کلام کے مقابلے میں انہیں ہیچ نظر آیا۔ اور چپکے سے اپنے کلام کو کعبہ کی دیوار سے اتار لیا۔ یہاں اگر دیکھا جائے تو لطیف نکتہ ہے کہ جب عرب کے فصاحت و بلاغت کے مالک بدوئل کر سورہ کوثر کا مقابلہ نہ کر سکے تو عرب کے کسی بدوئل کی بیٹی اس سورہ کوثر کی مصداق فاطمہ کا مقابلہ کیسے کر سکتی ہے چونکہ یہ سورہ مبارکہ ان افراد کی مخالفت اور رد میں آئی۔ جنہوں نے حضورؐ کو ابتر اور لاوارث کہا لہذا اس سورہ مبارکہ نے اصول قائم کر دیا کہ جو بھی حضور کو لاوارث کہے چاہے حضور کی زندگی میں کہے یا حضور کی زندگی کے بعد کہے۔ جو بھی حضور کو لاوارث کہے گا یہ سورہ مبارکہ اس پر الہی تازیانہ بن کر برسے گی۔ اور اسکی سزا ہوگی۔ کہ اللہ اس کی نسل باقی نہ رکھے گا۔ جو بھی حضورؐ کا دشمن ہوگا۔

امام سے کسی شخص نے پوچھا مولا ارشاد خداوندی ہے کہ نبی کے دشمن کی اولاد نہیں ہوگی

لیکن کتنے حضور کے دشمن ہیں جو اپنی گود میں اولاد لیے پھرتے ہیں۔ امام نے فرمایا سورج کا مغرب سے نکلنا ممکن ہے۔ لیکن آیت الہیہ کا بے معنی ہونا ناممکن ہے۔ دراصل وہ اولاد جو ان کی گود میں دیکھتے ہو درحقیقت وہ اولاد ہوتی کسی کی ہے۔ مشہور کسی کی ہو جاتی ہے۔

چنانچہ سورہ کوثر ہر لحاظ سے معجزہ رسالت ہے اور سیدہ فاطمہ الزہراء اور سادات نبی فاطمہ اس معجزہ کا ظہور ہیں۔ بعض علماء نے سورہ کوثر میں کوثر سے مراد ایک حوض لیا ہے۔ لیکن صاحبان بصیرت جانتے ہیں کہ اولاد کا بدل حوض یا نہر نہیں ہو سکتا ہے۔ اور ویسے بھی یہ فصاحت و بلاغت کے منافی ہے۔ کہ حضور کو کفار نے بے اولاد ہونے کا طعنہ دیا ہو اور اللہ بدل میں حوض کوثر دیکر نبی کے آنسو پونچھے لہذا یہاں کوثر کا ترجمہ حوض یا نہر کرنا کلام الہی کی فصاحت و بلاغت میں شک کرنے کے مترادف ہے۔ چنانچہ تفسیر معصومین گواہ ہیں کہ جب صحابہ کرام نے سیدہ عالم سے پوچھا کہ اس کوثر سے کہا مراد ہے؟ تو حضور نے اب وحی کی دھلی ہوئی زباں سے ارشاد فرمایا کہ اس کوثر سے مراد میری بیٹی فاطمہ ہے۔ جو میرا ٹکڑا ہے۔

اہل سنت عالم دین علامہ فخر الدین رازی نے تفسیر رازی میں صفحہ نمبر 498 جلد نمبر 8 میں کوثر کی تفسیر میں لکھا ہے کہ الكوثر اولادہ قالو الان هذا السورہ انما نزلت رداً علی من عابہ علیہ السلام۔۔۔۔ یعنی کوثر سے مراد رسول اللہ کی اولاد ہے کیونکہ یہ صورت ان کی رد میں آئی۔ جو آپ میں نقص نکالتے تھے کہ آپ کی اولاد نہیں ہے۔ خدا نے فرمایا کہ میں آپ کو اتنی نسل دوں گا۔ کہ وہ رہتی دنیا تک رہے گی۔ دیکھو رسول کے اہل بیت میں کتنے شہید ہوئے۔ پھر بھی دنیا جہاں ان سے بھرا پڑا ہے۔ اور بنو امیہ میں کوئی بھی قابل ذکر باقی نہیں رہا۔ دیکھو اور نگاہ کرو کہ اہل بیت رسول اللہ میں کیسے کیسے اکابر علماء مثل حضرت امام باقرؑ، امام جعفرؑ، امام موسیٰ کاظمؑ، امام رضاؑ علیہم السلام اور ان جیسے دیگر آئمہ ہوئے۔ اور علامہ پیر کرم شاہ الازہری آف بھیرہ نے اپنی تفسیر میں اسی سورت کے ضمن میں لکھا۔ کہ اگر اس آیت کے سیاق و سباق پر نگاہ ڈالی جائے۔ تو یہاں نہ حوض مناسب ہے نہ نہر صحیح دکھائی دیتا ہے چونکہ حضورؐ کو بے اولاد ہونے کا

طعنہ ملا تھا۔ لہذا اس سے مراد حضور کی کثیر اولاد ہے۔ جو ان کی بیٹی فاطمہ سے چلی۔ علامہ محمد باقر موسوی نے سیدہ کی شان میں سات جلدوں پر مشتمل کتاب لکھی اور اس کا نام ہی "الکوثر" رکھا۔

2- سورة القدر:

انا انزلنه في ليلة القدره وما ادركك ما ليلة القدره ليلة القدر
خير من الف شهره تنزل الملائكة والروح فيها باذن ربهم من
كل امره سلم هي حتى مطلع الفجره.

ترجمہ: بے شک ہم نے اس کو شب قدر میں نازل کیا۔ اور تم کیا سمجھو؟ کہ شب قدر کیا ہے؟
شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور روح اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے
ہیں ہر معاملہ لے کر (یہ رات) فجر کے طلوع ہونے تک سلامتی ہے۔

تفاسیر آل محمد گواہ ہیں کہ سورہ سیدہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ اس سورہ
مبارکہ میں شب قدر سے مراد سیدہ فاطمہ الزہرا ہیں۔ بحار الانوار میں علامہ محمد باقر مجلسی علامہ احمد
جیسی عظیم الشان شخصیت اس آیت مبارکہ کی تفسیر کے ذیل میں درج ذیل حدیث مبارکہ بیان کی
ہے۔

حدثنا محمد بن القاسم بن عبید مفنا عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انہ قال
انا انزلنه فی لیلة القدره "الیلة" فاطمه سلام اللہ علیہا "والقدر" اللہ و
فمن عرف فاطمة حق معرفتها فقد ادرك ليلة القدر انما سمیت
فاطمة لان اطلق مضموا عن معرفتها.

(امام جعفر صادق علیہ السلام) حضرت ابی عبد اللہ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ان انا انزلنه فی
لیلة القدر میں لیلة سے مراد حضرت بی بی فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا ہیں اور قدر سے مراد اللہ
سبحان و تعالیٰ ہے۔ پس جو فاطمہ کی حقیقی معرفت رکھتا ہو تو اس نے لیلة القدر کو درک کر لیا۔ یعنی

پالیا۔ اور آپ کو فاطمہ ہی اسی لیے کہا جاتا ہے کہ مخلوق آپ کی ابتدائی منزل پر بھی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ تفسیر فرات کوفی میں ابوالقاسم فرات بن ابراہیم بن فرات الکوفی نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر کے ذیل میں یہی حدیث مبارکہ بیان فرمائی ہے۔ جبکہ تفسیر البصائر آیت اللہ یعسوب الدین رستگار نے جبکہ آیت اللہ فاضل مسعودی نے اسرار الفاطمہ میں اس آیت مبارکہ کی مصداق سیدہ کونین کو قرار دیا ہے۔ آیت اللہ علامہ السید احمد لامستبیط فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بی بی پاک کو لیلۃ القدر سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے۔ کہ جس طرح لیلۃ القدر کی حقیقت پوشیدہ ہے۔ اسی طرح سیدہ فاطمہؑ کی حقیقی معرفت بھی تمام لوگوں سے پوشیدہ ہے۔ یعنی بی بی پاک کی حقیقت اور معرفت سے بے خبر ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے صرف سوالیہ "ما ادرك ما لیلۃ القدر" استعمال فرمایا ہے۔ یہ سوال بی بی پاک کی تعظیم و تکریم کی بناء پر ہوا ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ غیر معصوم بی بی پاک کی معرفت حاصل کرنے سے عاجز ہیں کیونکہ غیر معصوم کسی بھی حیثیت سے بی بی پاک کی کما حقہ معرفت حاصل کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا یا جو عارف بی بی پاک کی کما حقہ معرفت حاصل کرے۔ تو پھر اس پر راز منکشف بھی ہو سکتا ہے۔ اور لیلۃ القدر زمانی میں بی بی پاک کی جلالت نور کے وسیلے سے نزول ملائکہ کا منظر دیکھ کر عارف یقین کر سکتا ہے۔ یہ لیلۃ القدر ہے۔ اسی کا نام حقیقی ادراک ہے۔

3- سورہ مبارکہ دخان

حم و الكتاب المبين انا انزلنا في ليلة مبارکہ۔

ترجمہ: حم قسم ہے واضح کتاب کی۔ ہم نے اس کو برکت والی رات میں اتارا ہے۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں علامہ ہاشم بحرانی جو 1107ھ میں پیدا ہوئے

البرہان فی تفسیر القرآن "میں امام موسیٰ کاظم کی درج ذیل حدیث تحریر فرماتے ہیں۔

ما فی تفسیر الباطن؟ فقال حم فهو محمد و اما الكتاب المبين فهو امير

المونين على ابن ابى طالب و اماليه ففاطمية.

امام موسیٰ کاظمؑ فرماتے ہیں کہ حم میں مراد حضور اکرمؐ اور کتاب مبین سے مراد امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب اور لیلۃ المبارکہ سے مراد حضرت فاطمہؑ ہیں تاویل الآیات میں بھی لیلۃ المبارکہ سے مراد سیدہ کونین لیا ہے۔ جبکہ روحوں کا سفر (موت کے بعد) میں آقا سید حسن نجفی یہی مطلب تحریر فرماتے ہیں!

وہ فاطمہؑ جو اپنے عظیم المرتبت باپ کی طرح مدینۃ الحکمت و عصمت ہیں۔ وہ خود بھی علیؑ باہا کی مصداق ہیں۔ وہ لیلۃ القدر اور لیلۃ المبارکہ ہیں۔

4۔ سورہ آل عمران:

فقل تعالو ابناؤ نا و ابناؤ کم و نساء نا و نساء کم و انفسنا و انفسکم (61)

یعنی اے پیغمبران نصاریٰ سے کہہ دو کہ ہم اپنے بیٹوں کو لاتے ہیں۔ تم اپنے بیٹوں کو لاؤ۔ ہم اپنی عورتوں کو لاتے ہیں تم اپنی عورتوں کو لاؤ۔ ہم اپنے نفسوں کو لاتے ہیں تم اپنے نفسوں کو لاؤ۔ پھر ہم مباہلہ کر لیں۔ اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو۔ اس آیت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس تو حید عیسائیوں کو تو حید سکھانے کی خاطر اللہ نے مباہلہ جیسے میدان میں رسالت و امامت کے حجابات میں سیدہؑ کو بھیجا۔

جہاں میں رمز شعور و وحدت کی عارفہ ہے 'امیں ہے زہرا'

مباہلہ کی صفوں میں دیکھو تو دیں کی فتح میں ہے زہرا

اسلام کے خلاف نصاریٰ کا مقابلہ تو حید کے مقابل تثلیث کا عقیدہ جب کسی طرح پسپا نہیں ہو رہا تھا۔ تو حکم الہی کے مطابق صحن اسلام میں سے چند نفوس سرکار ختمی مرتبت کی معیت میں نصاریٰ کی اجتماعی قوت کے مقابلہ کے لیے نکلے تو خواتین کی نمائندگی کا شرف بھی اسی معظّمہ کو حاصل ہوا۔ سچ

اور سچ کی قوت کا یہ عجیب مقابلہ تھا۔ راست بازوں کا کتنا مختصر قافلہ خدا کی خدائی منوانے کے لیے حق و صداقت کی سرفرازی و سر بلندی کے لیے میدان عمل میں گامزن تھا۔ خدا جنہیں سچا جانے اس کی سچائی کی پھر یہ قوت ہوتی ہے کہ ان کا صرف یہ دعویٰ کہ ہم جھوٹوں پر لعنت کے خواستگار ہونگے۔ مقابل کو میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اور جب علمائے نصاریٰ ان انوار مقدمہ کو دیکھ کر پکار اٹھے۔ کہ ہم ایسی شکلیں دیکھ رہے ہیں اگر یہ پہاڑ سے کہہ دیں کہ چل تو بلا تامل چل پڑے گا۔ ان سے مباہلہ نہ کرنا۔ اس پر پنجتن نے اور بالخصوص حضرت فاطمہ بنت محمدؑ نے ان کو خصوصی دعادی کیونکہ وہ مسلمان نہ ہوتے ہوئے بھی اللہ کے نور کی معرفت رکھتے تھے۔ جب کہ بے معرفت کلمہ گو افراد نے ان کی اولاد کو ذبح کیا۔ یہاں ایک لطیف نکتہ ہے کہ صدیوں سے معرفت نہ رکھنے والے افراد اور غیر معصوم افراد کو ان کے برابر بٹھانے والے جہاں پر فضیلت میں دوسروں کی شمولیت ثابت کرنے میں اپنی زندگیاں صرف کرتے رہے۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ مباہلہ میں جانیوالی ہستیوں کی تعداد میں اضافہ نہ کر سکے۔ کیونکہ اس منزل صداقت پر انہیں کوئی نظر نہ آیا۔ جس منزل پر یہ ہستیاں تھیں۔ اور تاریخ میں یہ سب سے عظیم جہاد اس انوار مقدسہ نے صرف سچائی کی طاقت سے سر کیا۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہنا بھی سچ ہوگا۔ کہ ان پانچ مقدس ہستیوں کے کردار کی طاقت تھی۔ جس کے مقابل نصاریٰ کی ساری منطق سارا فلسفہ اور تمام مادی قوت دھری کی دھری رہ گئی۔ یہ واقعہ اور یہ آئیہ مبارکہ سیدہ کی منزلت کی دلیل ہے۔ اور خدمت اسلام کا شاہکار بھی لیکن افسوس ان اشخاص خواہشات نفس کے مارے ہوؤں پر جنہوں صداقت الہیہ کی گواہی دینے والوں سے گواہ طلب کئے۔ اور پھر ان کو جھٹلا دیا۔ ہر تاریخ و حدیث کی کتاب میں اس واقعہ مباہلہ میں محض پنجتن پاک کا نکلنا اور تیار رہنا بیان کیا ہے۔ صاحب عقل و دانش کے لیے چند اہم امور ہیں جو ان کی توجہ کے لیے طالب ہیں۔ یہ واقعہ ان کو لوگوں کے چہروں پر طمانچہ رسید کرتا ہے جنہوں نے کہا کہ ہمیں صرف قرآن کافی ہے۔ حالانکہ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ میں تم میں دو ہم پلہ

چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ i۔ قرآن۔ ii۔ میری عترت۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے قیامت تک جدا نہ ہونگے۔ تم کو چاہیے کہ ان دونوں کی پیروی کرو۔ اگر تم نے ان دونوں سے تمسک رکھا تو قیامت تک گمراہ نہ ہو گے۔ لیکن اگر تمسک نہ رکھا تو میرے بعد گمراہ ہو جاؤ گے۔ لوگوں نے فرمان رسولؐ کو بھلا کر صرف قرآن کو پکڑ لیا۔ لہذا تفرقوں میں بٹ گئے۔ حالانکہ واقعہ مباہلہ کی صورت میں عملی طور پر امت پر واضح کر دیا گیا کہ قرآن کافی نہ ہے۔ اور ہدایت نامہ کے لیے عترت رسولؐ کا محتاج ہے۔ ورنہ عیسائیوں کے مقابلے پر حضورؐ جب تک قرآن کی تلاوت کرتے رہے عیسائی اپنے موقف سے پیچھے نہ ہٹے۔ لیکن آل محمدؐ کے آنے کے بعد انہوں نے شکست تسلیم کر لی۔ دوسرا یہ کہ نساءؓ کی مقصود محض حضرت فاطمہؓ ہوئیں۔ حضورؐ نے کسی اور عورت کو ساتھ نہ لیا۔ حالانکہ حضورؐ کی ازواج موجود تھیں۔ ان میں سے کسی کو ساتھ لے کر جاسکتے تھے۔ کیونکہ آیت میں گنجائش موجود تھی۔ نہ لے جانے کی وجہ یہ تھی کہ آیہ تطہیر ان پانچ ہستیوں کی شان میں نازل ہوئی تھی۔ دوسری طرف مباہلہ بڑا نازک تھا۔ کاذب پر قہر خدا نازل ہونا تھا۔ لہذا مقابلہ پر اسی کو لے کر گئے جو تطہیر کلیہ اور صادق کلیہ کے مالک تھے۔ جنہوں نے تمام زندگی ذاتی اور نہ ہی سیاسی اغراض کے لیے کذب سے کام لیا۔ اب ان ہستیوں کا ساتھ جانا دراصل ان ہستیوں کی صداقت اور فضیلت کو مسلمہ طور پر ثابت کرتی ہے۔ اس لیے جناب عائشہ صدیقہ نے کہا کہ عام مخلوق میں حضرت فاطمہؓ سب سے سچی تھیں۔ اور واقعات مباہلہ بتا رہے ہیں کہ وہ صدیقہ کاملہ تھیں۔ یہ واقعہ ان ممبران مباہلہ کی اس فضیلت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ مباہلہ میں جانے والے افراد ساری امت میں افضل ترین چنے ہوئے اور سچے افراد تھے۔ اس کے علاوہ اس واقعہ میں سیدہؓ کا کارِ نبوت میں شامل ہونا بھی ثابت کرتا ہے۔ اعتراض کرنے والے افراد اس واقعہ کو سمجھنے کی کوشش کریں تاکہ ان پر حقیقت اشکار ہو جائے۔ ایک اہم بات اس واقعہ مباہلہ میں سیدہؓ کا اکیلے جانا۔۔۔ آج بھی ہمارے بھائیوں کا خطبہ جمعہ میں صرف سیدہؓ کا تذکرہ کرنا۔۔۔ دعوت ذوالعشیرہ میں رسولؐ

کے ظاہری رشتہ داروں کے اجتماع میں تین خواتین فاطمہ بنت اسد، خدیجہ الکبریٰ اور فاطمہ بنت محمدؑ کا موجود ہونا حضور کی ایک دختر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

5- سورہ رعد:

الذین ء امنوا و عملوا الصلحت طوبیٰ لهم و حسن ماب ہ

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیکیاں کیں۔ خوشحالی (طوبیٰ) اور انجام بخیر ان ہی کے لیے ہے۔

کافی میں امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ طوبیٰ جنت کا ایک شجر ہے۔ اور عمل صالح کرنے والوں کے لیے یہ انعام ہوگا۔ امالی شیخ صدوق میں ہے کہ خداوند عالم نے فاطمہ کے مہر میں طوبیٰ کو قرار دیا ہے۔ اور اسے علیؑ کے گھر میں نصب کیا ہے۔ سورہ رعد کی آیت 29 کی وضاحت علامہ ابوبکر احمد بن موسیٰ اصفہانی نے اپنی کتاب المناقب میں اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر میں لفظ طوبیٰ کا مرکز سیدہ کونین فاطمہ کو قرار دیا ہے اور کہا کہ یہ شجر نور فاطمہ کے لیے حجاب ہوگا یعنی فضیلت فاطمہ اور طوبیٰ اللہ رب العزت کا عظیم راز ہے۔ ابن ابی حاتم نے ابن سید بن سے روایت کی ہے۔ انجیل میں وحی بھیجی کہ اے بتول باکرہ کے بیٹے میرے کام میں سعی کر اور لغو نہ سمجھ اور میری بات سن ہم نے تم کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔ اور تمہاری ماں کو سارے جہاں کے لیے قدرت کی نشانی بنایا۔ تو میری عبادت کر اور مجھی پر بھروسہ رکھ۔ اور کتاب کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ عیسیٰ نے کہا خدا یا کونسی کتاب کہا انجیل اور سریانہ والوں کے سامنے اس کی تلاوت کر اور ان کو حکم دو کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں ہی و قیوم ہوں تو خدا اور اس کے رسول پر جو آخر زمانہ میں ہوگا۔ ایمان لاء اور تصدیق کرو۔ اور اس نبی کی متابعت کرو۔ جو اونٹ پر سوار بدن پر بال کے کپڑے اور ہاتھ میں عصا اور سر پہ تاک سجائے ہوئے ہوگا۔ صاحب کساء ہوگا اس کی نسل ایک عورت سے چلے گی۔ اس کا نام خدیجہ ہوگا اس کی ایک بیٹی ہوگی جس کا نام فاطمہ ہوگا۔ اس کے

بیٹے حسن و حسین شہید ہونگے۔ جو اس نبی کی باتیں سنے گا اس کے لیے طوبیٰ ہے۔ یہ بہشت کا درخت ہے جسے میں نے بویا ہے۔ (تفسیر ذر منشور)

6۔ سورہ شوریٰ:

قل لا اسئلكم عليه اجراً الا المودة فى القربى و من يقترف حسنة

نزد له فيها حسناً ان الله غفور شكورہ

تم اے بنی کہہ دو کہ میں تو اس تبلیغ رسالت کا تم سے کچھ اجر سوائے اس کے طلب نہیں کرتا کہ میرے قریبی (نزدیکی رشتہ دار) سے مودت کرو اور جو کوئی اس بارے میں نیکی بھی کریگا۔ اس کی خاطر ہم اسکی نیکی کو بہت بڑھا دیں گے۔ بے شک اللہ بخشنے والہ اور بہت بڑا قدر دان ہے۔ اس آیت مبارکہ میں اجر رسالت صرف مودت قریبی قرار دیا گیا ہے۔ اور لفظ قریبی کی تشریح بھی حضور نے فرمادی ہے۔ چنانچہ حدیث رسول ہے۔

عن ابن عباس قال لما نزلت هذه الآية قل لا اسئلكم (الاية)
قالوا يا رسول من هؤلاء الذى امرنا الله تعالى بمودتهم قال
على و فاطمة و بناهما

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب یہ آیت مودت القریبی نازل ہوئی تو لوگوں نے پوچھا کہ اے رسول مقبول وہ کون ہیں؟ آپ کے قریب تبار جن کی محبت کا حکم خداوند تعالیٰ نے ہم کو دیا ہے۔ آپ نے فرمایا علی و فاطمہ اور ان کے دونوں پسران۔

اس حدیث کو مد نظر رکھ کر اہلسنت کے بہت بڑے عالم شیخ علی ہمدانی نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب جس کا نام مودت القریبی رکھا لکھی ہے۔ اور اس کی تشریح و تفصیل مفتی اعظم شیخ سلیمان حنفی القندوزی نے کی ہے۔ اور اس کا نام نیا بیع المودۃ رکھا۔ اور بحوالہ صواعق محرقہ، ارجح المطالب، کتاب الاتحاف اس حدیث کو لکھا کہ وہ قریبی جن کی محبت حضور نے مانگی ہے۔ وہ یہی چار حضرات علی و فاطمہ اور حسن و حسین ہیں۔

چونکہ ان کی مودت بمطابق فرمان الہی ہے۔ لہذا اطاعت اور فرمانبرداری بھی واجب ہے۔ اور ہوتی رہے گی۔ اور چونکہ یہ کار رسالت کا اجر ہے۔ گویا تمام تر کار ہائے رسالت کا بدلہ مودت قربی ہے۔ جس میں خود مودت کرنے والے ہی کا فائدہ ہے۔ اگر آل محمد سے مودت کی تو صحیح پیغام رسول پر عمل ہوگا۔

دوسرا اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ خداوند عالم جس کی مودت و محبت کا حکم دے گا۔ وہ معصوم بھی ضرور ہوگا۔ کیونکہ خدا کبھی غیر معصوم کی مودت اور اطاعت کا حکم نہیں دے گا۔

ایک نکتہ اس میں یہ بھی ہے۔ کہ آل محمد سے عداوت رکھنے والوں کو حضور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تو دنیا کہتی کہ مومنوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس لیے خداوند عالم نے یہ آیت بھیج کر اس اعتراض کو دفعہ کیا اور قیامت تک آل محمد سے دشمنی رکھنے والوں پر لعنت جائز ہوگئی۔ یعنی نفرت کرنا ضروری ہوگیا۔

پہلے حاجیو کر لو اجر رسالت تو ادا سنتے ہیں مقروض کوچ پہ نہ جانا چاہیے

7- آیہ تطہیر: سورہ احزاب آیت نمبر 33

انما یرید اللہ لیذہب عنکم الذّٰجس اهل البیت و تطہرکم تطہیرہ
ترجمہ: یعنی پیغمبر کے اہل بیت اللہ یہ چاہتا ہے کہ تم کو ہر طرح کی برائی اور نجاست سے دور رکھے۔ یہ آیہ مبارکہ مرکز پنجتن کی طہارت و عصمت پر قصیدہ ہے۔ خداوند جہاں کی مشیت یہی ہے کہ آل محمد سے ہر قسم کے رجس کو دور رکھے لیکن اگر اس آیہ کا اصل مقصد یا جو حقیقت پہاں ہے وہ یہ ہے کہ پنجتن پاک کے وسیلہ سے انسانوں کا رجس باطنی دور کیا جائے۔ کیونکہ پنجتن تو ایک ہی نور کا نام ہے۔ اور افراد کائنات کی نجاست کی دوری اور نجات کا سبب ہیں۔ ان سے جو تمسک رکھے گا وہ ظاہری و باطنی نجاستوں سے پاک ہو جائے گا۔ اور اس نور کا مرکز سیدہ فاطمہ کا وجود ہے۔
ام سلمیٰ فرماتی ہیں کہ یہ آیہ مبارکہ میرے گھر میں نازل ہوئی۔ تو جناب رسول خدا نے

علیٰ و فاطمہ، حسن و حسینؑ کو اپنی چادر کے نیچے لے کر کہا خداوند یہ میرا اہل بیت ہیں ان کو جس سے دور رکھ اور ان کو اتنا پاک رکھ جتنا پاک رکھنے کا حق ہے۔ لہذا اس قرآنی آیت کی مصداق یہی پانچ ہستیاں ہیں۔

8۔ سورہ رحمن:

رب المشرقین ورب المغربین ہ فبائی، الاء ربکما تکذبان . مرج البحرین
 يلتقیان ہ بینہما برزخ لایبغیان ہ فبائی، الاء ربکما تکذبان ہ یخرج منہما
 اللولو والمرجان ہ فبائی، الاء ربکما تکذبان ہ

سورہ رحمن دراصل قصیدہ حضرت فاطمہؑ کا دوسرا نام ہے کیونکہ اس کائنات کا وجود اور بے شمار نعمتوں کا سبب ذات سید الانبیاء جبکہ اللہ رب العزت نے تمام نعمتوں کا مالک حضرت فاطمہؑ بنت محمدؐ کو قرار دیا۔ سورہ رحمن کی آیت نمبر 9 میں علیؑ و فاطمہؑ کی شادی کا قصیدہ ہے۔ جو عرش پر قرار پائی۔

ابن بابویہ نے خصال میں اس آیت کی تفسیر کے سلسلے میں امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ علیؑ و فاطمہؑ علم کے دو بڑے گہرے دریا ہیں کہ جو ایک دوسرے کے ہرگز مخالف نہیں ہیں۔ لولو والمرجان سے مراد حسن و حسینؑ ہیں۔ اور علامہ باقر مجلسی یہاں برزخ سے مراد علیؑ و فاطمہؑ کی عصمت لیتے ہیں۔ حیات القلوب "

اہل سنت کے طریقہ سے بہت سی سندوں سے ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ دو دریا علیؑ و فاطمہؑ ہیں اور فاطمہؑ علیؑ آپس میں زیادتی نہیں کرتے اور ان سے حسن و حسینؑ پیدا ہوئے۔

ثعلبی جو علمائے اہل سنت کے معتبر عالم ہیں نے سفیان ثوری اور ابن جبیر سے روایت کی ہے کہ ان دو دریاؤں سے مراد علیؑ و فاطمہؑ ہیں۔ اور برزخ حضرت محمدؐ ہیں۔ اور

لولو و المرجان حسن و حسین ہیں۔ حسن کی تشبیہ سفید بڑے موتی سے دی ہے اور حسین کی تشبیہ سرخ موٹے سے دی ہے۔ " حیات القلوب "۔

حافظ ابو نعیم نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ بحرین سے مراد فاطمہؑ اور علیؑ اور برزخ سے رسول اللہؐ جبکہ لولو سے مراد حسن و حسین ہیں۔ شیخ عزالدین عبدالسلام نے اپنے رسالہ مدح خلفا ثلاثہ میں تحریر کیا ہے۔ کہ جب فاطمہ زہراؑ شکم مادر میں تھیں۔ اور خدیجہ الکبریٰ تنہائی سے گھبراتی تھیں۔ تو فاطمہؑ ہمکلام اور مونس تنہائی بنتی تھیں۔ ایک روز رسول خداؐ نے دیکھا جناب خدیجہ تنہائی میں کسی سے باتیں کر رہی تھیں فرمایا اے خدیجہ کس سے باتیں کر رہی ہو۔ جواب دیا اس بچے سے جو میرے بطن میں ہے رسول خداؐ نے فرمایا خدیجہ تمہیں بشارت ہو کہ یہ دختر جس کو خالق نے گیارہ (11) خلفائے طاہرین کی ماں بنایا ہے۔ جب فاطمہ زہراؑ پیدا ہوئیں اور آغوش مادر سے آغوش پدر میں پرورش پائی تو ایک روز محمود فرشتہ منجانب رب جلیل، پیغام لایا کہ اے رسول فاطمہؑ کا عقد ہم نے آسمان پر علیؑ کے ساتھ کر دیا ہے۔ فرشتے اس کے گواہ ہیں تم بھی فاطمہؑ کا عقد زمین پر علیؑ کے ساتھ کر دو۔ چنانچہ رسول کریمؐ نے بحکم خدا، فاطمہ زہراؑ کا عقد علیؑ کے ساتھ پڑھایا۔ اور مرجل بحرین کے مصداق بنے۔ دونوں کے درمیان واسطہ خود رسول خداؐ تھے۔ لہذا برزخ قرار پائے بحرین کے التفاء سے لولو اور مرجان پیدا ہوئے۔ یعنی امام حسنؑ اور امام حسینؑ

"انوار امامت"

9۔ سورہ ہل اتی:

یوفون بالنذر و یخافون یوماً کان شرہ مستطیرا ہ و یطعمون

الطعام علیٰ حبہ مسکیناً و یتیماً و اسیراً ہ

کھلاتے ہیں کھانا اللہ سے محبت کی بناء پر مسکینوں اور قیدیوں کو۔۔۔ یہ سورہ ایثار خانہ

زہراؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں کسی فرقے کو اختلاف نہیں ہے کہ سورہ مبارکہ

شان اہل بیت رسولؐ یعنی شان خانہ فاطمہ زہراؑ میں نازل ہوئی۔ اکثر مفسرین اہل سنت مثلاً صاحب کشف بیضاوی و اقدای و فخرالدین رازی و علامہ نیشاپوری وغیرہم نے تحریر کیا اور مفسرین آئمہ نقل کرتے ہیں کہ یہ سورہ اہل بیت رسولؐ کی شان میں نازل ہوا ہے۔ یعنی علیؑ و فاطمہؑ اور حسین علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی۔

واقعہ یوں ہے کہ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ بیمار ہوئے۔ تو حضرت علیؑ و فاطمہ الزہراؑ اور کنیز فضہ نے نذرمانی کہ بعد صحت مسلسل تین روزے بطور شکرانہ باری تعالیٰ رکھیں گے۔ جب اس شافی مطلق نے حسین کو شفا بخشی تو سب نے ایفاء نذر کا ارادہ کیا لیکن گھر میں کچھ نہ تھا حضرت امیر المومنین نے ایک یہودی سے تین صاع شعر (جو) بطور قرض لیے۔ فاطمہ زہراؑ نے ایک صاع جو پیس کر پانچ روٹیاں تیار کیں۔ جب امیر المومنین نماز مغرب سے فارغ ہو کر گھر آئے تو جناب فاطمہؑ نے روٹیاں سامنے رکھیں تاکہ روزہ افطار کیا جائے۔ اسی اثناء میں ایک سائل نے دروازے پر صدا دی کہ اے اہل بیت النبیؐ میں مسکین ہوں۔ مجھے کچھ کھانے کو دو۔ تمہیں اللہ طعام جنت سے نوازے۔ پانچوں نے اپنی روٹیاں اس مسکین کو دے دیں۔ اور خود پانی سے روزہ افطار کیا۔ دوسرے دن پھر افطاری کے وقت ایک یتیم کی صدا پر تمام روٹیاں اسکو دے دیں۔ اور تیسرے دن افطاری کے وقت تمام روٹیاں حسب سابق ایک اسیر کی صدا پر دے دیں۔ اور خود پانی سے روزہ افطار کیا۔ اللہ نے ان کا یہ ایثار اور قربانی کو دیکھ کر فوراً یہ سورہ مبارکہ دہرنازل فرمائی۔ جس میں ان کے ایثار کا قصیدہ پڑھا گیا تھا۔ علمائے اہل سنت تائید فرماتے ہیں کہ یہ تین دن تک مانگنے کے لیے آئیوالے سائل فرشتے تھے۔ جو ایک طرف یہ ثابت کرتا ہے کہ ان کی سخاوت صرف انسانوں تک محدود نہیں بلکہ اس گھر کی سخاوت ہر مخلوق کے لیے ہے۔ فرشتے بھی یہیں بھکاری بن کر آتے ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ فرشتوں نے اس در پر مانگنے کا سلیقہ بیان کیا ہے کہ اس گھر سے مانگنا ہو تو مسکین، یتیم اور اسیر بن کر مانگنا۔ بد معاش بن کر نہ مانگنا۔ اور کیا کہنے سیدہ کی

عظمت کے کہ جن کے ہاتھوں کی پکی ہوئی روٹیاں عرش پر بھی کھائی گئیں۔ لہذا سورہ دہر میں جہاں ملائکہ یتیم، مسکین اور اسیر کے بھیس میں دربتول پر آئے اور آپ نے تین دن تمام روٹیاں ان کو دے دیں ان کی یہ ادا اللہ کو بہت پسند آئی اور ان کو کائنات میں وسیلہ رزق قرار دیا۔ یعنی جہاں حضرت فاطمہ بنت محمد وسیلہ رزق بن جائیں وہاں رزق بے حساب ہوتا ہے۔

11- سورہ احزاب:

ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین ء امنوا صلوا
اعلیہ و سلموا تسلیما ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنہم
اللہ فی الذنیاء والاخرۃ واعد لہم عذاباً مہیناً

صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں کعب بن عجرہ سے منقول ہے کہ رسول خدا سے سوال کیا گیا

آپ پر سلام کرنا تو ہمیں آتا ہے مگر درود بھیجنے کا کیا طریقہ ہے فرمایا بنی کریم نے کہو

اللہ صلی علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل

ابراہیم انک حمید مجید ہ

حضور نے فرمایا کہ مجھ پر دم کنا درود نہ پڑھو یعنی صلی علی محمد نہ کہو "صواعق محرقہ"

انوار امامت میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ سلطان خدا، بندہ کے دربار میں ایک واعظ فضائل درود بیان

کر رہا تھا۔ سلطان نے واعظ نے سوال کیا ہمارے نبی کی آل پر درود بھیجنا کیوں ضروری ہے واعظ

فکر میں پڑ گیا سلطان نے کہا کہ میں اس سلسلہ میں روشنی ڈالوں واعظ نے مختصر جواب میں کہا ہے

کہ بے شک سلطان نے کہا اس کی وجوہ ہیں چونکہ ہمارے نبی کی شریعت تا قیامت چلنے والی

تھی۔ اس لیے خداوند عالم نے ضروری سمجھا کہ آل کا ذکر بھی ہو، تاکہ پیروی کرنے والوں کو معلوم

ہو جائے کہ محافظ دین باقی ہیں۔ اور دوم یہ کہ دشمن ختمی مرتبت کو کو اتر کہتے تھے تو خدا نے یہ چاہا کہ

دنیا میں دشمنوں کی نسل باقی نہ رہے۔ اور رسول کی نسل اور آل کا تذکرہ قیامت تک باقی رہے۔

حتیٰ کہ نماز میں بھی واجب قرار دیا چنانچہ ابن حجر نے اپنی کتاب "صواعق محرّقة" میں امام شافعی کا شعر بھی نقل کیا ہے۔

یا اہلبیت رسول لله حبکم فرض من الله فی القرآن انزلہ
کفاکم من عظیم القدر انکم من لا یصل علیکم لا صلوة له

اور صواعق محرّقة میں ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ آل رسول سے مراد علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ لہذا سیدہ کی ممتاز فضیلتوں میں سے ایک یہ بھی فضیلت ہے کہ آپ پر درود پڑھے پیغمبر ہماری عبادت قبول نہیں ہوتیں۔

12۔ سورہ مومنون:

فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینہم یومئذ و لا یتساءلون
ترجمہ: جب صور پھونکا جائیگا۔ تو تمام لوگوں کے درمیان کوئی نسب نہ رہے گا۔ اور نہ ایک دوسرے سے بنا بر نسب کوئی سوال کر سکیں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر دمشقی نے حضور اکرمؐ کی ایک حدیث تحریر فرمائی ہے۔

عن ابن مخدمہ قال قال رسول الله فاطمہ بضعة منی یغضنی ما یغیظها
وان الانساب تنقطع یوم القیامة الانسبی ہ

ابن مخدمہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریمؐ نے فرمایا کہ فاطمہ میرا حصہ اور ٹکڑا ہے۔ جو اس کو رنج کرے وہ مجھے رنج کرتی ہے۔ اور بالتحقیق تمام نسب بروز قیامت منقطع ہو جائیں گے۔ مگر میرا نسب سبب اور دامادی باقی رہے گی۔ "تو حدیث نبوت"۔

اس حدیث کی اصل صحیحین میں بھی موجود ہے۔ اس فرمان رسولؐ سے ظاہر ہوتا ہے کہ فاطمہؑ کی خوشی اور رنج اس لیے محمدؐ کی خوشی اور رنج ہے۔ کیونکہ فاطمہؑ نبیؐ کی حقیقی لخت جگر

ہے۔ اور حضورؐ کا نسب قیامت تک فاطمہؑ کے ہی ذریعے سے قائم رہے گا۔

13۔ سورہ فرقان:

هو الذی خلق من الماء بشرا فجعله نسباً و صہراً

اس آیت مبارکہ کو سید الانبیاء نے سیدہ زہراؑ اور حضرت علیؑ کے نکاح میں پڑھا۔ علیؑ و فاطمہ سلام اللہ علیہا کے نکاح کا خطبہ چودہ سو برس گزرنے کے بعد بھی امت نواصب کی دستبرد سے محفوظ شیعہ و سنی کتب میں موجود ہے۔ کیا کہنے عظمت علیؑ و بتولؑ کے کہ اللہ نے عرش پر ان کا نکاح پڑھا اور فرش پر رسالت نے ان کا خطبہ نکاح پڑھا۔ حضورؐ نے سیدہ عالم و امیر المومنین کے نکاح کے خطبہ میں اس آیت قرآنی کو تلاوت فرمایا۔ قابل تعجب امر ہے کہ سیدہ کے نکاح کا خطبہ نکاح خواں یہاں تک کے سیدہ کے جہیز کا تذکرہ بھی فریقین کی کتب میں موجود ہے۔ لیکن کسی اور بیٹی کے نہ نکاح کے خطبہ کا ذکر، نہ نکاح پڑھنے والے کا کوئی پتہ اور نہ جہیز کا تذکرہ کسی کتاب میں موجود ہے۔

14۔ سورہ نور: قال اللہ تعالیٰ فی بیوت ----

ان گھروں میں جن کے لیے خدا نے اذن دیا ہے کہ وہ بلند مرتبہ ہوں اور ان میں اس کا ذکر کیا جائے۔ اس آیت مبارکہ میں بلند مرتبہ گھروں کی طرف اشارہ ہے جن میں اللہ کو اپنا ذکر پسند ہے۔ یہ گھر کون سے ہیں؟ بحار الانوار میں حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ ہم مسجد رسولؐ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک قاری نے آیت مذکورہ کی تلاوت کی میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ یہ کون سے گھروں کا تذکرہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا

قال بیوت الانبیاء و اوحی بیدہ الی منزل فاطمہ علیہا السلام

آپ نے فرمایا یہ انبیاء کے گھر ہیں۔ اور پھر دست مبارک سے منزل فاطمہؑ کی طرف

اشارہ کیا۔ اور اسی کتاب میں ایک اور روایت میں فرمایا کہ یہ گھر ان انبیاء کے گھروں سے افضل ہے۔

ثعلبی نے انس بن مالک اور بریدہ سے نقل کیا ہے۔ اور دونوں نے متفقہ یہ بیان دیا ہے۔ کہ جب رسول خدا نے یہ آیت لوگوں کے ساتھ پڑھی تو ایک شخص اٹھا اور سوال کیا یا رسول اللہ یہ کون سے گھر ہیں۔ آپ نے فرمایا خانہ انبیاء ایک دوسرے شخص نے سوال کیا۔ کیا خانہ علی و فاطمہؑ اس میں شامل ہیں فرمایا بے شک بلکہ افضل معترضین نے کہا کہ آیت عام ہے۔ اگر عام بھی ہو تو علی و فاطمہؑ کا گھر پھر بھی خاص ہے۔ جس میں شبانہ روز میں ہزار رکعت نماز ادا ہوتی تھی۔ پھر رسول خدا نے خود اس گھر کی تصدیق فرمادی۔

15- اذا ستسقى موسى لقومه ---

جبکہ حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لیے پانی طلب کیا۔ تفسیر امام حسن عسکریؑ میں منقول ہے جب بنی اسرائیل والوں کو پیاس لگی اور پانی کا کہیں نشان نہ پایا۔ تو سب روتے ہوئے حضرت موسیٰؑ کے پاس آئے اور فریاد کی کہ ہمیں پیاس نے ہلاک کر ڈالا ہے۔ اس وقت حضرت نے درگاہ خداوند میں عرض کی کہ خدا بحق محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ و بحق ذریت طاہرہ خمسہ نجبا اپنے ان بندوں کو پانی پلا دے۔ اس وقت خدا نے موسیٰؑ پر وحی کی کہ اپنا عصا پتھر پر مار۔ موسیٰؑ نے حکم کی تعمیل کی۔ اور پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ اس آیت کا تعلق بھی سیدہ زہرا سے ہے۔

16- قوله تعالى ابليس ام كنت من للعالين ---

خداوند عالم نے ابلیس سے فرمایا تو نے جو بزرگی چاہی اور تکبر کیا۔ کیا تو بھی بلند مرتبہ لوگوں میں سے تھا؟

بحار الانوار جلد سابع میں ابوسعید خدری سے منقول ہے۔ کہ ہم رسول اللہ کی خدمت

میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ہمیں خبر دیجیے کہ وہ عالین کون ہیں؟ جن کا آیت میں ذکر ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا میں علیؑ فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ ہم ساعت عرش پر اللہ کی تسبیح کرتے تھے۔ اور ملائکہ نے ہماری تسبیح سن کر خدا کی تسبیح کی۔ یہ آدم سے دو ہزار سال پہلے کا ذکر ہے۔ جب خداوند عالم نے آدم کو خلق کیا تو ملائکہ کو اسے سجدے کا حکم دیا۔ اور یہ حکم بھی ہماری وجہ سے دیا گیا۔ تمام ملائکہ نے سجدہ کیا۔ مگر ابلیس اس سجدے سے منکر ہوا پس خدا نے کہا کیا تو بھی عالین میں سے تھا۔ یعنی ان خمسہ نجا سے جن کے نام سرداق عرش پر مکتوب ہیں پس ہم خدا کے وہ دروازے ہیں جن کے ذریعے خدا کی طرف آیا جاسکتا ہے۔۔۔۔۔۔ اور ہمیں وہی دوست رکھے گا جس کا مولد پاک ہو یعنی حلال زادہ ہو۔ اس آیت میں سیدہ فاطمہؑ کا آدم سے پہلے عالین سے ہونا ثابت ہے۔ جن سے فرشتوں نے تسبیح کا طریقہ سیکھا۔ اور جن کے نور سے آدم سجد ملائکہ بنا اور منکر سجدہ مستحق لعنت قرار پایا۔

17- سورۃ بقرہ آیت 37:- فتلقى آدم من ربه كلمات

آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے۔

جمہور اہل سنت نے مفسرین امامیہ کی تائید کی ہے۔ اور ابن عباس نے نقل فرمایا ہے کہ اصحاب رسول نے پیغمبر اسلام سے سوال کیا۔ کہ وہ کون سے کلمات ہیں جن سے حضرت آدم کی توبہ قبول ہوئی۔ جناب رسول خدا نے ارشاد فرمایا آدم نے خدا سے دعا کی۔ الہی بحق محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ میری توبہ قبول فرما۔ خدا نے آدم کی توبہ قبول فرمائی۔ لہذا ان متبرک اسماء جن سے آدم کی توبہ قبول ہوئی۔ ان میں سیدہ کا اسم نورانیہ چمک رہا ہے۔

رسالہ حاویہ جو اہل سنت بزرگ کی تصنیف ہے تحریر فرماتے ہیں کہ آیہ مذکورہ میں کلمات

سے مراد یہ ہے۔

یا حامد بحق محمد یا اعلیٰ بحق علی یا فاطر بحق فاطمہ یا
محسن بحق حسن یا قدیم الاحسان بحق حسین فغفر لی فتاب
علیہ۔ "انوار امامت"

18- والذین یقولون ان ہب لنا من ازواجنا و ذریتنا قرة عین و

اجعلنا للمتقین اماما۔

علامہ باقر مجلسی نے حیات القلوب میں ابو سعید خدری سے نقل کی ہے۔ کہ جب یہ
آیت نازل ہوئی۔ تو رسولؐ خدا نے جبرائیل سے پوچھا ازواجنا سے کیا مراد ہے؟ جبرائیل
نے کہا خدیجہ الکبریٰ رسولؐ نے کہا ذریتنا کون ہیں؟ جبرائیل نے کہا فاطمہ زہرا۔ رسولؐ نے
پوچھا قرة العین جو میری آنکھوں کی روشنی ہیں کون ہیں؟ جبرائیل نے کہا حسن و حسین
رسولؐ نے پوچھا وجعلنا للمتقین اماما کون ہیں؟ جبرائیل نے کہا علی ابن ابی
طالب۔ ابن شہر آشوب نے اسی آیت کی تفسیر کے سلسلے میں سعید ابن جبر سے یہی روایت نقل کی
ہے۔

19- ام ترکیف ضرب اللہ متلا کلمة طيبة کشجرة طيبة۔ "سورہ ابراہیم"

شجرہ طیبہ میں سیدہ فاطمہ زہرا کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہاں شجرہ طیبہ کی صفات
بیان کی گئیں ہیں۔ علامہ باقر مجلسی علیہ رحمہ نے حیات القلوب میں امام محمد باقر سے روایت کی
ہے۔ کہ شجرہ سے مراد رسول خدا ہیں۔ کہ جن کا نسب بنی ہاشم میں ثابت ہے۔ اور اس درخت کی
فرع علیؑ ہیں۔ اور اس کی بڑی شاخ فاطمہؑ ہیں۔ اور پھل علیؑ و فاطمہؑ کے فرزند ہیں۔ اور اس کے
پتے شیعہ ہیں۔ صاحبان بصیرت جانتے ہیں کہ خداوند عالم نے یہ مثال ایمان اور علوم حصہ کے
متعلق بیان کی ہے۔ اور ان امور کی تشبیہ درخت سے دی ہے۔ کیونکہ خداوند عالم نے لذات

روحانیہ کے لذات جسمانیہ سے تشبیہ کی ہے۔ تاکہ پست ہمت اور کم علم لوگ بھی آسانی سے سمجھ سکیں۔ لہذا ایسے شجرہ کی جڑ حضرت رسالت پناہ ہیں۔ جو تمام کمالات کا منبع اور سرچشمہ ہیں۔ اور یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ درخت کے باقی اجزاء، جڑ سے غذا حاصل کر کے بڑھتے اور ترقی پاتے ہیں۔ اس درخت کا تنا حضرت امیر المومنین ہیں۔ جو درخت کا پہلا نمو اور درخت کی پہنچان ہے اور فاطمہ زہرا اس درخت کی بڑی شاخ ہیں۔ کہ جن سے تمام آئمہ کی نسبت کا تعلق حضرت رسالت مآب سے ہو جاتا ہے۔ اور اس نوری نسبت سے آنحضرتؐ کا نور تمام آئمہ میں سرایت کیے ہوئے ہیں۔ اور دوسری شاخیں جو اس بزرگ شاخ (فاطمہ زہرا) سے اُگی ہیں۔ ان کی مثال آئمہ طاہرین ہیں۔ جن کے ذریعے علوم رسالت کے پھل مخلوقات تک پہنچے ہیں۔ جو شخص بھی ان سے واسطہ پیدا کرے گا۔ وہ بلند یوں کے آسمان اور کمال کی رفعتوں تک پہنچ جائیگا۔

20- لا یرون فیہا شمساً و لا ذمہریر ہ "سورہ ہل اتی"

اہل جنت جنت میں نہ سورج کی تپش دیکھیں گے اور نہ زمہریر یعنی سردی بحار الانوار میں نقل کیا گیا ہے۔ کہ ابن عباس کہتے ہیں کہ اہل جنت جب وہاں ساکن ہو جائیں گے۔ تو ایک نور ملاحظہ کریں گے۔ جس سے تمام جنت چمک اٹھے گی۔ اہل جنت کہیں گے کہ خداوند تو نے وعدہ کیا ہے کہ جنت میں سورج کی روشنی نہ ہوگی۔ اس وقت ندا آئے گی۔ کہ یہ نہ سورج کی روشنی ہے۔ اور نہ چاند کا نور ملکہ علیٰ وفاطمہؑ نے ایک چیز کو دیکھ کر تعجب کیا ہے اور ہنسے ہیں پس یہ دونوں کا نور ہے۔

21- ثم اور ثنا الكتاب الذین اصطفیناہ من عبادنا ہ "سورہ فاطر"

یعنی ہم نے وارث بنایا ہے کتاب کا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا ہے۔

حیات القلوب میں کتاب احتجاج طبری میں ابو بصیر سے روایت منقول ہے کہ یہاں

الذین اصطفینا مین عبادنا سے مراد اولاد جناب سیدہ فاطمہ ہے۔ اور یقیناً اس سے مراد سیدہ کی اولاد ہی ہو سکتی ہے۔ جنہوں نے نوک سناں پر بھی اپنی وراثت کا اعلان کیا۔

22- ان من شیعة لبراہیم --- ہ "سورہ الصفات"

بے شک اس کے شیعوں میں۔۔۔ براہیم ہے۔

تفسیر کتاب معالم الزلفی میں عبداللہ بن اونی سے منقول ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ جب خداوند عالم نے ابراہیم کو خلق فرمایا تو ان کی آنکھوں کے سامنے سے حجاب اٹھا دیئے۔ ابراہیم نے عرش پر نظر کی تو ایک نور جلوہ گرد دیکھا۔ سوال کیا خداوند یہ کس کا نور ہے۔ ارشاد ہوا یہ محمد کا نور ہے۔ جو میرا صفی ہے۔ ابراہیم نے عرض کیا خداوند اس کے پہلو میں دوسرا نور کس کا ہے؟ جواب ملا یہ نور علی ہے جو میرے دین کا نام ہے۔ ابراہیم نے کہا میرے خدا ان دونوں نوروں کے پہلو میں تیسرا نور بھی دیکھ رہا ہوں آواز آئی ابراہیم یہ فاطمہ کا نور ہے۔ جو اس کے باپ اور شوہر سے متصل ہے۔ اس نے اپنے محبوبوں کو دوزخ سے چھڑا لیا ہے۔ پھر ابراہیم نے کہا میں دو اور نوروں سے متصل دیکھ رہا ہوں ارشاد ہوا یہ حسنین کا نور ہے۔ پھر گزارش کیا کہ نور اور ہیں۔ جنہوں نے ان پانچوں نوروں کو گھیرا ہوا ہے۔ آواز آئی یہ ان آئمہ کے انوار ہیں جو ان کی اولاد سے ہونگے۔ پھر عرض کیا خداوند ان انوار کے گرد بے شمار انوار دیکھتا ہوں جن کا حساب تو ہی جان سکتا ہے۔ ارشاد ہوا ابراہیم یہ ان کے شیعوں اور محبوبوں کے انوار ہیں اسی وقت ابراہیم نے دُعا کی کہ خداوند مجھے ان کے شیعوں میں سے قرار دے۔ جواب ملا ہم نے تمہیں قرار دیا۔

23- الہ نور السموت والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح فی

زجاجۃ.... بکل شیء علیہ "سورہ نور"

اللہ تو سارے آسمانوں وزمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثل ایسی ہے۔ جیسے ایک طاق جس میں ایک چراغ ہے۔ چراغ ایک شیشے کی قندیل ہے۔ قندیل یعنی جگمگاتا ہوا روشن

ہونگے۔ اللہ جس کی چاہے گامد فرمائے گا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت فاطمہ بنت محمد نصرت الہیہ میں وسیلے کا کردار ادا کریں گی۔ کیونکہ احادیث رسول گواہ ہیں کہ اللہ سیدہ فاطمہؑ کی سواری قیامت والے دن بڑی عظمت و شان کے ساتھ جنت کے دروازے پر لائے گا۔ سیدہ اپنے محبوبوں یعنی جو انسانیت کی خدمت کرتے ہیں اور ظلم کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں۔ ان کی نصرت فرمائیں گی۔ اور جہنم سے اپنے محبوبوں کو ایسے نکال لیں گی جیسے بیکار دانوں میں سے کوئی صحیح دانے نکال لیتا ہو۔

25- ولسوف يعطيك فترضىٰ ہ "والضحیٰ"

عنقریب تیرا رب تجھ کو وہ کچھ عطا کریگا کہ تو خوش ہو جائے گا۔

یہ آیہ مبارکہ بھی سیدہ فاطمہؑ کی شان میں نازل ہوئی۔ اس آیہ مبارکہ کے شان نزول سے متعلق مسند احمد بن حنبل اور تفسیر فتح القدر میں لکھا ہے کہ!

عن جابر بن عبد اللہ قال دخل رسول اللہ علی فاطمہ وھی تطحن بالرحی و علیہا کساء من جلد الابل فلما نظر الیہا قال یا فاطمہ تعجلی مرارة الدنيا بينهم الاخرة فانزل الله ولسوف يعطيك فترضىٰ ہ

حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان فرماتے ہیں کہ سرکار رسالت ماب ایک روز سیدہ طاہرہ کے گھر آئے آپ اُس وقت چکی پیس رہی تھیں اور ان کے جسم اطہر پر اونٹ کی کھال کی چادر تھی۔ بس جب رسول اللہؐ اپنی لخت جگر کو اس حالت میں دیکھا تو فرمایا اے فاطمہؑ اس آخرت کی نعمتوں کے بدلے میں دنیا سے گزرنے کی جلدی کرو۔ پس اسی وقت اللہ نے یہ آیہ مبارکہ نازل فرمائی۔ ولسوف يعطيك فترضىٰ۔

"تو حد بنت نبوت"

"سورہ بن اسرائیل"

26- وَاٰتِ ذَالْقُرْبٰی حَقَّهٗ

یعنی دیدے اہل قرابت کو اُن کا حق اس آئیہ مبارکہ میں اللہ نے سیدہ اُس کا حق بصورت فدک ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

تفسیر ابن کثیر دمشقی کے مطابق یہ آیت فتح خیبر کے چند روز بعد نازل ہوئی۔ اور مفسر علامہ شہاب الدین آلوسی بغدادی اپنی معروف تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں!

عن ابی سعید الخدری لما نزلت هذه الاية دعا الرسول الله

فاطمه و اعطاها فدکاه

حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ جب یہ مذکورہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ نے

فاطمہؑ کو بلایا اور اُسے فدک عطا فرمادیا۔

توصیف فاطمہؑ بزبان مصطفیٰؐ

1- الحدیث:

عن زادن عن سلمان قال قال رسول الله صلعم من احب فاطمة ابنتى فهو فى الجنة معى و من ابغضا فهو فى النار يا سلمان حب فاطمة ينفع فى مائته من الموطنا ليسرتك الموطن القبر والميزان والصراط و المحاسبة فمن رضيت عنه ابنتى فاطمة رضيت عنه ومن رضيت عنه رضى الله تعالى عنه و من غضبت عليه ابنتى فاطمة غضبت عليه و من غضبت عليه غضب الله عليه يا سلمان ويل لمن يظلمها و يظلم بغلها عليا و ويل لمن لظلم ذريتها وشيعتهما.

(مودة القربى سيد على ہمدانی شافعی سنی المذہب ص ۱۰۳)

ترجمہ: زادن نے سلیمانؓ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے مجھ سے فرمایا اے سلمانؓ جو کوئی میری بیٹی فاطمہؑ زہراؑ سے محبت رکھے گا وہ بہشت میں میرے ساتھ ہوگا۔ اور جو کوئی

اس سے دشمنی رکھے گا وہ جہنم میں جائے گا۔ اے سلمانؓ فاطمہؑ کی محبت سو (100) جگہ نفع پہنچاتی ہے کہ ان جگہوں میں سے پہل مقامات، موت اور قبر اور میزان اور صراط اور حساب قیامت ہیں پس جس شخص سے میری بیٹی فاطمہؑ خوش ہوئی میں اس سے خوش ہوں گا اور جس سے میں خوش ہوں گا اللہ تعالیٰ بھی اس سے خوش ہوگا۔ اور جس کسی سے میری بیٹی ناراض ہے میں بھی اس سے ناراض ہوں اور جس سے میں ناراض ہوں اس شخص پر اللہ تعالیٰ بھی غضبناک ہوا۔ اے سلمانؓ وائے ہو اس شخص پر جو ان دونوں کی اولاد اور ان کے شیعوں پر ظلم کرے۔

2- الحدیث:

عن عائشة قالت كان النبي ضلع الله عليه و اله وسلم اذا اقدام من سفر قبل نحر فاطمة و قال منها اشم رائحة الجنة. مودة القربى ۹۱
ترجمہ: حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول خداؐ جب کسی سفر سے تشریف لاتے تو فاطمہؑ کا گلا چومتے تھے اور فرماتے تھے میں اس سے جنت کی خوشبو سونگھتا ہوں۔

3- الحدیث:

عن جمیع ابن عمیر قال دخلت مع عمی علی عائشة فسالت ای الناس كان احب الی رسول الله صلعم قالت فاطمة فقل من الرجال قالت زوجها. (رواة الترمذی) مشکوٰۃ شریف جلد ۳
ترجمہ: حضرت جمیع ابن عمر کہتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے پوچھا رسول خداؐ کو کس سے سب سے زیادہ محبت ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا فاطمہؑ (ترمذی شریف جلد نمبر ۲ ص ۲۲ تقویۃ الایمان ص ۱۹۸)

4۔ الحدیث:

عن عائشة أم المومنین قالت مارایت احد اشبه من فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت و كانت اذا دخلت على النبي صلى الله عليه و اله وسلم قام اليها فقتلها و اجلسها في مجلسه. ترمذی شریف جلد نمبر ۲ ص ۲۲۷ بمطبع رشیدیہ دہلی۔

ترجمہ: حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے کسی کو بھی نبی اکرم کے مشابہ نہیں پایا طریقہ و ہدایت اور حسن و خلق میں سوائے حضرت فاطمہ کے کھڑے ہونے، بیٹھنے میں (یعنی صرف حضرت فاطمہ ہی رسول کے ہر عمل و قول اور صورت میں مشابہت رکھتی تھیں) جناب عائشہ نے کہا کہ جب حضرت فاطمہ حضور کے پاس تشریف لائیں تو حضور کھڑے ہو جاتے اور بوسہ لیتے اور عالیہ بی بی کو اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے۔

5۔ الحدیث:

عن علی بن المرتضی قال قال رسول الله اذکان يوم القيامة نادى مناد من وراء الحجب غصوا ابصاركم حتى تجوز فاطمة بنت محمد على الصراط۔ مودة القربی ص ۹۱

ترجمہ: حضرت علی فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جب روز قیامت ہو گا تو ایک منادی پردہ ہائے نور کے پیچھے سے آواز دے گا اے اہل محشر اپنی آنکھیں بند کر لو تا کہ فاطمہ بنت محمد پل صراط پر سے گزر جائے گی۔

6۔ الحدیث:

وعن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم خير

النساء العالمين اربع مريم بنت عمران واسية بنت مذاحم و خديجة بنت
خويلد و فاطمة بنت محمد۔ مودة القربى ص ۱۰۱

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ چار عورتیں تمام عالم کی عورتوں سے
بہتر ہیں نمبر 1 مريم دختر عمران۔ 2۔ آسيه دختر مزاحم۔ 3۔ خديجة دختر خويلد۔ 4۔ فاطمه دختر محمد
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

7۔ الحدیث:

وعن المسور بن منحرمة ان النبي صلعم قال فاطمة بفعة مني فمن
اغضبها اغضبني و في رواية يريني ما اربها و يو ذينني ما اذاها. متفق عليه.
ترجمہ: حضرت مسور بن منحرمة کہتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا فاطمہؑ میرا لکڑا ہے۔ جس شخص نے
فاطمہؑ کا غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا اور ایک روایت میں ہے کہ اضطراب میں ڈالتی
ہے مجھ کو وہ چیز جو فاطمہؑ کو اضطراب میں ڈالتی ہے۔ اور تکلیف دیتی ہے مجھ کو وہ چیز جو فاطمہؑ کو
تکلیف دیتی ہے۔

8۔ الحدیث:

قال قال رسول الله صلعم يا فاطمة الاتمنين ان تكوني سيدة
نساء اهل الجنة او نساء المومنين۔
ترجمہ: آنحضرت نے فرمایا اے فاطمہؑ کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تجھ کو بہشت کی
ساری عورتوں کا سردار بنا دیا گیا ہے۔ یا تو ساری مومنہ عورتوں کی سردار ہے۔

9۔ الحدیث:

وعن علي عليه السلام عن رسول الله صلعم قال اذا قام يوم

القيامة نادى مناد من بطنان العرش يا اهل القيامة غصو ابصاركم لنجوز
فاطمة بنت محمد مع قميص مفضوب بدم الحسين فتحتوى على ساق
عرش فتقول انت الجبار العدل اقض بينى و بين من قتل و لذى فيقضى
الله لبنتى ورب الكعبة ثم تقول اسفنى فيمن بلى على مصيبتته فيشنعها
الله فيهم. (سيد على ہمدانی مودۃ القربی ص ۹۲)

ترجمہ: جناب امیر سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا ہے کہ جب روز قیامت ہوگا تو
وسط عرش سے ایک منادی ندا کرے گا۔ اے اہل محشر اپنی آنکھیں بند کر لو۔ تاکہ فاطمہ دختر محمد خون
حسین سے رنگین شدہ قمیض کو اپنے ہمراہ لیئے ہوئے گزر جائے پس فاطمہ ساق عرش کو پکڑ عرض
کرے گی۔ اے اللہ تو جبار و عادل ہے۔ میرے فرزند حسین کے قاتلوں کے اور میرے درمیان
فیصلہ کر۔ پروردگار کعبہ کی قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ میری بیٹی کے حق میں فیصلہ کریگا اس کے بعد فاطمہ
عرض کریں گی۔ اے خدا جو لوگ میرے حسین کی مصیبت پر روئے ہیں مجھ کو ان کا شفیع مقرر کرتے
اللہ تعالیٰ ان کو ان کے حق میں شفیع مقرر کریگا۔

10- الحدیث:

اخرج الترمذی عن حذیفة قال قال رسول الله صلعم هذا ملك لم
ينزل الى الارض قط قبل هذه الليلة استاذن ربه ان يسلم على و يبشرنى
بان فاطمة سيدة اهل الجنة و ان الحسن و الحسين سيد اشباب اهل
الجنة.

ترجمہ: ترمذی نے حذیفہ یمانی سے نقل کیا ہے۔ کہ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ یہ فرشتہ ہے نہیں اُترا
زمین پر اس رات سے پہلے اجازت مانگی اس نے اپنے رب سے کہ مجھ کو سلام کرے اور خوشخبری
دے اس بات کی کہ بی بی فاطمہ سردار ہیں بہشت کی سب عورتوں کی اور یہ حسن اور حسین دونوں

سردار ہیں۔ بہشت کے نوجوانوں کے (تقویۃ الایمان ص ۱۴۲، ترمذی جلد ۲ ص ۲۱۸ مطبع رشید
یہ دہلی، صواعق محرقہ ص ۱۴۲، ص ۱۸۵، ص ۱۸۹)

11- الحدیث: عن زید بن علی عن انس قال کان رسول اللہ

صلعم یاتی ستہ اشہر باب فاطمة عند صلوة الفجر فیقول الصلوة الصلوة
یا اہلبیت النبوة ثلاث مرات انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اہل لبیت و
یروی ہذا الخبر باسا نیدہ من الشلمائة من اصحابہ منہم من قال ثمانیۃ
اشہر و منہم من قال تسعة اشہر و منہم من قال عشرة اشہر۔

ترجمہ: زین بن علی نے انس سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نماز صبح کے وقت فاطمہ زہرا کے
دروازے پر چھ ماہ متواتر تشریف لاتے تھے اور تین بار فرماتے تھے اے اہلبیت نبوت الصلوة
الصلوة اور یہ آئیہ تطہیر پڑھتے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے خدا کا یہی ارادہ رہا ہے کہ اے اہلبیت تم سے
ناپاکی اور پلیدی کو دور رکھے اور تم کو پاک رکھے۔ جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے اور یہ حدیث
تین سو صحابہ نے اپنی سندوں کے ساتھ روایت کی گئی ہے۔ ان میں سے بعض نے آٹھ مہینے بیان
کئے ہیں اور بعض نے نو ماہ بعض نے دس مہینے کا ذکر کیا ہے۔ (مودۃ القربی ص ۹۲)

12- الحدیث: واخرج ابن سعد عن علی قال اخبرنی رسول

اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم ان اوال من یدخل الجنة انا و فاطمة و
الحسن و الحسین قلت یا رسول اللہ فمحبونا قال من درآئکھ۔

ترجمہ: حضرت علی سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم نے مجھے خبر دی ہے کہ سب سے پہلے جنت
میں میں، فاطمہ، حسن، حسین داخل ہونگے۔ میں نے کہا کہ ہمارے محبت آپ نے فرمایا وہ
تمہارے پیچھے ہونگے۔ صواعق محرقہ ص ۱۵۱

اقبال بارگاہ سیدہ کوئین میں

حکیم الامت حضرت سر ڈاکٹر علامہ اقبال جدید دور کے عظیم عارف ہی نہیں۔ بلکہ اہل بیت کے عشق میں فنا تھے۔ ان کے نزدیک آداب خود آگاہی عرفان نفس، شعور ذات اور فقیری کے تمام سلسلے عشق ید الہی پر ختم ہوتے ہیں۔ کیونکہ علامہ کے نزدیک عشق حقیقی کا مرکز مولا علیؑ ہیں۔ اس لیے ایک جگہ پر فرماتے ہیں:-

جب عشق سیکھاتا ہے آداب خود آگاہی
دارہ و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی
ہو جس کی فقیری میں بوے اسد الہی

علامہ کے اردو اور فارسی کلیات میں مولا علیؑ اور اہل بیت کی شان میں مناقب اور قصائد کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ اور اس کے علاوہ بہت سا کلام جو علامہ کے کلیات میں شامل نہیں کیا گیا۔ وہ باقیات اقبال میں موجود ہے۔ باقیات اقبال میں علامہ کا وہ کلام شامل ہے۔ جو علامہ نے اپنی زندگی میں لاہور سے نکلنے والے اخبار مخزن میں شائع کروایا۔ غالباً یہ دور 1903ء و 1905ء کا ہے۔ باقیات اقبال علامہ اپنے عقیدے کا تعارف اس طرح کراتے ہیں۔

آدمی کام کا نہیں رہتا
لن ترانی طور سوزی بھی
عشق میں یہ بڑی خرابی ہے
پردے پردے میں بے حجابی ہے
یہ گنہگار بو ترابی ہے

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں!

تیری شکست ہی منظور تھی اسے اے دل
جہاں سے پلتی تھی اقبال روح قنبر کی
بنا دیا تجھے نازک تر آب گینے سے
مجھے بھی ملتی ہے روزی اسی خزینے سے

علامہ کو مولانا علی کی ولایت کا حقیقی عرفان اُس دور کے مرد عارف علامہ "حروی" کی صحبت سے حاصل ہوا۔ اور بالخصوص اُن کے روحانی پیر مولوی معنوی مولانا روم کے کلام کا مطالعہ اور روحانی فیض جس نے علامہ پر سے ولایت کے حقیقی اسرار رموز کے تمام پردے کھول دیئے۔ علامہ فلسفہ امامت مولانا علی کو اپنے کلام میں اس طرح بیان کرتے ہیں!

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
حق تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

اپنی ایک نظم زہد اور رندی جو انہوں نے اپنے بارے میں لکھی اُس میں انہوں نے اپنے عقیدے کی مزید وضاحت کر دی۔

ہے اُس کی طبیعت میں تشیع بھی ذرا سا
تفصیل علی ہم نے سنی اُس کی زبانی

اقبال کی فارسی تصانیف میں دو مثنویوں یعنی اسرار خودی اور رموز خودی کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ یہ دونوں مثنویاں اقبال کی شاعری کا مظہر اور ان کے تخیلات کا پرتو ہیں۔ ان میں خودی، ضبط نفس اور عشق کے فلسفے کی وضاحت کی گئی ہے۔ اسرار خودی میں آپ کی نظم جس کا عنوان ہے۔ "در شرح اسرار اسمائے علی مرتضیٰ" اس میں 59 شعر ہیں۔ اس نظم میں علی علیہ السلام ک اسمائے مبارکہ کی توضیح و تشریح کے ساتھ ساتھ اپنے عقیدے کا بھی اظہار ہے۔ اس نظم کے ذریعے اقبال نے مسلمانوں کی فکر کو جھنجھوڑا ہے۔

مسلم اول شاہ مردان علی

عشق را سرمایہ ایمان علی

اس نظم میں خاندان اہلبیت کے ساتھ اپنی ولاء کے ساتھ ساتھ حضرت علی علیہ السلام کے اسمائے مبارکہ بو تراب، ید اللہ، شیر خدا اور مرتضیٰ کی وضاحت کی گئی ہے۔ اقبال نے آنحضرت کی حدیث مبارکہ انامدینۃ العلم وعلیٰ بابھا کا مطالبہ کرنے کے بعد فرمایا!

ذات او دروازه، شہر علوم زیر فرمائش حجاز و چین و روم

یعنی تہذیب و تمدن، علم و فرہنگ، ثقافت و شرافت، سب اسی دروازے سے ملے گا۔ دوسرے کے سامنے کا سرگدائی لے جانے کی ضرورت نہیں۔ کہ مولا علیؑ وہ مسلم اول ہیں جو مردان حق کے سردار ہیں۔ اور عشق کے لیے آپ کی ذات ایمان کا سرمایہ ہے۔ مجھے اُن کے خاندان سے محبت ہے۔ اور اُن کا عشق میری زندگی کا سرمایہ ہے۔

اگر حضرات اہل بیت سے محبت کو شیعیت کو کہتے ہیں۔ تو یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔ کہ علامہ اقبال سے بڑے شیعہ کون ہونگے؟ جن کے لیے اہل بیت رسول کی محبت ہی سرمایہ ایمان تھی۔ یہ محبت ترقی کر کے والہانہ عشق بن چکی تھی۔ انہیں جس شدت سے پاک نبیؐ سے پیار تھا۔ بالکل اتنے ہی پُر جوش اور سرگرم وہ خاندان رسالت عشق میں نظر آتے ہیں۔ علامہ نے سپاس جناب امیر ملکی۔ جو مخزن اخبار جنوری 1905ء میں شائع ہوئی۔ جس کے لیے مشہور ہے کہ علامہ ہر صبح اُسے پڑھا کرتے تھے۔ اس منقبت میں علامہ کا عشق علیؑ مزید نکھر کا سامنا آتا ہے۔ جس میں اقبال نے حضرت علیؑ کو سرمایہ ایمان عشق قرار دیا ہے۔ آپ آنحضرتؐ کو مدینہ محبت قرار دیا۔ اور مولا علیؑ کو محبت کے شہر کا دروازہ کہا۔ علامہ اقبال کے نزدیک مولا علیؑ ادیان باطل کے نقوش کو مٹانے والے اور مذہب عشق کے رکنِ اعظم ہیں۔ اور اُن کا سینہ اسرار الہیہ کا محفوظ خزانہ ہے۔ علامہ نے مولا علیؑ کو آنحضرتؐ کی نبوت کی بنیاد قرار دیا۔ تاریخ اسلام

اس امر پر شاہد ہے کہ دعوت ذوالعشیرہ میں علیؑ نے کارِ نبوت میں نصرت کا اعلان کیا۔ اور حضور کے وزیر، وارث اور بھائی قرار پائے۔ اور علامہ نے تو صیف علیؑ کو نعت رسولؐ گردانا ہے۔ کیونکہ پھل کی تعریف درحقیقت درخت کی تعریف ہے۔ اور حضورؐ ہدایت کا شجر اور علیؑ پھل ہیں۔ اقبال حضور کی اہل بیت سے خاص عقیدت رکھتے تھے اور عقیدت کی اس معراج پر تھے کہ اپنے عقیدے کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

از ہوش شدم مگر بہوشم گوئی کہ نصیری خموشم

دانم کہ ادب بضبط راز است در پردہ خامشی نیاز است

علامہ فرماتے ہیں کہ میں بے خود ہو گیا ہوں لیکن درحقیقت ہوش میں ہی ہوں۔ یعنی آپ کی محبت میں اُس مقام تک آ گیا ہوں کہ خاموش نصیری ہوں۔ نصیری بول اٹھا اور میں خاموش ہوں۔ ورنہ محبت نصیری اور مجھ میں کوئی فرق نہ ہے۔ پھر علامہ کہتے ہیں کہ میں جانتا ہوں ادب کا تقاضا یہی ہے کہ راز عشق کو افشا نہ کیا جائے۔ علامہ صاحب اس منقبت میں اپنے عشق کی آخری سرحدوں تک پہنچ گئے ہیں۔

آپ کے درج ذیل اشعار آپ کے خانہ اہل بیت سے عقیدت و محبت کے آئینہ دار ہیں۔

رونے والا ہوں شہید کر بلا کے غم میں میں کیا در مقصد نہ دیں گے ساقی کوثر مجھے
دل میں ہے مجھ بے عمل کے داغ عشق اہلبیت ڈھونڈتا پھرتا ہے ظل سایہ حیدر مجھے
(باقیات اقبال)

پتہ چلا کہ اقبال شہید کر بلا کے غم میں رونے والے تھے اور اسی کے وسیلے سے اپنی نجات کے طلبگار ہیں۔

آپ نے اپنی فکر انگیز شاعری اور انقلاب آفریں نظموں کے ذریعے صاحبان عقل و خرد کو دعوت فکر و عمل دی۔ اور اپنے کلام سے کردار سازی کے ساتھ برصغیر کے مسلمانوں میں آزادی

کی روح پھونک دی۔ آپ نے جدوجہد اور سعی عمل کا درس دیتے ہوئے خانقاہی نظام گوشہ نشینی اور عزلت گزینی کی نفی کی۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ دلگیری

اقبال نے اپنی شاعری کا محور عشق رکھا ہے۔ خودی کی آگ جس کو بھڑکاتی اور شعلہ جوالہ بناتی ہے۔

صدق خلیل بھی ہے عشق صبر حسین بھی ہے عشق معرکہ وجود میں بدر و حسین بھی ہے عشق

اقبال کی نظم "در معنی حریت اسلامیہ و سرحدیہ کربلا" فرزند رسول جگر گوشہ علی و بتول حضرت امام حسین علیہ السلام کی زندگی پر محیط ہے۔ اقبال نے اس نظم میں عشق و عقل کے درمیان موازنہ کیا ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ عقل کے مقابلے عشق ہمیشہ ہر امتحان میں ثابت قدم رہتا ہے۔ اس کا عزم بالجزم اور یقین محکم ہوتا ہے۔ اور بتایا کہ کربلا کا واقعہ ناممکنات میں سے نہیں ہے۔ بلکہ تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ ایک ہستی ایسی گزری ہے جس نے کربلا کی تاریخ نئے عنوان سے لکھ ڈالی۔

زندہ حق از قوت شبیری است باطل آخر داغ حسرت میری است

علامہ اقبال جہاں اسلام لانے والے مردوں میں مثالی مومن حضرت علی علیہ السلام کو قرار دیتے ہیں۔ وہاں تمام مومنہ عورتوں کے لیے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو مثالی مومنہ قرار دیتے ہیں۔ درحقیقت آپ کے نزدیک اس گھر کی جو تعظیم ہے وہ کائنات میں کسی کی نہیں۔ علامہ نے جب ان احادیث کا مطالعہ کیا کہ حضور نے فرمایا فاطمہ میرا نکلڑا ہے۔ اور سیدۃ النساء العالمین ہیں۔ تو ایسی اعلیٰ اور ارفع ذات اپنی اختیاری، نمایاں صفات اور امتیازی خصوصیات اور خدمات اسلام کی بناء پر سیدۃ کونجیع الناس کے لیے اسوہ کاملہ قرار دیا۔ اقبال کی نظم جس کا ذکر خصوصیت کے ساتھ ضروری ہے وہ رموز بے خودی کے صفحات پر بعنوان "در معنی این کہ سیدہ النساء فاطمہ الزاہرا

اسوۃ کاملہ است برائے نساء اسلام " موجود ہے یہ نظم 19 اشعار پر مشتمل ہے اور جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے یہ نظم اس مقصد کے لیے لکھی گئی ہے کہ جناب سیدہ فاطمہ الزہراءؑ کی ذات دنیا کی تمام عورتوں کے لیے ایک اسوہ اکمل اور نمونہ عمل ہے۔

مریم از يك نسبت عیسیٰ عزیز	از سہ نسبت حضرت زہراؑ عزیز
نور چشم رحمة اللعالمین	آن امام اولین و آخرین
انکہ جان در پیکر گیتی دمید	روزگار تازہ آئین آفرید
بانوی آن تاجدار ہل اتی	مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا
پادشاہ و کلبہ ئی ایوان او	یک حسام و یک زرہ سامان او
مادر آن مرکز پر کار عشق	مادر آن کاروان سالار عشق
آن یکی شمع شبستان حرم	حافظ جمعیت خیر الامم
تانشیند آتش پیکار و کین	پشت بازار بر سر تاج و نگین
وان دگر مولای ابرار جہان	قوت بازوی احرار جہان
در نوای زندگی سوز از حسین	اہل حق حریت آموز از حسین
سیرت فرزندہا از امہات	جوہر صدق و صفا از امہات
مزرع تسلیم را حاصل بتول	مادران راسوہ ی کامل بتول
بہر محتاجی دلش آنگر نہ سوخت	بایہودی چادر خود را فروخت
نوری وہم آتشی فرمانبرش	گم رضایش در رضای شوہرش
آن احب پرور لہی صبر و رضا	آسیا گردان و لب قرآن سرا
گریہ ہلی اوز بالین بی نیاز	گوہر افشاندی بدامان نماز
اشک او برچید جبریل از زمین	گوہر شبنم ریخت بر عرش برین

رشتہی آئین حق زنجیر پاست پاس فرمان جناب مصطفیٰ است
ورنہ گرد تربیتش گردیدی سجدہ ہابر خاک او پاشیدی

☆ مریم و فاطمہ:

نظم کے آغاز میں علامہ اقبال سیدہ فاطمہ الزہرا کی فضیلت و عظمت نہایت عقیدت کے ساتھ کرتے ہوئے آپ کا تقابل حضرت مریم مادر عیسیٰ سے کیا ہے اور بتایا ہے کہ حضرت مریم کی فضیلت صرف حضرت عیسیٰ کی وجہ سے ہے۔ کہ وہ ایک نبی کی ماں ہیں۔ لیکن حضرت فاطمہ تین اعتبار سے افضل ہیں۔ رحمت اللعلمین اور سید المرسلین کی نور چشم اور نخت جگر ہیں۔ یعنی آپ کے والد نور اول ختم الرسل مولائے کل محمد مصطفیٰ ہیں۔ اور یہ اعزاز فقط فاطمہ الزہرا کو حاصل ہوا۔ اقبال اس حقیقت سے آشنا تھے ورنہ کسی اور کا تذکرہ بھی ساتھ کرتے۔ دوسری فضیلت یہ ہے کہ آپ امیر المومنین، تاجدار ہل اتی، مشکل کشا، شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زوجہ ہیں اور فرمان مصطفیٰ گواہ ہے کہ آپ دونوں کا عقد عرش پر طے ہوا۔ اور رتیسری عظمت کہ آپ شہزاد سبز قبا، مولا حسن اور بنائے لالہ دین پناہ سید الشہد حضرت امام حسین علیہ السلام جیسی ہستیوں کی ماں بنیں۔ جنہوں نے اپنے خون سے اسلام کی آبیاری کی۔ اور ان تینوں نسبتوں میں جناب زہرا کو مرکزیت حاصل ہے۔ چونکہ بیٹی رحمت ہے زوجہ نصف ایمان کی محافظ ہے۔ جبکہ ماں اولاد کے لیے جنت ہے۔ سیدہ کونین اس باپ کے لیے رحمت بن کر آئیں جو کائنات کے لیے رحمت ہے۔ اور کل ایمان کا نصف ایمان بنیں جبکہ آپ کے قدموں میں ان کے لیے جنت ہے۔ جو خود جنت کے سردار ہیں۔ امیر انیس کہتے ہیں۔

اللہ رے فاطمہ کی بزرگی،، زہے شرف بابا ملا فخر، رسولان ما سلف
شوہر ملا امیر عرب، اور شاہ نجف اللہ نے حسین و حسن سے دیئے خلف
دونوں امام مخلق کے حاجت روا ہوئے مشکل کشا کے بیٹے بھی مشکل کشا ہوئے

☆ سیرت سازماں:

سیرت فرزندہا از امہات جوہر صدق و صفا از امہات

علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ فرزندوں کو سیرت و کردار مائیں سکھاتی ہیں۔ صدق و صفا کے جوہر عطا کرتی ہیں۔ جناب سیدہ فاطمہؑ نے حسن و حسین کی بہترین پرورش کی اور نہیں تمام صفات عالیہ سے مزین کہا نہیں کائنات کے لیے نمونہ عمل اور اسوہ کامل بنا دیا۔ آپ کی گود کا اثر تھا۔ کہ آقا حسن نے اپنے تدبر سے اسلام کی حفاظت کی اور آقا حسین نے اپنے خون سے اسلام کو زندگی عطا کی۔

وہ گود ہوگی کتنے محاسن لیے ہوئے جس کی صلاحیتوں کا نتیجہ حسینؑ ہے۔

جناب فاطمہ الزہراءؑ کا ان صاحبزادوں سے عجب پیار تھا یوں تو کون سی ماں ہے جسے اپنے بچوں سے محبت نہ ہوگی۔ لیکن جناب سیدہ کی حالت عجیب تھی۔ یہ پھول تھے وہ عندلیب تھیں۔ کسی آن نظر سے اوجھل ہونا گوارا نہ تھا۔ اپنی محبت و شفقت کے سائے تلے، آپ نے اپنے بچوں کی تربیت کی کہ اس کے اثر سے وہ دنیا جہاں کے لیے نمونہ عمل بن گئے۔ اور اسلام کی آبرو اردین کا ناموس بنے۔

حضورؐ زہراً بشر سے ہٹ کر پیمبروں کے سلام بھی ہیں

کہ اس کے سائے میں پلنے والے حسینؑ جیسے امام بھی ہیں

☆ اسوہ کامل:

مذراع تسلیم را حاصل بتول مادر ان را اسوہ کامل بتول

علامہ فرماتے ہیں کہ سیدہؑ تسلیم و رضائے اللہ و رسولؐ کی کما حقہ پابند تھیں اور

مادران کائنات کے لیے اسوہ کامل ہیں۔ یعنی سیدہؑ عورتوں کی تمام اصناف کے لیے رہبر کامل

ہیں۔ وہ بیٹی کی حیثیت سے باپ کی فرماں بردار مطیع و منقاد ہیں۔ بیوی کی حیثیت سے ان کی خوشنودی شوہر کی رضا میں گم ہے۔ ماں کی حیثیت میں یکتا ہیں۔ یہاں یہ بیان کیا جانا از حد ضروری ہے کہ علامہ نے کسی اور خاتون معظم کو اسوہ کامل قرار کیوں نہ دیا؟ حالانکہ اسلام میں بلند پایہ خواتین موجود تھیں لیکن اقبال اس حقیقت کو جانچ کر بیان کیا کیونکہ سیدہ عورت کے ہر روپے کے لیے نمونہ عمل ہیں۔ اور عورت کے تینوں روپے ماں، بیٹی اور بیوی کے لیے کامل نمونہ عمل ہیں۔ بیٹی ایسی بنی کے باپ کی نگاہوں کا مرکز و محور بن گئیں۔ جس کی آمد پر کونین کا سردار کھڑا ہو جاتا۔ اور اپنی جگہ پر بٹھاتا۔ جس پر رسالت کو ناز ہو۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حضورؐ نے آپ کو ام ایہا کا لقب دیا ایسا نام باپ کی طرف سے کسی بیٹی کو آج تک حاصل نہ ہوا ہے۔ لہذا سیدہ کونین بزبان رسالت اپنے کردار سے ساری امت کی بیٹیوں کے لیے مشعل راہ بن گئیں۔

ڈاکٹر اقبال نے ایک اور جگہ کہا

فطرت تو جذبہ ہادار بلند چشم ہوش از اسوہ زہرا مسند

اسی طرح سیدہ فاطمہ زہراؑ نے زوجیت کے کردار کو اس خوبی سے انجام دیا کہ اس پر ولایت کو ناز ہوا۔ آپ علوم امامت کی رازدار بن گئیں۔ خاوند کی عزت و ناموس کی پاسدار بن کر ساری امت کی بیویوں کے لیے مشعل راہ بن گئیں۔

اور دنیا جہاں میں واحد و یکتا ماں کی حیثیت رکھتیں ہیں جو اولاد کی تربیت و تعلیم کے لیے اصول بن گئی۔ جو ذریت کے لیے گہوارہ، دین رسول بنیں۔ جس کی گود کے اثر نے کائنات کو دو گونا گویاں حسن و حسین کی صورت میں عطاء کئے۔

وہ ماں جس نے معزز کیا گھرانے کو حسین پال کر جس نے دیا زمانے کو

سیدہ کی تربیت ایسی بے مثال تھی کہ حسنین کو لوریاں دیں تو لب پر قرآن جھولا جھلایا تو لب پر قرآن دودھ پلایا تو لب پر قرآن سینے سے لگایا تو لب پر قرآن، بس یہ تربیت و تلاوت کا اثر آقا

حسین کے خون میں نظر آیا۔ کہ ماں کی گود میں وعدہ کر لیا۔ کہ اماں آپ نے مجھے لوریاں دیتے ہوئے دودھ پلاتے ہوئے قرآن پڑھا۔ یہ حسین سر کٹوا کر نوک سناں پر قرآن پڑھے گا۔
تو فاطمہ کو نین کی سر تاج ہے عظیمتوں کی آخری معراج ہے

☆ سخاوت زہرا:

اپنی اس نظم میں علامہ اقبال نے سیدہ زہرا کی سخاوت کے ایک واقعہ کو اس انداز سے پیش کیا
بہر محتاجے دلش آن گودنہ سوخت

بایہودی چادر خود را فروخت

ایک دفعہ مسجد نبوی میں ایک سائل نے تین سوالات پیش کیے دو تو حل ہو گئے۔ مگر تیسرے سوال کو سلمان فارسی نے اپنے ذمہ لیا۔ اور سیدہ فاطمہ زہرا کے درپے آئے۔ اور کہا ایک سائل بھوکا ہے۔ اس کے کھانے کی ذمہ داری میں نے لی ہے۔ یہ سن کر سیدہ نے کہا گھر میں تو کچھ نہیں۔ البتہ میری یہ چادر ہے اس کو گروی رکھ کر تھوڑی گندم لے آؤ۔ تاکہ کھانا پکا کر سائل کو کھلایا جائے۔ سلمان چادر لیکر شمعون یہودی کے پاس گئے۔ اس سے گندم لی اور فاطمہ کے حوالے کی۔ سیدہ نے جلدی سے گندم پیس کر روٹیاں تیار کیں تمام روٹیاں لا کر سلمان کو دیں۔ سلمان نے کہا سیدہ کچھ روٹیاں اپنے بچوں کے لیے رکھ لیجیے۔ آپ نے فرمایا ہو سکتا ہے اس سائل کے بھی بچے ہوں یہ کیسے ممکن ہے میں ان بچوں کا حق لے لوں۔ یہ اقبال نے سیدہ کی سخاوت کا ایک چھوٹا سا نمونہ اس شعر میں بیان کیا ہے ورنہ سیدہ کی سخاوت کے دہر میں چرچے ہیں۔ فرشتوں نے جس گھر سے اپنی جھولیاں بھریں شاہ و گدا نے جس کی دہلیز سے مراد پائی۔ اور آپ کی سخاوت کی معراج یہ ہے کہ سیدہ نے مباہلہ کے لیے اپنے بیٹے تک اپنے والد گرامی سید الانبیاء کو دے دیئے۔

☆ شوہر کی فرمانبرداری :-

نوری وہم آتشی فرمانبرس گم رضائش در رضائے شوہر ش
اس شعر میں اقبال نے سیدہ کونین کی عظمت ان الفاظ میں بیان کی ہے۔ کہ جناب زہرا کے تمام
جن دانس اور ملائکہ تابع فرمان ہیں۔ تبھی فرشتے جناب زہرا کی چکی چلاتے، کبھی ان کے بیٹوں کا
جھولا جھلاتے، یعنی ہر مخلوق نوری یا آتشی ہو یا پھر انسان سب جناب سیدہ زہرا کے تابع فرمان
ہیں۔ جبکہ سیدہ فاطمہ خود اپنے شوہر امام الممتقین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رضا و حکم کی پاسدار اور
پابند تھیں۔ اور جب تک زندہ رہیں شوہر کی اطاعت میں زندگی بسر کی۔ اور ہمیشہ اپنے شوہر کا ہر
مشکل میں ساتھ دیتی رہیں۔

کیا ہے دونوں جہاں میں حق نے کچھ اس طرح انتخاب اس کا
کہ مرتضیٰ کے سوا جہاں میں نہیں ہے کوئی جواب اس کا

☆ صبر و رضا :-

ان ادب پروردہ صبر و رضا آسیا گردان و لب قرآن سرا

سیدالکونین نبی آخر الزماں نے اپنی اکلوتی بیٹی کی مثالی پرورش کی۔ اور صبر و رضا کے
اوصاف کا حقہ سکھائے۔ آپ گھر کی چکی خود چلائیں۔ گھر کا کام ایک دن خود کرتیں۔ ایک دن
جناب فضہ کرتیں۔ چاہے کتنا مشکل وقت آتا سیدہ فاطمہ نے ہر مشکل کے وقت صبر کا دامن ہاتھ
سے نہ چھوڑا۔ اور نہ زباں پر حرف شکایت لے کر آئیں۔ حد تو یہ ہے کہ ہمیشہ سیدہ اپنی زباں پر
قرآنی آیات تلاوت کرتیں۔ گھر میں چکی چلاتے ہوئے بچوں کو لوریاں دیتے ہوئے زباں پر
آیات جاری رہتیں۔ چنانچہ سیدہ کے صبر و رضا کی دلیل کا تسبیح فاطمہ ہے۔ تسبیح فاطمہ جس باطنی
کی دوری کا سبب اور بہترین عبادت ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ لاکھوں عیسائی بھی باطن کی

پلیدیگی کو دور کرنے کے لیے پرتگال میں فاطمہؑ، فاطمہؑ کی تسبیح کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جبکہ مسلمانوں کے نزدیک بعد از نماز مستحب عبادات میں بہترین عبادت تسبیح فاطمہؑ ہے۔ جو سیدہ کونین سے منسوب ہے۔ اس کی عظمت و برکات سے کوئی مسلمان انکاری نہیں ہے۔ یہ تسبیح سیدہ کونین کو سیدہ الانبیاء نے تعلیم فرمائی تھی۔ اس کے شان نزول کے متعلق کتب فریقین میں موجود ہے۔ کہ سیدہ کونین امور خانہ داری کی ادائیگی سے تھک جاتیں۔ آپ کے ہاتھوں اور پاؤں میں ورم آجاتا تھا۔ اس حالت کو دیکھ کر تو سرور کائنات نے اپنی دختر جو کائنات کی تمام خواتین کے لیے نمونہ عمل تھیں۔ ان کی تسلی اور راحت کے لیے فرمایا کہ جب سونے لگو تو 34 مرتبہ اللہ اکبر 33 مرتبہ الحمد للہ اور 33 مرتبہ سبحان اللہ کہہ لیا کرو۔ یہ تسبیح فاطمہ کہلائی جانے لگی اور تمام مسلمان اس کی افادیت کے پیش نظر ہر نماز کے بعد تسبیح فاطمہؑ پڑھتے ہیں۔ کیونکہ آل محمدؑ سے محبت اور پاکیزگی کا سبب ہے۔ اور تسبیح فاطمہؑ ذکر الہی کے ساتھ ساتھ مودت آل محمدؑ کی نشانی بھی ہے۔

سورہ احزاب میں ارشاد خداوند ہے۔

ياايهاالذین امنوا ذکر و اللہ ذکر اکثیرا

ترجمہ: اے ایمان والو! بکثرت اللہ کا ذکر کیا کرو۔

صاحبان ایمان سے اللہ خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کیا کرو۔ جب اللہ نے کہہ دیا کہ میرا ذکر کثرت کے ساتھ کرو۔ تو ہمارے پاس تو سونے کا وقت ہی نہیں ہے تو چاہے ہم مہد سے لحد تک بغیر کسی توقف کے اس کا ذکر کریں تو بھی وہ کثیر نہیں ہو سکتا۔ لیکن جب قرآن کے وارت چھٹے امام صادق آل محمدؑ سے پوچھا گیا کہ مولا ذکر کثیر سے کیا مراد ہے۔ مولانا نے سکر کہا چادر تطہیر کی قسم نماز کے بعد جو تسبیح فاطمہؑ ہے۔ یہی ذکر کثیر ہے۔ (الکوثر)

بعض کتب مناقب میں تسبیح فاطمہ کا شان نزول یہ بیان کیا ہے۔ جب لوگوں سے حضور نے سیدہ کے عقد کی خواہش گاری کی۔ تو آپ نے فرمایا آج کی شب ستارہ جس گھر میں اترے گا اسی

سے فاطمہؑ کا عقد کیا جائیگا۔ یہ خبر مدینے میں پھیل گئی۔ کہ داماد رسولؐ کا فیصلہ کرنے کے لیے عرش سے ستارہ رات کو اترے گا تمام لوگوں اپنے چھتوں پر جاگ رہے تھے کہ قریب سحر آسمان سے ایک ستارہ زمین پر اترتا ہوا دکھائی دیا۔ سیدہ کونین کی مضطرب نگاہیں ستارے کی طرف تھیں بس ادھر زہرہ نے ساعت آسمان کو چھوڑا بتولؑ نے کہنا شروع کیا اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، ستارہ اترتا چلا آیا۔ جب 34 مرتبہ اللہ اکبر کہا ستارہ صحن علی میں اتر ا۔ بی بی نے کہا الحمد للہ ادھر 33 مرتبہ الحمد للہ کہا کہ پھر ستارہ نے جانب آسمان صعود کیا۔ اس وقت آپ کی زبان پر سبحان اللہ کا کلمہ جاری تھا۔ یہاں تک 33 مرتبہ سبحان اللہ کہنے پر ستارہ اپنے مقام پر واپس پہنچ گیا۔ یہی تسبیح، تسبیح فاطمہ سے منسوب ہے اور اسی کو تمام اہل ایمان بعد از نماز بہترین عبادت سمجھتے ہیں۔ (الکوثر)

در سیدہ کی عظمت تھی ورنہ
زمین پر ستاروں کی منزل نہیں ہے

☆ سیدہ کی عبادت:

گریہ ہائے اور زبالین بے نیاز
گوہر افشا ندھے بدامان نماز

سیدہ کا تعلق اس گھرانہ سے ہے۔ جن کو دیکھ کر ملائک نے عبادت کا سلیقہ سیکھا۔ سیدہ عبادت کی اس معراج پر تھیں کہ علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ جب سیدہ فاطمہ زہرا عبادت الہیہ میں مشغول ہوتیں تو اس کمال خشوع و خضوع سے نماز خدا ادا فرماتیں تو دوران نماز خشیت الہیہ کی وجہ سے آنسو جاری و ساری رہتے تھے۔ اور علامہ طاہر القادری نے لکھا کہ سیدہ نماز شب کو سر سجدے میں رکھتیں اور فجر کی نماز کے بعد اٹھاتیں اور کہتیں پروردگار تو نے رات کتنی چھوٹی بنائی ہے کہ فاطمہؑ جی بھر کے عبادت بھی نہ کر سکی۔

☆ اوج اشک زہرا:

اشک اوچنیز جبریل از زمین
ہمجو شبنم ریخت بر عرش بریں

اس شعر میں علامہ نے سیدہ فاطمہ زہراؑ کے آنسو کی عظمت بیان کی ہے۔ کہ جب خشیت الہیہ سے دوران نماز جناب زہراؑ کی آنکھوں سے آنسو مصلہ عبادت پر گرتے تو جبریل امین جناب فاطمہ زہراؑ کی جائے نماز سے آنسوؤں کے موتیوں کو چن کر شبنم کے قطروں کی طرح عرش بریں پر مزین کر دیتے۔ یعنی آپ کے آنسوؤں کی بارگاہ ایزدی میں بڑی قدر و منزلت ہے۔ اور فرشتگان کے لیے تقلید کا باعث ہیں۔

☆ معراج عقیدت:

رشتہ آئین حق زنجیرِ پا است پاس فرمان جناب مصطفیٰ است
ورنہ گردے ترتبش گردیدمے سجدہ ہابر خاک او پاشیدمے

ان اشعار کو پڑھنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ کہ علامہ اقبالؒ کے دل میں اولاد نبی کی محبت کس درجہ تھی۔ اور کس قدر احترام تھا۔ علامہ اپنی عقیدت کا اظہار سیدہ کے قدموں میں اس طرح پیش کرتے ہیں۔ کہ قانون الہی اگر میرے پاؤں میں زنجیر نہ ڈالتا اور فرمان مصطفیٰ کی لاج نہ ہوتی۔ تو میں سیدہ زہراؑ کی لحد کے گرد طواف عقیدت کرتا۔ اور آپ کی تربت پاک کی مٹی پر محبت و نیاز کے سجدے نچھاور کرتا۔

ان اشعار سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ علامہ کے دل میں سیدہ کا احترام کس درجہ عقیدت پر تھا۔ اقبال اپنے اندرونی جذبات تو خود ہی بتا سکتے ہیں کہ جس عقیدت کے تحت انہوں نے یہ اشعار لکھے۔ دعا ہے کہ محمدؐ و آل محمدؐ کا خالق اس سچے عاشق رسول اور محبت اولاد علیؑ و بتوں کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ اور درجات بلند فرمائے۔ (آمین)

رسول اللہ کی بیٹی

پاکستان کے قومی شاعر ابوالاثر حفیظ جالندھری

وہ زہرا ہاں وہی زہرا، رسول اللہ کی بیٹی

وہی زہرا شہنشاہوں کے شہنشاہ کی بیٹی

وہ چادر اوڑھنے والے مجسم نور کی دختر

وہ عبداللہ کی پوتی، آمنہ کے پور کی دختر

وہ قاسم کی بہن وہ طیب و طاہر کی ماں جانی

جو ماں کی گود میں اتمامِ نعمت کی طرح آئی

وہی آئینہ عفت کا سب سے خوشنما جوہر

خدیجہ طاہرا کے بطن کا اک بے بہا، گوہر

وہ صبح نور چشمِ رحمتِ العالمین زہرا

نگیں خاتمِ تسکین ختم المرسلین زہرا

وہ زہرا جو شبیہ اسوہ سرکارِ عالی تھی

علی سے آج اس زہرا کی شادی ہو نیوالی تھی

ہندو کتب اور خاندان سیدہ

ہندو دھرم ہمارے برصغیر ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کا مشہور اور قدیم مذہب ہے۔ ہندوستان میں اسی دھرم کو ماننے والوں کی کثرت ہے۔ لیکن یہ دھرم دنیا کے باقی ادیان سے بہت سی باتوں میں مختلف ہے۔ اس دھرم کے بارے میں یہی معلوم نہیں کہ اس کا اولین داعی کون ہے؟ اس کا پیغمبر اور نبی کون ہے؟ اس کا آغاز کب سے ہوا؟ اور اس کو ماننے والوں کو ہندو کیوں کہا جاتا ہے؟ بلکہ یہ بھی کسی قدر مشکوک ہی ہے کہ اس کی اصل اور اساسی کتاب کون سی ہے؟ اور یہ بات تو انتہائی پیچیدہ ہے کہ اس کی کوئی واضح اور جامع تعریف کی جاسکے۔ تاہم اس کی کتابوں کے اندر بہت سی ادھر ادھر کی باتوں کے جھرمٹ میں سے کچھ باتیں ایسی بھی پائی جاتی ہیں جنہیں دیکھ کر کسی قدر وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ یا تو بذات خود وحی الہی ہیں یا پیغمبرانہ تعلیمات سے ماخوذ اور انہی پر مبنی ہیں۔ ہمارے نبی رسول اللہ سے متعلق ان کتابوں میں بہت سی واضح پیشگوئیاں بھی ہیں اور یہ یقینی ہے کہ پیشگوئیاں اسی نوع سے تعلق رکھتی ہیں۔ پیشگوئیوں کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ ان کا تعلق جس شخص سے ہوتا ہے اس کا نام چاہے لیا جائے یا نہ لیا جائے۔ لیکن اس کی ایسی علامتیں اور خصوصیات بیان کر دی جاتی ہیں اور اس کے گرد و پیش کا ایسا نقشہ کھینچ دیا جاتا ہے کہ جب وہ منظر عام پر آئے تو پہچاننے میں کوئی تردد اور شبک و شبہ نہ ہو۔ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا

ہے کہ اس کا مطلب تو یہ ٹھہرا کہ ہندوؤں کی کتب بھی آسمانی اور الہامی تھیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن نے تورات، زبور اور انجیل کا تذکرہ کیا۔ ان پر ایمان لانا ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ مگر بہت ساری ایسی کتب اور صحائف بھی تو ہو سکتے ہیں کہ جن کا اللہ نے تذکرہ نہ کیا۔ مگر وہ الہامی ہوں۔ بالکل ایسے ہی کہ جس طرح تھوڑے سے نبیوں کا اللہ نے تذکرہ کر دیا اور بہت بڑی تعداد کا تذکرہ نہیں کیا۔ تو جن کا تذکرہ نہیں کیا ان میں کسی کا نام سامنے آتا ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے یہ اللہ کے نبی ہوں۔ یعنی ہم نہ تو صراحت کے ساتھ کے نبی ہونے کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی یقین کے ساتھ کسی کو نبی مانتے ہیں۔ یہ بات مورخین کہتے ہیں کہ ہندوؤں کی ویدیں ابراہیم سے بھی پہلے کے دور کی ہیں۔ اب جب یہ اس قدر پرانی ہیں تو ممکن ہیں وہ الہامی ہوں۔ مگر ماننے والوں نے بعد میں تحریف کر دی۔ اور جہاں تک نبی کی بات ہے تو یہ بات اللہ تعالیٰ بھی قرآن میں فرماتے ہیں۔

ان ارسلناک بشیرا و نذیرا و ان من امة الا خلا فیہا نذیرا (سورۃ فاطر 24)

ترجمہ: بیشک ہم نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ اسی طرح کوئی امت ایسی نہیں گزری کہ اس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔

ایسے ہی دوسرے مقام پر فرمایا۔ انما انت منذر و لکل قوم ہاد (سورۃ الرعد 7)

ترجمہ: بلاشبہ آپ تو محض ڈرانے والا ہیں اور ہر قوم کے لئے ہدایت دینے والے ہو گزرے ہیں۔

غور فرمائیے! قرآن ثابت کر رہا ہے کہ ہر قوم میں کوئی نہ کوئی رسول گزرا ہے پچھلے دنوں میں نے ایک کتاب میں پڑھا جس میں لکھا تھا کہ کینیڈا میں جو اصل باشندے ہیں وہ باقاعدہ ایک پیغمبر کو مانتے ہیں یہ پیغمبر اللہ کے آخری رسول سے بہت پہلے آیا تھا۔ اس کا نام "گلوں کلپ" تھا۔ گلوں کلپ پہ ایک کتاب نازل ہوئی جو ان کے پاس بھی موجود ہے۔ یہ لوگ سال میں ایک بار اس کی تلاوت کر کے اس کو ختم کر دیتے ہیں۔ یہ جب دعا کرتے ہیں تو مشرق (غالباً قبلہ) کی جانب منہ

کر کے دعا کرتے ہیں۔ ہاتھ بھی اٹھاتے ہیں ایک اللہ کو مانتے ہیں۔ (The Great Law) ان کی جو مذہبی کتاب ہے اس میں تجارت، شادی بیاہ، مرنا جینا، اور دیگر معاملات پر رہنما اصول دیئے گئے ہیں۔ ان کی عورتیں چہرے کے سوا پورے بدن کا پردہ کرتی ہیں۔ ان کے مرد کندھوں تک لمبے بال رکھتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ ہر انسان کے کندھے پر دو نہ نظر آنے والی قوتیں بیٹھی ہیں۔ جو اچھائی برائی کو درج کرتی ہیں۔ اسی طرح یہ جانور کو باقاعدہ ذبح کرتے ہیں اور "The Great Being" یعنی اللہ کا نام لیتے ہیں۔ ہر کام کرنے سے قبل اپنی زبان میں اللہ کا نام لیتے ہیں۔ اللہ کا کوئی شریک نہیں مانتے۔ یہ لوگ بڑی پرست میں اکٹھے کھانا کھاتے ہیں۔ جب یہ عبادت کرتے ہیں تو صف بندی کرتے ہیں اور اس صف بندی میں اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ درمیان میں خلاء نہ رہے۔ اللہ جانتا ہے یہ تعلیمات جو اس قوم کی ہیں وہ اسلام کے مطابق ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ ہمارا پیغمبر ہمیں بتا کر گیا ہے کہ مشرق کی جانب نظر رکھو وہاں سے ایک اور شخص آئے گا اور یہی باتیں دہرائے گا۔

مندرجہ بالا باتوں کو ہمارے پیغمبر نے دہرایا الغرض ہمارے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ نے ہر قوم میں رسول بھیجے اور کتب بھی اور صحائف بھی بھیجے۔ اب ان کتب کی تعلیمات کہ جن کے بارے میں ہمارا قرآن خاموش ہے وہ اسلام کی تعلیمات سے ملتی ہیں۔ تو ہمیں گمان غالب ہونے لگتا ہے کہ یہ کتب الہامی ہوں۔

ہندومت میں متعدد کتابیں مقدس قرار دی جاتی ہیں۔ ان مقدس کتابوں میں وید، اپنشد اور پران بھی شامل ہیں۔ لفظ وید کا مادہ ود سے ہے۔ جس کے معنی جاننا، علم کے ہیں۔ لہذا وید کے معنی علم کی بہترین سطح، ویدوں کی چار اقسام ہیں۔

رگ وید : رگ کے معنی حمد و ثنا

یجر وید : یجر سے مراد قربانی کی بھینٹ

سام وید : سام کے معنی برابر کے ہیں اس میں شعری اوزان کے متعلق ہے۔

اتھروید : اتھرا کے معنی آخری ہیں۔ اس میں سحر و جادو کے متعلق علم ہے۔

ویدوں کو ہندو مذہب میں مقدس ترین مقام حاصل ہے اور ہندوؤں کے نزدیک یہ مستند ترین ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہندومت کی بنیاد ہی ان ویدوں پر ہے۔

یہ بات آج تک طے نہ ہو سکی کہ ان ویدوں کا مقام تحریر یا مقام نزول کیا تھا؟ یہ بھی معلوم نہ ہے کہ وہ کون سے رشی یا شخصیات تھیں؟ جن کو یہ وید عطاء کئے گئے۔ مگر اس کے باوجود اللہ کی توحید اور واحدانیت کی جھلکیاں ان ویدوں سے آج بھی جھلک رہی ہیں۔ جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ ہندو آغاز میں ایک خدا کو مانتے تھے اور اللہ نے ان کی ہدایت کے لئے اہتمام کیا تھا۔ بعد میں ہندو مذہب میں شرک کی آمیزش ہو گئی۔ کہیں کہیں ویدوں کی تعلیمات اسلام سے ملتی جلتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

وہ سب کا پیدا کرنے والا ہے اور خود کسی سے پیدا نہیں ہوا۔ وہ خود اپنی قدرت سے قائم ہے۔ ان صفات سے موصوف ہستی مطلق عین علم اور عین راحت پر مآتما پر کلپ (خدائی دن جو دنیا کے لاکھوں سالوں کے برابر ہوتا ہے) کے شروع میں ہمیشہ اپنی قدیم وابدی مخلوقات کے لئے ویدوں کے صحیح و صادق الہام کے ذریعے علم کو ظاہر کرتا ہے۔ (بجروید ادھیائے چار منتر آٹھ) بھگوان کی تعریف و توصیف اب ایک منتر میں ملاحظہ کیجئے۔

ایشور جو تمام دنیا پر محیط ہے۔ بالیقین ہر جگہ حاضر ناظر اور موجود ہے۔ کیونکہ ویا پک (محیط) اور ویا پیہ (محاط) دونوں کا تعلق اتصالی ہے۔ وہ ایشور حکیم مطلق ہے۔ یعنی سب کی سہتا ہے۔ اس لئے اس کی سہہ بھی کہتے ہیں وہ ایشور ایک ہی ہے۔ (اتھروید)

اتھروید میں دی گئی بھگوان کی صفات کی جھلکیوں کا انداز قرآن میں ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ اللہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہیں (النساء 126)

ii- کیا آپ دیکھتے نہیں کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ آسمانوں میں

ہے اللہ اسے خوب جانتا ہے (المجادلہ 7)

iii- اللہ سب کچھ جاننے والا حوصلے والا ہے۔ (احزاب 51)

iv- **قل هو اللہ احد** (اخلاص) میرے نبی کہہ دو اللہ ایک ہے۔

یجر وید کے منتر میں جو صفات بیان کی گئی ہیں۔ وہی اسلامی تعلیمات ہیں۔ زمانہ اول کے ہندو بھی بھگوان کو واحد مطلق جانتے تھے۔ اس علیم مطلق اپنی ذات میں واحد اور یکتا جانتے تھے۔ اس دنیا کو بنانا اور قائم رکھنا اسی کی صفات ہیں۔ آج بھی اگر غور کیا جائے تو ہندوؤں میں بے شمار دیوتا ہیں۔ جن کے بتوں اور مورتیوں کی پوجا کی جاتی ہے۔ مگر ایک ایسی ذات بھی ہے کہ جس کی نہ کوئی مورتی ہے نہ بت اور نہ ہی کوئی تصویر ہے۔ اس ذات کو مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔

i-	بھگوان	ii-	ایشور	iii-	پریشور
iv-	مہا آتما	v-	اوم		

ہندو جس دیوتا کی پوجا کرتے ہیں اس کا اپنا نام ہوتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس دیوتا کے بت کو بھگوان کہہ دیں۔ ایشور کہہ دیں ان معنوں میں کہ دیوتا بھگوان یا ایشور کا اوتار ہے۔ یا پریشور کا مظہر ہے۔ مگر ہندوؤں کے ہاں بھگوان ایک ہی ہے۔ جس کی کوئی تصویر نہیں کوئی بت یا مورتی نہیں ہے۔ بھگوان کا لفظ سنسکرت کے مصدر بھج سے نکلا ہے اس کے معنی بھجن یعنی اطاعت و عبادت کرنے کے لائق ہستی کے ہیں کہ ایسی ہستی جس کے بھجن یعنی حمد و ثناء کے گیت گائے جائیں۔

اسی طرح ایشور سے پریشور کے لفظ فضیلت میں زیادہ ہے۔ یعنی کائنات کا بندوبست چلانے والا، رکھوالی کرنے والا، مہا آتما کا مطلب ہے سب روحوں سے بڑی روح جس میں

بالآخر ساری روحیں مل جائیں گی۔ یعنی موکش حاصل کر لیں گی۔ دوسرے لفظوں میں واصل بحق ہو جائیں گی۔

ایک پانچواں نام جو انتہائی مقدس اور افضل ہے وہ اوم ہے۔ سوامی آنند اپنی کتاب میں اس کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

جس برہم بھگوان کے وصال کی خواہش کئے ہوئے عالم اس کے تصور اور اپدیش (وعظ) کرتے ہیں۔ جو اس قسم کا پد ہے (حاصل کرنے کے لائق پر میثور) اس کو میں تجھے اختصار کے ساتھ بتاتا ہوں۔ وہ اوم ہے۔ (کٹھ اپنشد)

جس کا نام اوم ہے۔ وہ لازوال ہے۔ اس کو کبھی فنا نہیں۔ (مانڈوکیہ اپنشد)۔

برطانیہ کے پروفیسر جان بوکر (John Bowker) جو کہ آج کل امریکہ میں پینسلوانیا کی یونیورسٹی میں مذہبی تحقیق کے پروفیسر ہیں نے اپنی کتاب (World Religion) میں اوم کے بارے میں لکھا ہے۔

The conch represents "OM" the first sound of Creation and also the beginning of matter, as sound and matter are considered to be symonymous worshippers intone "OM" as means of trying to attain oneness with a deity.

" گھونگا اوم کی علامت کو ظاہر کرتا ہے یہ تخلیق کی پہلی آواز ہے اور مادہ کا آغاز بھی اسی آواز سے ہوا۔ اوم اور مادہ کے مترادف یا ہم معنی خیال کیا جاتا ہے۔ عبادت گزار اوم کو ان معنوں میں پکارتے ہیں کہ وہ کسی معبود کی عبادت کے ساتھ توحید کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں" لفظ اوم ہندو اکثر کسی کام کی ابتداء میں کہتے اور لکھتے ہیں۔ جس کو باعث برکت سمجھا جاتا ہے۔ جس طرح اہل اسلام کسی کام کے آغاز میں بسم اللہ لکھتے اور پڑھتے ہیں۔

سنسکرت انگلش ڈکشنری (مؤلفہ پنڈت ہر دیال ایم اے شاستری) نے اوم کے معنی یوں لکھے ہیں۔

OM, A holy word sanskrit language which is showing different meaning but true meanings are the following

- i. A hand of God.
- ii. A Power of God.
- iii. A strenght of Nature

(The Sanskrit English dictionary by pt. HAR DAYAL M.A. Shastri)

"اوم سنسکرت زبان کا ایک پاکیزہ لفظ ہے۔ جو مختلف معنی کو ظاہر کرتا ہے۔ لیکن اس کے اصلی اور حقیقی معنی درج ذیل ہیں۔

خدا کا ہاتھ

خدا کی قوت

فطرت کی طاقت

اور مسٹر جگت لال فاضل سنسکرت میں اوم کے یہ معنی لکھتے ہیں۔

OM, The strengthend hand of nature coaching the world.

The Father of earth

The Face of God.

(A Key of Sanskrit Lock Voll. 2 by Mr. J.K. Jagat Lal)

اس کی مزید وضاحت اس تجزیہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ کیدار ناتھ ناشی نے اپنی کتاب

ہماری پانچویں بولی میں اوم کا تجزیہ یوں کیا ہے۔

الف	اما کرہ	یعنی آنے جانے کا راستہ
و	ودیا	یعنی علم
م	مہتمم	یعنی دانائی و حکمت

اب خیال فرمائیے آنے جانے کا راستہ دروازہ کہلاتا ہے۔ جسے عربی میں باب کہتے ہیں۔ جناب کیدار ناتھ ناشی کی لغت کے مطابق اوم سے مراد علم و حکمت کا دروازہ ہے۔ مقام غوریہ ہے کہ وہ کون سی ہستی ہے جو علم و حکمت کا دروازہ کہلاتی ہے۔ اس ہستی کا نام حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ جس کی شان میں خود رسالت مآب نے فرمایا۔

انا مدینۃ العلم و علی بابہا

چنانچہ مندرجہ بالا تمام معنی و مطالب کی روشنی میں کچھ یوں سمجھ میں آتا ہے کہ اوم سے مراد خدا نہیں۔ بلکہ خدا سے منسوب کوئی چیز ہے۔ یعنی خدا کا ہاتھ، خدا کا چہرہ، قدرت کی طاقت۔ لہذا اس کے مصداق وہی ہستی ہے جسے زبان رسالت نے "ید اللہ، وجہ اللہ" کہا۔

بس یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہندو جسے اوم کہتے ہیں وہ حقیقت میں مراد علیؑ ہیں۔ جو مشکل کشائے عالم ہیں۔ واضح رہے ہندو پجاری جب کسی بھی دیوتا کریشن، رام وغیرہ کی مورتی پوجا کرتے تو حقیقت میں وہ اپنے اصلی خالق و مالک کی عبادت کر رہے ہوتے ہیں۔ مگر اس پوجا کے اندر خواہش بھگوان، ایشور، پریشور کی بھگتی اور عبادت کی ہوتی ہے۔ حقیقت میں ہندو بھی ایک خدا کو ماننے والے ہیں۔ ریورینڈ وارڈ کا کہنا ہے کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہندو پر ماتما کی وحدت پر یقین رکھتے ہیں۔

ہندوؤں کے معروف لیڈر لالہ لاجپت رائے جنہوں نے 1914ء میں لندن میں بیسویں صدی کے ہندو معاشرے اور ویدوں کا دور کا موازنہ کرتے ہوئے ایک کتاب لکھی اس

کتاب کے اختتامی باب کا آغاز وہ اس طرح کرتے ہیں۔

اے مالک کائنات میں تمہارا عابد ہوں۔ صرف تمہارا ہی ہوں۔ اے قادر مطلق تمہارے سوا میرا کوئی اور یار و مددگار نہیں۔ (رگ وید بحوالہ آریہ سماج کی تاریخ)

کوئج بجوان سجز ناویدوں کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حقیقی طور پر یہ عظیم خیالات ہمیں اس بات کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ ویدوں میں واحد ایشور کی ذات کو تسلیم کیا گیا ہے۔ جو تمام طاقتوں کا مالک ہے۔ لامحدود اور فانی ہے۔ اس کائنات کی روشنی اور مالک ہے۔

لہذا یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہندومت کی بنیاد ہی ان ویدوں پر ہے۔ ویدوں کے بعد ہندوؤں کی مقدس کتابوں میں اپنشد کا نمبر آتا ہے۔ اپنشد کا لفظ دراصل تین لفظوں سے ملکر بنا ہے۔ اپا جس کے معنی قریب کے ہیں۔ نی جس کے معنی ہیں نیچے، شد کا مطلب ہے بیٹھنا۔ گویا اپنشد کے معنی ہوئے قریب ہو کر زمین پر بیٹھنا۔ جس طرح شاگرد اپنے استاد کے سامنے بیٹھتا ہے۔ بالفاظ دیگر اپنشد کے معنی استاد کے پاس بیٹھ کر علوم مقدس کی تعلیم حاصل کرنا ہے۔ دوسرے معنی وہ مقدس علم جس کے ذریعے جہالت اور لاعلمی کو ختم کیا جاتا ہے۔

اپنشدوں کی تعداد 200 سے زائد ہے۔ روایتی طور پر ان کی تعداد 108 بتائی جاتی ہے۔ ویدانت کا لفظ ابتداء میں اپنشدوں کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ ویدانت کا مطلب ویدوں کا اختتام انجام اپنشد ویدک کے آخر میں آتے ہیں۔ بعض پنڈتوں کے نزدیک اپنشد کو ویدوں پر فوقیت اور برتری حاصل ہے۔ استناد کے حوالے سے دیکھا جائے تو اپنشد کے بعد پرانوں کا نمبر آتا ہے۔ پران ہندومت کے سب سے زیادہ پڑھے جانے والے مذہبی متون ہیں۔ پرانوں میں آغاز کائنات کی داستان بیان کی گئی ہے۔ ابتدائی آریائی قبیلوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہندو مذہب کی مقدس مذہبی شخصیات کی زندگی کے اہم واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

پرانوں کو بھی ویدوں کی طرح الہامی کتابیں خیال کیا جاتا ہے۔ اور ان کا زمانہ نزول

بھی ویدوں کے لگ بھگ ہی بتایا جاتا ہے۔ یعنی یہ اسی وقت نازل ہوئے جس دور میں وید تحریر ہوئے تھے۔

مہارشی ویاس نے پرانوں کو اٹھارہ ضخیم حصوں میں ترتیب دیا ہے۔ انہوں نے ویدوں کی ترتیب و تدوین بھی کی ہے اور انہیں مختلف عنوانات کے تحت تقسیم کیا ہے۔ گیتا اور مہا بھارت کی تدوین بھی اسی قلم سے ہوئی۔ پرانوں میں سے اہم کتاب بھوش پران یعنی مستقبل کا پران سمجھی جاتی ہے۔ اس کا یہ نام اسی وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس کتاب میں مستقبل میں رونما ہونے والے واقعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہندو اس کتاب کو کلام الہی گردانتے ہیں۔ مہارشی ویاس محض اس کتاب کے جامع تھے۔ مصنف خود خدا تھا۔

مذکورہ بھوشیہ پران میں ایک فصل پرتی سرگ ہے۔ اس فصل میں بتایا گیا ہے کہ جو رسول کل جگ میں پیدا ہوگا جسے کالکی اوتار کیا جاتا ہے۔ اس کا نام سروانما ہوگا۔ چونکہ ہندوؤں کے ہاں زمانے کو چار ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔

i۔ کرتا یگ 4 ہزار سال پر محیط ایک مثالی دور جس میں سب لوگ ایک ہی الوہیت کی پرستش کرتے تھے۔

ii۔ تریا یگ 3 ہزار سال۔۔۔

iii۔ دوا پر یگ 2 ہزار سال۔۔۔

iv۔ تھیا (کالی) یک کوئی پیمانہ نہیں موجودہ دور

نوٹ:- یاد رہے ہندوؤں کے ہاں فنا جسے وہ "پرلا" یا پرلوک کہتے ہیں۔ جس میں جو

برہم دن (بھگوان کا دن ہے) وہ اتنا بڑا ہے کہ اس میں چودہ منتر ہیں۔ اور جب یہ چودہ کے چودہ

گزر جائیں گے تو کائنات تباہ ہو جائے گی۔ (سوامی آنند جی)

کالی یگ میں کلکی اوتار کا نزول ہوگا۔ اسی کو کلپ بھی کہتے ہیں اور ایک ہزار مہا یگ بھی۔

ہندوؤں کی الہامی کتب میں ایک کتاب بھوشیہ پران میں آخری زمانہ میں آنے والے کلکی اوتار کے ظہور سے متعلق پیشگوئی واشکاف الفاظ میں موجود ہے اور کلکی اوتار جس کے ظہور کا انتظار اب تک ہندو کرتے چلے آ رہے ہیں اس کی صفات درج ہیں۔ یہ صفات سو فیصد ہمارے نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ پر صادق آتی ہیں۔ ہندوؤں کی الہامی کتب میں موجود کلکی اوتار کی درج ذیل صفات اقتصار کے ساتھ پیش کی جا رہی ہیں۔

☆ اس (کلکی اوتار) کا نام سروانما ہوگا۔ جوکل جگ میں پیدا ہوگا۔

انما اس شخص کو کہتے ہیں جس کی تعریف و ثناء کی جائے اور سرو کا مفہوم ہے۔ دوسروں سے زیادہ سے زیادہ یا سب سے زیادہ چنانچہ سروانما کے معنی ہوئے جس کی سب سے زیادہ ثناء بیان کی جائے۔ سروانما کا عربی ترجمہ کیا جائے۔ تو بنے گا "محمد" جو ہمارے پیارے نبی آخر الزماں کا نام گرامی ہے۔ اس کے علاوہ بھی حضور اکرمؐ کو ہندوؤں کی الہامی کتب میں مختلف ناموں سے پکارا گیا ہے۔ جیسے سام، نراشنس، جگ پتی وغیرہ۔

☆ کلکی اوتار سوتی سے پیدا ہوگا۔ اور اسکے پتا کا نام ویشنوولیش ہوگا۔

سوتی سے مراد ہے امن والی عورت جسے عربی میں آمنہ کہتے ہیں۔ جبکہ ویشنوولیش سے مراد ہے خدا کا بندہ۔ جس کا عربی میں ترجمہ عبد اللہ ہے۔ اور یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضور اکرمؐ کے والد گرامی کا نام عبد اللہ تھا۔ جو حضور کی ولادت سے پہلے وفات پا گئے۔ جبکہ آپؐ کی والدہ کا نام آمنہ تھا۔ جو آپؐ کی ولادت کے ٹھیک دو سال بعد خالق حقیقی سے جا ملیں۔

☆ کلکی اوتار شنبل گرام میں ایک برہمن مہنت کے ہاں پیدا ہوگا۔

ان الفاظ پر غور کیجئے کہ کلکی اوتار "شنبل گرام" میں پیدا ہوگا۔ شنبل کے معنی ہیں امن والا جبکہ گرام کے معنی ہیں گاؤں یا علاقہ۔ چنانچہ اس سے مراد امن والا علاقہ یعنی بلا دامن اور حضورؐ کی ولادت جس شہر میں ہوئی اس کو بلا دامن کہ کر پکارا گیا ہے۔

☆ کلکی اوتار کے پتا کا اس کی ولادت سے پہلے دیہانت ہو جائے گا اور ماما اس کی

ولادت کے بعد بھگوان کو پیاری ہو جائیگی۔ حضورؐ کے والدین کے ساتھ یہی ماجرا پیش آیا۔

☆ کلکی اوتار سائل دیپ کی مالکہ سے بیاہ کرے گا اور بیاہ کا سارا کام اس کا ایک

چچا اور تین بھائی سرانجام دیں گے۔"

سائل دیپ قدیم ہندوؤں کے نزدیک جزیرہ العرب کو کہتے ہیں اور حقیقت کسی سے مخفی و پوشیدہ

نہیں کہ آپؐ کا بیاہ عرب کی عورتوں کی سردار یعنی ملیکہ العرب خدیجہ الکبریٰ سے ساتھ ہوا۔ آپ

اتنی مالدار تھیں کہ عرب کے بڑے بڑے سردار آپ کے مقروض تھے اور شادی کے سارے

انتظامات آپ کے چچا ابو طالب اور ان کے تین بیٹوں طالب، جعفر اور عقیل نے ملکر سرانجام

دیئے۔ حضور سیدہ خدیجہ کے ہاں یسین کا سہرا سجا کر، طہ کی لڑیاں لگا کر، نبوت کا تاج پہن کر، موسیٰ

کا عصا ہاتھ میں لیکر، دولہا بن کر آئے اور حضور کا نکاح خود آپ کے چچا ابو طالب نے اپنی زبان

مبارک سے پڑھا۔

☆ کلکی اوتار ایک پہاڑ کی گھپا (غار) میں جا کر بھگوان کی پوجا کریگا۔

سید الانبیاءؑ بھی غار حرا میں جا کر اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے جہاں پر آپؐ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔

☆ کلکی اوتار اپنے دین کا آغاز منہبل گرام میں اپنوں کی دعوت سے کرے گا۔

حضور اکرمؐ نے بھی غار حرا میں عبادت کرنے کے دوران وحی الہی کے ذریعے اپنی رسالت کے

اعلان کا حکم ملا اور آپ نے اپنے شہر کے اقرباء کو دعوت دی۔ جو ذی القعدة کے نام سے

مشہور ہے۔ دعوت ذی القعدة کا تذکرہ غیر مسلموں نے بھی اپنی کتب میں کیا ہے۔ چنانچہ

E. Dinet نے اس دعوت کا تذکرہ اپنی کتاب "The Life of Mohammad" میں

یوں کیا ہے۔

But having been ordered by his Supreme Master to preach the doctrines of Islam which was Muhammad's most earnest wish, he threw off the restraint that crushed him, and resolved to have recourse to strong measures. he ordered Ali to prepare a meal composed of a leg of lamb, hot corn and a jar of milk. he then invited his relatives to partake of it.

Not one refused and there came forty persons all told, among them his uncles on his father's side: Abu Talib, Hamzah, Abbas and Abu Lahab. When the guests had eaten their fill, much to their great surprise, for this modest repast could have been easily swallowed up by any one man among them, Muhammad made as if to address the meeting. But Abu Lahab, having some suspicions respecting his nephew's ideas which did not meet with his approval, took the words out of his mouth: "What kind of spell does our host seek to cast over us?" he cried. In superstitious fear of being bewitched, the proof of such a dire fate being furnished by the fact that their hunger had been appeased by a

most meagre banquet, the guests scattered away in great haste.

Affronted by their lack of courtesy, the Prophet (PBUH) said to Ali: "Didst thou give heed to my uncle when he cared not how impolitely he behaved in preventing me from speaking? But no matter! Get another meal ready for tomorrow, and go round and invite all the same people."

Next day, in the presence of the guests once more gathered together, Muhammad hastened to make himself heard and succeeded in so doing. "No one living hath ever brought to the Arabs what I bring", he declared: "That is to say, glorious good fortune in this world and supreme felicity in the next. Allah the Most High hath commanded me to summon all men to him. Who among ye wisheth to share my work and help me to accomplish my mission? Such a man shall be my proxy and my lieutenant---nay, my brother!"

At this unexpected declaration, all the people present, started at each other in stupefaction; and knowing not

what to reply, their features betrayed naught else but fierce enmity and showed what their answer would have been. Faithful Ali, expecting an outburst of joy, at such great, good news, coupled with ardent competition in hopes of the honour of becoming Muhammad's henchman, for that his youth demanded his silence in the midst of such a gathering of noble folk and standing up erect, carried away by his enthusiasm, he cried out: "O Prophet of Allah! I will be thy lieutenant!"

The prophet (PBUH) patted Ali's neck affectionately while proclaiming: " Here is my proxy and my lieutenant: Here standeth my brother! Listen to him and obey!"

By this time the stupefaction of the guests was boundless, but they suppressed their rage and received the declaration with great bursts of merriment. Abu Lahab turned to Abu Talib and shouted ironically: "Hast heard thy nephew's speech? He ordereth thee to listen to your son and obey him!"

"The Life of Mohammad"

by E.Dinet

☆ کلکی اوتار کو ایک اڑنے والا گھوڑا دیا جائے گا۔ جو بجلی سے بھی تیز ہوگا۔ یہ اس پر سوار ہو کر زمین کی اور ساتوں آسمانوں کی سیر کریگا۔

یہ واقعہ معراج کی طرف اشارہ ہے جو حضورؐ کو براق کے ذریعے زمین و آسمان کی سیر کرائی گئی۔ اسلامی کتب میں براق کا حلیہ جو بیان کیا جاتا ہے۔ ہندو روایات میں براق کی یہ علامات اتنی پختہ ہیں کہ جگت گرو، سرور عالم کے گرد نے لکھا ہے "الور کے غار میں جو اورنگ آباد کے علاقے میں ہے یہاں متعدد دیوستان ہیں۔ جہاں پتھرے تراشے ہوئے بت ملتے ہیں تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ یہ دیوستان دو ہزار سال پیشتر کے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک دیوستان جس کا نمبر 16 ہے۔ اس کا نام رنگ محل ہے اس میں ہر اوتار کی صورت کے سامنے اس کی سواری ہے۔ کلکی اوتار جو ان میں سے دسواں اوتار ہے۔ اس کی صورت نہیں صرف اس کی دو سواریاں چھت میں پتھر میں تراشیدہ ہیں۔ جو براق سے مشابہ ہیں۔" ویدک دھرم اور نبی کریمؐ "محمد ہندو کتابوں میں" ص 68

☆ کلکی اوتار دین دشمنوں سے تلوار کے ذریعے یدھ کرے گا۔ اور کروڑوں شہریوں اور راکھشوں کو کچلے گا۔ جنگ کے اندر فرشتوں کے ذریعے اس کی مدد کی جائیگی۔

حضور نے بدر، احد، خندق وغیرہ جیسے غزوات میں عرب کے ظالم اور مشرک افراد کے خلاف تلوار سے جنگ کی اور ان کو تہ تیغ کیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ اللہ نے فرشتوں کے ذریعے آپؐ کی مدد فرمائی اور آپؐ نے قلیل سپاہ کے ساتھ عرب کے مشرکوں کا قلع قمع کیا اور ان غزوات میں فرشتوں نے آسمان سے اتر کر حضورؐ کی مدد فرمائی۔

اس کے علاوہ کلکی اوتار ان مقدس صفات سے متصف ہوگا۔

☆ ان صفات کا ذکر مہا بھارت میں اس طرح آیا ہے۔

- | | | |
|----|--------|-------------------------------|
| 1- | پر گیا | غیبی باتوں کی اطلاع پانا |
| 2- | کلنیتا | عالی نسب اونچے خاندان سے ہونا |

- | | | |
|----|------------|-----------------------|
| 3- | اندر یہ من | اپنے نفس پر قابو پانا |
| 4- | رشوتکیاں | یعنی وحی نبوت پانا |
| 5- | پراکرم | طاقتور جسم ہونا |
| 6- | بھوبھاشتا | کم بولنا |
| 7- | دان | جو دوسرا |
| 8- | کرتکنا | حکمت دور اندیشی |

سیرت سید الانبیاء گواہ ہے کہ یہ تمام صفات حضور میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ آپ عرب کے اونچے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی غیبی باتوں کا علم وحی کے ذریعے دیا جاتا۔ آپ کے بارے میں ہے کہ آپ مضبوط اور طاقتور جسم کے مالک تھے۔ دور اندیش، سخی، کم گو اور خواہشات نفس پر مکمل قابو ہونے کے سبب اپنے دشمنوں میں بھی مشہور تھے۔

☆ بڑے بڑے اوتار چوبیس ہیں۔ کلکی اوتار آخری ہوگا۔ جس پر خاتمہ ہوگا۔

سید الانبیاء آخری نبی ہیں۔ اس کے علاوہ کسی نبی پیغمبر یا اوتار نے آخری اوتار ہونے کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ بلکہ صرف حضور نے فرمایا میں اللہ کا آخری نبی ہوں۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

ماکان محمد۔۔۔۔۔ وخاتم النبیین

محمد تم مردوں میں سے کسی مرد کے باپ نہیں بلکہ یہ خاتم الانبیاء ہیں۔

☆ کلکی اوتار کے جسم سے نہایت عمدہ خوشبو پھوٹی ہوگی۔ جو فضا کو معطر کرے گی۔

صحابہ کا کہنا ہے کہ حضور اکرم محمد مصطفیٰ ﷺ کے جسم سے اتنی خوشبو آتی تھی کہ جس گلی سے گزرتے تھے کئی دن تک وہاں سے خوشبو نہ جاتی تھی۔ ہم سمجھتے یہاں سے آمنہ کا لعل گزر کے گیا ہے۔

☆ اس کلکی اوتار کی ایک سپوتری ہوگی جو سنسار کی تمام استریوں کی سردار ہوگی۔

یہ نشانی بھی ہماری کتاب کے موضوع کے لحاظ سے انتہائی غور طلب ہے۔ کہ ہندو کتب کے نزدیک

کلکی اوتار کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اسکی ایک بیٹی ہوگی۔ اور وہ بیٹی اس مقام عظمت پر فائز ہوگی کہ کائنات کی ساری عورتیں اس کی کنیز اور وہ ان کی سردار ہوگی۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضور اکرمؐ کی بیٹی جس کا اسم گرامی فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا ہے۔ ساری کائنات کی خواتین سے افضل اور سردار ہیں۔ **افضل البناء العلمین۔**

یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں ہے کہ سیدہ الانبیاء کے نور کا ٹکڑا سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا تمام جہاں کی عورتوں کی سردار اور افضل ہیں۔ اور مادر حوا سے لیکر قیامت تک تمام عورتیں فاطمہ الزہرا کی کنیز بن کر توجنت میں داخل ہو سکتی ہیں۔ اس کو ناراض کر کے نہیں۔ اور یہ مقام سیدہ عالمین کو اس نور اور اولیس کی زبان سے عطاء ہوا۔ جس کی زبانی ماہی نطق عن لہویٰ کی مصداق ہے۔ جو اپنی زبان کو اس وقت تک جنبش نہ دے جب تک خدائی وحی نہ آجائے۔ لہذا سیدہ کونین کی فضیلت و سرداری بحکم خداوندی ہے۔ چنانچہ سید الانبیاء نے ارشاد فرمایا۔

فاطمہ سیدۃ النساء العلمین

ترجمہ: فاطمہ ساری کائنات کی عورتوں کی سردار ہیں۔ (ابن ماجہ مستدرک)

فاطمہ سیدۃ النساء اهل الجنة

ترجمہ: فاطمہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ سیدہ عائشہ اور سیدہ فاطمہ میں سے کون افضل ہے آپ نے فرمایا!

لا فضل علیہ بضعة من رسول اللہ احداً

ترجمہ: کہ میں رسول اللہ کے جگر کے ٹکڑے پر کسی کو فضیلت نہیں دے سکتا۔

اور صاحب تفسیر روح المعانی نے فرمایا

ان فاطمة البتول افضل نساء المتقدمات ولا متاخرات

فاطمہ اولین اور آخرین کی تمام عورتوں کی سردار ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں

اصحها فاطمة رضی اللہ عنہا افضل (الحاوی للفتاویٰ للسیوطی)

امام سبکی اور شیخ محدث دہلوں کا ایمان بھی یہی ہے۔

تفسیر معارف القرآن میں مفتی محمد شفیع آنحضرت سے روایت کرتے ہیں

حبک من لا نساء العلمین مریم بنت عمران خدیجۃ بنت خویلا

آسیہ زوجہ فرعون فاطمہ بنت محمد افضلن فاطمہ

مسند احمد میں یہ روایت یوں وارد ہوتی ہے۔

سیدہ نساء اہل الجنة مریم و افضلن فاطمہ فی الدنیا و الاخرہ

اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت سے فرمایا کہ تم کو اللہ نے عالمین کی عورتوں پر افضل

کیا ہے۔ لہذا سیدہ فاطمہ دنیا و آخرت کی تمام خواتین کی سردار ہیں اور جناب حوا سے لیکر قیامت

تک کی تمام عورتیں آپ سے مفضل ہیں۔ چنانچہ سخن فحوری کہتے ہیں۔

ایک ہوئیں جنت سے خارج ایک بیت اللہ سے مریم و حوا سے کیا دوں تجھ کو نسبت فاطمہؓ

اور جناب حوا سے لیکر قیامت تک کی تمام عورتیں فاطمہ کی کنیز کی حیثیت رکھتی

ہیں۔ لہذا سیدہ کو نین عالمگیر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ صدیوں پہلے الہامی کتب میں سیدہ کے ظہور کی

پیش گوئیاں موجود ہیں۔ ہندوؤں کے دیوتا ہزاروں سال پہلے حضور اور ان کی بیٹی کے ظہور کی

خوشخبری دے کر گئے۔ اور عیسائیوں کی الہامی کتابوں میں بھی سیدہ کا تذکرہ موجود ہے۔ جس کا ذکر

آئندہ صفحات میں کیا جائیگا۔

ہندوستان میں ایک کتاب شائع ہوئی جس کا نام کلکی اوتار ہے۔ مصنف الہ آباد یونیورسٹی سے تعلق

رکھتا ہے۔ مصنف جو ایک بنگالی ہندو ہے اور سنسکرت کا مہا ہے۔ اس کا نام پنڈت وید پرکاش

اپادھیائے پروفیسر ہے۔ اس کتاب کو وید پرکاش جیسے برہمن ہندو نے بڑی تحقیق کے بعد لکھا۔ اس کو آٹھ پنڈتوں کے سامنے پیش کیا۔ جن کا شمار ہندوؤں کے چوٹی کے مذہبی دانشوروں میں کیا جاتا ہے۔ ان سب نے کلکی اوتار نامی کتاب میں تحقیق کے بعد تصدیق کی۔ پنڈت وید پرکاش اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

ہماری جن بڑی کتابوں میں رہبر اور راہنما کا ذکر کلکی اوتار کے نام سے کیا گیا ہے۔ وہ درحقیقت عربستان کے محمد کی ذات مبارکہ پر ہی صادق آتا ہے۔ اس لئے ساری دنیا کے ہندوؤں کو چاہیے کہ وہ مزید کسی انتظار کی تکلیف نہ کریں۔ بلکہ اس ہستی کلکی اوتار یعنی پیغمبر اسلام پر ایمان لے آئیں۔ وید میں مذکور ہے کہ کلکی اوتار اس دنیا میں بھگوان کے آخری پیغمبر ہوں گے۔ جو ساری دنیا کی رہنمائی کے لئے بھیجے جائیں گے۔

اس کے علاوہ مہادیوجی نے ہزاروں سال پہلے ظہور فاطمہ و حسنین شریفین کی بشارت دی۔ جو ہندوؤں کی قدیم کتابوں میں درج ہیں۔ جن کے تراجم ہو چکے ہیں۔ مہادیوجی نے خلوص و محبت کے ساتھ دختر پیغمبر کے حضور میں نذرانہ عقیدت ان الفاظ میں پیش کیا کہتے ہیں۔

"اس کے بعد وہ قاد جس کی طرح کا کوئی نہیں وہ مہامت کو ایک بیٹی دے گا۔ جو ہزار بیٹوں سے بہتر ہوگی۔ اور بہت خوبصورت اور بے مثال ہوگی۔ اور اسکی بندگی میں بہت ہی درست ہوگی۔ کبھی اس کی زبان سے جھوٹ نہ نکلے گا۔ اور سب چھوٹے بڑے گناہوں سے محفوظ ہوگی۔ اور باپ کے وسیلہ سے وہ اللہ کے نزدیک ہو جائے گی۔ وہ بڑا قادر مہامت کی بیٹی کو دو بیٹے عنایت فرمائے گا۔ دونوں حسن جمال والے اور دونوں اللہ کے پیارے ہونگے۔ اور بہت زور والے اور اللہ کے پہچاننے اور ہمت و شجاعت یعنی بہادری والے اور سب نیک کاموں میں بے مثال ہوں گے۔ اور وہ قادر کہ اس کی طرح کا کوئی نہیں ہے۔ وہ دن بدن اپنی سچی دلیلوں سے لوگوں کو مہامت کے دن میں لائیں گے۔ اور مہامت کے دین کو روشن کریں گے۔ اور مہامت اپنی ساری

قوم سے بلکہ اپنی بیٹی سے بھی ان کو زیادہ چاہیں گے۔ یہ دونوں بیٹے مہامت کے دین میں کامل ہونگے۔ اور کوئی کام اپنی جی کی خوشی کے واسطے نہ کریں گے۔ اور سب قول اور فعل ان کے اس بڑے قادر کی مرضی کے موافق ہونگے۔ اے پارہتی مہامت کے مرنے بعد چند سال گزریں گے کہ مہامت کے ان دونوں نواسوں کو بعض شریر لوگ ناحق ظلم کر کے دنیا کی خاطر سے ان کو مار دیں گے۔ (برہم اتر کھنڈ صفحہ نمبر 25 بحوالہ واقع کر بلا کتب آسمانی اور ہندو دانشوروں کی نظر میں)

مندرجہ بالا حقائق اور پیشگوئی سے صاف واضح ہوتا ہے کہ ہندو دیوتا مہادیو جی نے سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ کو مہامت کہہ کر پکارا ہے۔ مہامت سے مراد ہے راجوں کا مہاراجہ، بڑا مہاراج، شہنشاہ، چنانچہ بھگت سائیں فرماتے ہیں کہ "رام چندر، شری کریشن، موسیٰ، عیسیٰ، گوتم بدھ، روحانی بادشاہ تھے۔ جبکہ محمد مصطفیٰ روحانی شہنشاہ ہیں"۔ اس میں شک نہیں کہ سید الانبیاء روحانی شہنشاہ ہیں۔

مہادیو جی نے بڑی خوش اسلوبی سے جناب فاطمہ یعنی مہامت کی بیٹی کی عظمت و شان بیان کی ہے اور ساتھ ہی مہامت کی بیٹی یعنی جناب فاطمہ کی اولاد کی عظمت یعنی طاہر کی ہے۔ ذرا سوچئے کہ ایک غیر مذہب دیوتا خاتون جنت کی شان میں کیا کچھ کہہ رہا ہے۔ وہ قادر کہ جس کی طرح کا کوئی نہیں وہ مہامت کو ایک بیٹی دے گا۔ جو ہزار بیٹوں سے بہتر ہوگی۔ ہندو دیوتا نے بشارت دی کہ مہامت کی بیٹی ہزار بیٹوں سے افضل، اشرف و اعلیٰ ہوگی۔ یقیناً یہی وجہ تھی کہ اللہ نے حضور کے بیٹے دینے کے بعد واپس لے لئے کیونکہ اللہ نے بیٹوں سے بہتر بیٹی آپ کو عطاء کی تھی۔

اے جبین مصطفیٰ تو ہی بتا کتنے سجدوں کا صلہ ہے فاطمہ

اگرچہ مہادیو جی نے رسول مقبول کی دختر پاک کا نام نہیں بتایا۔ لیکن ہندو دھرم کی بعض کتب مقدسہ میں ان کا اسم گرامی پھاتم (فاطمہ) اور بھتول (بتول) لکھا ہے۔

مہادیوجی نے کہا کہ وہ بہت خوبصورت اور بے مثال ہوگی۔

سید الانبیاء نے ظاہری حسن و جمال کی وجہ سے زہر القب پایا اور باطنی صفات کے سبب سے فاطمہ نام پایا۔ پھر شری مہادیوجی نے کہا کہ اللہ کی بندگی میں نہایت درست ہوگی۔ سرکار کونین اطاعت الہیہ میں اس کمال درجہ پر فائز تھیں کہ علامہ طاہر القادری نے البتول میں لکھا کہ جناب سیدہ عشاء کی نماز کے لئے سرسجدے میں رکھتیں اور تہجد کی نماز کو اٹھتیں اور کہتیں پروردگار تو نے رات کتنی چھوٹی بنائی ہے۔ میں تو ابھی تیری عبادت میں مشغول رہنا چاہتی ہوں۔ مہادیوجی سیدہ کی عصمت و طہارت کی گواہی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ سب چھوٹے بڑے گناہوں سے محفوظ ہوگی۔ جناب سیدہ کی اس صفت پر اللہ نے آیۃ تطہیر بھیج کر مہر ثبت کر دی۔ کبھی اس کی زبان سے جھوٹ نہ نکلے گا۔ تبھی تو جناب سیدہ اللہ کی توحید کی گواہ بن کر عیسائیوں کے مقابلہ میں مباہلہ کے لئے میں گئیں۔ توحید کی سچائی کی گواہ بن کر جانا آپ کے صدیقۃ الکبریٰ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ ہندوؤں کا دیوتا جس کی صداقت کی گواہی دے اور عیسائی جس کی صداقت کے آگے گھٹنے ٹیک دیں اور مباہلہ نہ کریں اسی زہر سے مسلمان گواہ طلب کریں پھر آگے مہادیوجی نے حسنین شریفین کے ظہور و مناقب کا بڑی شد و مد کے ساتھ تذکرہ کیا ہے کہ قادر مہامت کی بیٹی کو دو گوہر نایاب عطا کریگا۔ جن کی مثل اور کوئی بشر نہ ہوگا۔ اور مہامت کے دین میں کامل ہونگے۔ اور سب سے بڑھ کر صفت ان بیٹوں کی بیان فرمائی کہ وہ کوئی بھی کام اپنی خوشی کے لئے نہیں کریں گے بلکہ ان کا ہر فعل و قول اس ذات واجب و قادر مطلق کی رضاء سے ہوگا۔ اس پر قرآن کی آیت دلالت کرتی ہے کہ یا ایھا النفس المطمئنۃ ترضی علی ربک راضیۃ مرضیۃ کر بلا میں مولا حسین نے اللہ کی خاطر سب کچھ قربان کر دیا ہے اور راضیۃ المرضیۃ کی منزل پر فائز ہوئے۔ پھر مہادیوجی نے اپنی اہلیہ کو مخاطب کر کے کہا اے پار پتی مہامت کے مرنے کے بعد چند سال گزریں گے اور مہامت کے ان دونوں اسوں کو بعض شریر لوگ ناحق ظلم کر کے دنیا کی خاطر سے ان کو مار دیں گے۔ آقا حسن کی شہادت اور کر بلا میں آقا حسین کی شہادت اس پیشگوئی کی مصداق ہے۔

Church of Holy Lady Fatima

صاحبان عقل دانش جانتے ہیں کہ انوار مقدسہ پختن پاک کی آمد سے متعلق پیشین گوئیاں تورات و انجیل میں مذکور ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے **ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي تُوْرٰتٍ وَّالْاِنْجِيْلِ** کہ حضور کے ساتھیوں کی مثالیں تورات و انجیل میں موجود ہیں۔ حالانکہ یہود و نصاریٰ نے اپنی اپنی کتابوں میں لفظی اور معنوی تبدیلیاں کر لی ہیں۔ اور تعصب کی بناء پر محمد و آل محمد سے متعلق پیشین گوئیوں کو نکال دیا ہے۔ مگر اس کے باوجود تورات و انجیل میں ان سے متعلق پیشین گوئیاں موجود ہیں۔ مثلاً کتاب پیدائش (تورات) میں حضرت ابراہیم کی دعا کے جواب میں ارشاد خداوندی میں یوں درج ہے۔

"اور اسماعیل کے حق میں بھی میں نے تیری دعاسنی دیکھ میں اُسے برکت دوں گا اور اُسے برومند کروں گا۔ اور اُسے بہت بڑھاؤں گا۔ اور اُس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے۔"

"کتاب پیدائش":

صاحبان علم و فکر جانتے ہیں کہ اسمعیل کی نسل سے ہونے والے بارہ سردار اصل میں اوصیا مصطفیٰ بارہ امام ہیں۔ جن کی سرداری آج تک قائم و دائم ہے۔ اور تا قیام قیامت قائم و دائم رہے گی۔

چنانچہ تورات میں ایک اور مقام پر پنجتن پاک کا تذکرہ کچھ یوں کیا گیا ہے!

"میرا نام رب الافواج ہے۔ اور میں نے اپنا کلام تیرے منہ میں ڈالا اور تمہیں اپنے ہاتھ کے سایہ تلے چھپا رکھا۔ تاکہ افلاک کو برپا کروں۔ اور زمین کی بنیاد ڈالوں۔۔۔ لوگوں کے لیے راہ درست کرو اور شاہراہ اونچی اور بلند کرو۔ پتھر چن کر صاف کر دو۔ لوگوں کے لیے جھنڈا کھڑا کر دو۔ دیکھو خداوند نے انتہائی زمین تک اعلان کر دیا۔۔۔ دیکھو تمہیں نجات دینے والے آتے ہیں۔

دیکھو اُن کا اجر ان کے ساتھ اور کام سامنے ہے۔ اور وہ مقدس لوگ خداوند کے خریدے ہوئے کہلائیں گے۔ (یسعیاہ)

اس پیشگوئی میں صریحاً انداز میں سید الانبیاء کا و ما ینطق عن الہوی کا مصداق ہونا اور وجہ تخلیق کائنات ہونے کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ جن کے نور کو خلاق نے کائنات کی تخلیق سے پہلے خلق فرمایا۔ جبکہ پیشگوئی میں اُن مقدس ہستیوں کی آمد سے متعلق اعلان کیا گیا ہے۔ جو اس دنیا کی نجات کی ضامن بن کر آئیں۔ جن کی نشانی یہ بتائی گئی ہے۔ کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے خداوند (اللہ) کے خریدے ہوئے کہلائیں گے۔ اللہ اُن کے نفسوں کو خرید لے گا۔ اب اس کا فیصلہ صاحبان بصیرت کریں کہ وہ کون سی ہستیاں ہیں جنہوں کے متعلق قرآن میں آیا ہے؟ ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم۔۔۔ (سورہ توبہ 111) پھر ارشاد ہوا! ومن الناس من یشری نفسہ۔۔۔ تفاسیر گواہ ہیں۔ کہ محمد و آل محمد ہی وہ ہستیاں ہیں جن کو خدا نے خریدا ہے۔ جن کا ہر فعل رضائے الہیہ کے مطابق ہے۔ تبھی رسالت مآب وہی کچھ کلام کرتے تھے جو اُس کی وحی ہوتی تھی۔ علیؑ نے ہجرت کی رات بستر رسولؐ پر سوئے تو اللہ نے اُن کے نفس کو خرید لیا۔ اور اپنی رضا علیؑ کو دے دی۔ لہذا تورات کی اس پیش گوئی کے مصداق محمد و آل محمد ہیں۔ جن کو خدا نے خریدا ہے۔ انہی سے متعلق قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہوا!

وما تشاء الا ان يشاء الله --- (سورہ دہر) یہی وجہ تھی کہ واقعہ کربلا کے بعد ہر موڑ پر سید سجاد نے یزیدی سپاہیوں سے کہا! کہ ہم تمہارے قیدی نہیں بلکہ اللہ کی رضا کے قیدی ہیں۔ ان ہستیوں کی زندگی کا ہر لمحہ رضا الہی کے سوا کچھ نہ تھا۔ لہذا اپشن گوئی جب اہل اسلام کی طرف سے یہودیوں اور عیسائیوں کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو اسلام کی حقانیت ثابت ہوتی ہے۔ اور سلیم الفطرت یہودی اور عیسائی ان مقدس ہستیوں کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ چنانچہ عیسائی مذہبی سکالر مقبول عیسیٰ نے اپنی کتاب "حیات ابدی" میں اس بات کا اقرار یوں کیا ہے!

"مجھے مسیح کی قسم میرے دل میں فاطمہ کی مریم سے زیادہ عزت ہے اور حسین کا مسیح

سے زیادہ احترام ہے۔"

جیسے جیسے ان انوار مقدسہ کا عرفان عالم خلق کو ہوتا چلا جائے گا۔ ان کے درپے جھکتے چلے جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ آج لاکھوں عیسائی پرتگال میں جناب سیدہ کے نام کی مالا جب رہے ہیں۔ جہاں نور سیدہ کا ظہور ہوا۔ چنانچہ پرتگال کے ایک گاؤں میں سیدہ فاطمہ کا ظہور انوار الہیہ کے ہدایت انسانیہ کے لیے ظہور مسلسل کی ایک کڑی ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ نور الہیہ کا پرتو یعنی چودہ انوار مقدسہ کا وجود کسی خاص فرقے یا مذہب تک محدود نہیں ہے اور نہ ہی صرف مسلمانوں کی میراث ہے۔ بلکہ امن و آشتی اور انسانیت کا مرکز ہیں۔ کائنات کا ہر گوشہ ان کے فیض کرم اور ہدایت سے خالی نہیں بلکہ ان کے سائے میں ہے۔ پرتگال یورپین ممالک میں شامل ہے۔ اس کے شہر لیزبن (Lasbin) سے ڈیڑھ سو کلومیٹر دوری پر ایک قصبہ Cova Da Iria ہے۔ جس کے مرکزی چرچ کا نام "چرچ آف ہولی لیڈی فاطمہ" (Church of Holy Lady Fatima) ہے۔ عام مسلمان یہ خیال کر سکتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ ایک چرچ کا نام سیدہ کے نام سے منسوب ہو حالانکہ عیسائی مذہب میں اس نام کو مقدس خیال نہیں کیا

جاتا۔ لیکن یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اور کئی ویب سائٹ اس وقت انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔ کہ صرف چرچ کا نام ہے سیدہ سے منسوب نہیں بلکہ سینکڑوں چرچ یونیورسٹیاں اور دیگر مقامات حضرت فاطمہؑ کے نام سے منسوب ہیں۔ اور آج لاکھوں عیسائی اپنے رجس باطنی کو دور کرنے کے لیے فاطمہؑ کی تسبیح کر رہے ہیں۔ پرتگال میں سیدہ فاطمہؑ کے ظہور کے متعلق حقائق و واقعات مختلف کتب اور ویب سائٹس میں اس طرح موجود ہیں۔

پرتگال کے شہر Lasbin سے ڈیڑھ سو کلومیٹر کی دوری پر ایک معمولی گاؤں میں تین مسیحی بچے Lucia Dos Santos اور اس کے دو کزن Fransico اور Jacinta Morto گاؤں سے باہر بکریاں چرا رہے تھے۔ کہ اچانک ایک نور کا جھماکا ہوا۔ جس سے بچے ڈرو خوف میں مبتلا ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نور نے ایک انسانی روپ دھار لیا۔ اور کہا میں ایک فرشتہ ہوں اس کے بعد وہ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور اپنے سر کو سجدے میں گرا کر کہنے لگا۔

My God I believe, I adore, and I love you! I beg pardon of you those who do not believe, do not adore, do not hope, do not love you.

اس نے تین مرتبہ اس دعا کو دہرایا اس کے بعد کھڑا ہوا اور بچوں کو مخاطب کر کے کہا۔ Prey thus یہ کہنے کے بعد فرشتہ غائب ہو گیا۔ بچے کافی عرصہ اس دعا کو دہراتے رہے۔ اور آپس میں وعدہ کیا کہ وہ اس واقعہ کا کسی سے تذکرہ نہیں کریں گے۔ چند ہفتوں کے بعد وہ فرشتہ دوبارہ ظاہر ہوا اور کہا کہ میں جنت سے تمہارے لیے ایک خوشخبری لیکر آیا ہوں۔۔۔ اس نے ان بچوں کی تواضع جنت کے شربت اور میوؤں سے کی اور کہا کہ تم فلاں تاریخ کو خاتون جنت، خاتون تسبیح (Lady of Rosary) آکر ملیں گی۔

13 مئی 1917ء کو بچے Cova Da Iria کی چراگاہ میں بھیڑیں چرا رہے تھے کہ اچانک نور کا ایک جھماکا ہوا بچے ڈر گئے اور بھاگ کر ایک درخت کے نیچے چھپ گئے کہ اتنی دیر میں پھر وہ نور چمکا اور درمیان میں سے سمٹنا شروع ہو گیا۔ پھر اس نور کے درمیان میں ایک خاتون سفید لباس پہنے نظر آئی۔ جس کے دائیں ہاتھ میں تسبیح تھی اس خاتون نے ان بچوں سے کہا! Dont be afraid, i won't hurt you! بچوں نے ڈرتے ہوئے پوچھا آپ کہاں سے آئی ہیں۔ تو خاتون نے جواب دیا۔

I am from Heaven my name is Fatima

اس ظہور کے بعد خاتون جنت حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے ان کو عظیم راز کائنات بتانا شروع کئے جو مسیحی برادری میں " Great Secret of Fatima " کے نام سے معروف ہیں۔ انہوں نے بچوں سے فرمایا وقت برباد مت کرو۔ زندگی صرف اور صرف قربانی اور جدوجہد کا نام ہے۔ بچوں کو دوپہر کے کھانے کے لیے ڈبل روٹیاں ملتی تھیں۔ انہوں نے ڈبل روٹی آپس میں تقسیم کر لی۔ اور بقیہ بھیڑ بکریوں کو کھلا دیں۔ اور تسبیح و عبادت میں لگ گئے۔۔۔ اور خود اپنے شکم پر رسی باندھ لی تاکہ احساس بھوک کم ہو جائے۔ ان کی سمجھ کے مطابق قربانی، جدوجہد، زندگی عبادت اور فکر و فاقہ کا نام ٹھہری۔ ظہور فاطمہ سے بچوں کی ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جس کی خبر ان بچوں کے ماں باپ کو ہو گئی۔ اور گاؤں کے افراد میں بھی اس مقدس واقعہ کی شہرت ہو گئی۔ ان بچوں میں بڑی لڑکی جس کا نام لوسیا (Lucia) تھا جو شاید آج بھی زندہ ہے۔ جس کے قلب و ذہن میں نہ جانے کتنے راز دفن ہیں اس کی ماں Maria Rosa نے لوسیا کی ان باتوں کو بالکل جھوٹ خیال کیا۔ اور مذہب سے بغاوت اور شیطانی خیالات کا نام دیا۔ اگلی دفعہ پھر سیدہ فاطمہ کے نور کا ظہور ہوا آپ نے فرمایا کہ لوگوں کے دکھوں اور گناہوں سے نجات کا ذریعہ میرے نام کی تسبیح ہے۔ اور اکتوبر کی 13 تاریخ کو ایک عظیم معجزہ دکھانے کا وعدہ کیا اس کے

بعد کہا!

When you pray the rosary, say after each Mystery O my lord forgive us, save us from the fire of hell leads all souls to Heaven, especially those who are most in need.

ان واقعات نے پرتگال کے اس ایریا میں غیر معمولی شہرت حاصل کر لی۔ جو پرتگال کے Mayer کو پسند نہ آئی۔ اس نے ان بچوں سے سوالات کئے اور ان بچوں کو Lady of light کی کہانی کو چھوڑنے کے لیے کہا۔ لوسیا کی ماں Maria Rosa نے بھی اس پر ظلم شروع کر دیئے۔ اور اس کے گھر سے نکلنے پر پابندی لگا دی۔ اور لوسیا کو زبردستی چرچ کے پادری کے پاس لے گئی۔ اور پادری نے زبردستی لوسیا سے اگلوانا چاہا کہ اسم فاطمہ کا عیسائی مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن بچے سچائی کا دوسرا روپ ہوتے ہیں وہ سچ کو سچ ہی مانتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے کہلوانا شروع کر دیا۔ کہ ان بچوں پر شیطانی خیالات حاوی ہیں۔ مذہب دشمن افراد ان کو استعمال کر رہے ہیں لہذا ان بچوں کو قید میں ڈال دیا گیا۔ لیکن انسان ناقص حقیقت مطلقہ اور نور کے ظہور کو دبا نہیں سکتا۔ کیونکہ معصومین اللہ رب العزت کی قدرت کے اظہار کا دوسرا نام ہے۔ اور جن کے ساتھ اللہ کی طاقت ہوتی ہے۔ ان کو دنیاوی طاقتیں جن کا انجام صرف اور صرف فنا ہے۔ روک نہیں سکتیں۔

چنانچہ بچوں کو آزاد کرنا پڑا۔ اور گاؤں کے سینکڑوں افراد ان کے پیچھے ہو گئے۔ ان کے وسیلے سے لوگوں کی حاجتیں پوری ہونے لگیں۔ یہ ان معصومین کی مودت کا اثر تھا۔ لوسیا کے باپ نے لوسیا کا بھرپور ساتھ دیا۔ چنانچہ جیسا اس نور نے فرمایا تھا ان بچوں نے ان لوگوں سے کہا کہ فلاں تاریخ کو اس نور کا پھر ظہور ہوگا اور عظیم معجزہ دکھائے گا۔

13 اکتوبر 1917ء کو ستر ہزار لوگ میدان میں جمع ہو گئے کہ اس عظیم معجزہ کو

دیکھیں چنانچہ سفید لباس میں ملبوس دائیں ہاتھ میں تسبیح لیے ہوئے سیدہ کا ظہور ہوا آپ نے اشارے کے ساتھ سورج کو گھما دیا۔ لوگ گھبرا گئے۔ (کیونکہ یہ نور اُس نور کا حصہ تھا جس نے انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے کیا تھا) 12 منٹ کے بعد سورج پھر اصل حالت میں آ گیا۔ اس معجزہ کا لوگوں پر بہت اثر ہوا۔ لیز بن اخبار، O Dia نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا۔

At one o'clock in the afternoon, midday by the sun, the rain stopped. The sky, pearly gray in color, illuminated the vast arid landscape with a strange light. The sun had a transparent gauzy veil so that eyes could easily be fixed upon it. The gray mother-of-pearl tone turned into a sheet of silver which broke up as the clouds were torn apart and the silver sun, enveloped in the same gauzy gray light, was seen to whirl and turn in the circle of broken clouds. A cry went up from every mouth and people fell on their knees on the muddy ground. The light turned a beautiful blue as if it had come through the stained-glass windows of a Cathedral and spread itself over the people who knelt with outstretched hands. The blue faded slowly and then the light seemed to

pass through yellow glass. Yellow stains fell against white handkerchiefs, against the dark skirts of women. They were reported on the trees, on the stones and on the serra. People wept and prayed with uncovered heads in the presence of the miracle they had awaited.

چنانچہ آج بھی اس مقام پر لاکھوں عیسائی 13 اکتوبر کو جمع ہوتے ہیں اور ہاتھوں میں تسبیح لیکر فاطمہؑ کا ورد کرتے ہیں اور اس مقدس نام کے وسیلے سے دعائیں مانگتے ہیں۔

اس کے چند دنوں بعد دو بچوں کا انتقال ہو گیا کیونکہ خاتون جنت سے ان دو بچوں سے کہا تھا کہ میں تمہیں جنت میں لے جاؤنگی۔ جبکہ لوسیا شاید آج بھی زندہ ہے اس بارے یقینی علم نہ ہے۔ وقت گزرتا گیا اور پرتگال کے مرکزی چرچ کا نام چرچ آف ہولی لیڈی فاطمہؑ (Church of Holy lady Fatima) رکھا گیا اور مسیحی عقیدے کے مطابق حضرت مریم کی طرح ایک اور مجسمہ اس چرچ میں رکھا گیا جس مجسمے پر لکھا تھا "Fatima" جان پال پوپ دوئم نے اس چرچ کا دورہ کیا۔ لوسیا سے ملے اور اپنی مقدس ٹوپی اتار کر مجسمہ فاطمہؑ کے آگے سجدہ کیا اور دنیا میں امن کے قیام کے لیے Message of Fatima کو پھیلانے کی ضرورت پر زور دیا۔ چنانچہ

The Lock Port Home Page: www.lockport-ny.com پر ہے۔

The Message of Fatima

"May 13, 1981: Pope John Paul II was seriously wounded by an assassin's bullets. The Pope was

saved from death when he turned to look at a young girl in the crowd wearing a picture of the Virgin of Fatima. As the pope turned, a shot aimed at his head missed. The Pope spoke with Lucia from his hospital room. While he was recuperating from his wounds he read everything he could about Fatima, corresponded with Lucia, and re-read the famous unreleased Third Secret. May 13, 1982: Pope John Paul II, in a visit to Fatima to thank Mary for saving his life, stated that the 'message of Fatima is still more relevant than it was sixty-five years ago. It is still more urgent.'"

"After the failed assassination attempt on his life in 1981, and while he was recuperating from his wounds, Pope John Paul II reflected on Fatima. He told his friend Bishop Paul M. Hnilica, S.J.: 'Paul, in these three months I have come to understand that the only solution to all the problems of the world, the deliverance from

atheism, and from the defection from God is the conversion of Russia. The conversion of Russia is the content and meaning of the message of Fatima. Not until then will the triumph of Mary come. 'Fatima is the key Marian apparition of the Twentieth Century. Pope Pius XII noted that the message of Fatima is one of the greatest interventions of God though Mary is world history since the death of the Apostles. Only in the name of God does the Blessed Mother intervene. She does not say a word, does not take a step without the explicit will of God. The message of Fatima cannot be understood if you do not know atheistic communism, if you do not know what happened in Russia.

Pope Pius XI said: 'Today we see something that world history has never seen before: The waving of the flag of satan in the battle against God and religion, against all peoples, and in all parts of the world; a phenomenon that outdoes all that

happened before. 'In the history of all mankind nothing in our past rivals the brutality of man against man like communism. It passes in scope all former persecution of the Church. Hitler is estimated to have been responsible for the deaths of approximately twelve million people, including, Holocaust and war victims. Lenin, Mao, Stalin, and others after them collectively are thought to have been directly responsible for over 100 million deaths....

Since the Revolution in 1917, Satan had been working tirelessly to control the heart and soul of Russia. Because the world did not read the messages of Fatima, he succeeded to a significant degree. Not until the expanded role of the Blessed Mother in these times are we seeing change. She invites us to the highest calling possible: to become co-redeemers for our brother in crises. This is the message of Fatima, the message of peace.

"There are only two ways to live your life. One is as though nothing is a miracle. The other is as if everything is".

پرتگال میں جہاں سیدہ کا ظہور ہوا تھا۔ وہاں ایک کنواں تھا جس کا پانی آج بھی مقدس اور بیماروں کے لیے شفاء ہے۔ عیسائی اس پانی کو تبرک کے طور پر لیتے ہیں۔ سیدہ کا ظہور اس قوم میں دوبارہ ہوا جس قوم نے اس سے پہلے مباہلہ میں اس کی عظمت کا اقرار کیا تھا۔ کہ اگر یہ لوگ اپنے لبوں کو جنبش دیں تو پہاڑ اپنی جگہ سے سرک جائیں گے۔ لہذا نور فاطمہؑ یا نور مطلقہ کے ظہور نے ثابت کر دیا کہ علم و نور کا ظہور کسی متعصب فرقے یا مذہب کا محتاج نہیں ہے۔ سیدہ فاطمہؑ صرف مسلمانوں کی میراث نہیں بلکہ انسانیت کی نجات کی ضامن اور امن کا مرکز ہیں۔ چنانچہ عیسائیوں نے آپ کے ظہور پر لبیک کہا اور کہا Our Lady Fatima آج لاکھوں عیسائی نفس امارہ اور شیطانی قوتوں کو پست کرنے کے لیے اس تسبیح مقدس کا ورد کر رہے ہیں۔ یہ واقعات ان ہستیوں کے زماں و مکاں سے بے نیاز ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ کہ یہ معصوم ہستیاں صرف محدود زمانے یا علاقے تک محدود نہیں بلکہ ہر زمانے اور ہر جگہ جاری و ساری ہیں۔

گلِ طاہرہ نور سیدہ کے ظہور مسلسل کی ایک کڑی

سیدہ کونین کی ہستی نورانیہ کے لامحدود فضائل ہیں۔ جن کا احاطہ ممکن نہیں اس کتاب میں درحقیقت طلب حق رکھنے والوں کو راز الہیہ کے اشارے دے رہے ہیں۔ اور احقر نے کوشش کی ہے۔ کہ ذہن کے بند دریچوں کو کھولا جائے جن پر تعصب اور فرقہ پرستی کی لعنت کے بڑے بڑے قفل پڑے ہوتے ہیں۔ کیونکہ تعصب نے انسان کے تفکر و تعقل پر پہرے بٹھا دیئے ہیں۔ دین سچائی کو تسلیم کرنے کا نام ہے۔ اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے نور کا ظہور مسلسل مختلف ادوار میں اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ آپ کا وجود انسانیت، علم، سچائی، عدالت مطلقہ اور فلاح انسانی کی خاطر زمان و مکاں یا کسی خاص خطہ اور افراد کے لیے نہیں ہے۔ بلکہ نور زہرا زمان و مکان سے بے نیاز ہر دور اور ہر خطہ کی فلاح و نجات کے لیے مسلسل ظہور فرماتا رہا ہے۔ اور مسلسل ظہور فرماتا رہے گا۔ کیونکہ نور سیدہ ان ہستیوں کے نور کا حصہ ہے۔ جو عالمین کے لیے رحمت الہیہ بن کر آئے ہیں۔ لہذا لوگ نور سے آنکھیں چراتو سکتے ہیں لیکن انکار ممکن نہ ہے واللہ اعلم بالصواب۔

وقت آیا تو اس کی زبان پر ایک ہی پکار تھی نور۔ نور۔ نور۔ کیونکہ نور ہی کے دم سے اس کائنات کا وجود ہے چنانچہ خداے واحد جو اس کائنات کا نور حقیقی ہے نے ان چودا کو اپنے نور کا مظہر بنا کے

بھیجا اور ان چودہ انوار مقدسہ ہی کا نور ہر زمانے ہر جگہ اپنا جلو دکھا کرتا ریکیوں کی دوری کا باعث ہے۔ جنہوں نے زمان و مکان سے بے نیاز مشکل کشائی کی ہے۔ حتیٰ کہ انبیاء نے بھی انہی کے وسیلہ سے مشکلوں سے نجات پائی۔ جب بھی کہیں کسی نے صاف دل سے ان کو پکارا۔ ان ہستیوں نے اُس کی مدد کی۔ مثلاً

1951ء کی جولائی میں روسی ماہرین کی ایک ٹولی وادی قاف میں کسی کان کی تلاش میں مصروف تھی۔ کہ ایک مقام سے اُسے لکڑی کے چند بوسیدہ ٹکڑے ملے۔ گروپ آفیسر نے اُسے کریدنا شروع کیا تو بہت سی لکڑیاں اور دیگر اشیاء برآمد ہوئیں۔ ماہرین نے چند سطحی علامات سے اندازہ لگایا کہ یہ لکڑیاں غیر معمولی اور پوشیدہ راز اپنے اندر رکھتی ہیں۔ ان لکڑیوں میں ایک لکڑی مستطیل نما تختی کی طرح تھی۔ اور امتدادی تغیرات سے محفوظ تھی۔ 1952ء میں ماہرین نے اپنی تحقیقات کو لباس تکمیل پہنا کر یہ انکشاف کیا کہ مذکورہ لکڑی حضرت نوحؑ کی اُس معروف عالم کشتی سے تعلق رکھتی ہے جو کہ قاف کی ایک چوٹی جو دی (جدید ماہرین آثار قدیمہ و مورخین کے مطابق کہ قاف جو روس میں ہے اُس کی سب سے اونچی چوٹی کا نام جو دی ہے) پر ٹھہری تھی۔ اور یہ تختی بھی جس پر قدیم ترین زبان میں چند حروف کندہ ہیں اسی کشتی میں لگی ہوئی تھی۔ روس کی سوویت حکومت کے زیر اہتمام اس کے ریسرچنگ ڈیپارٹمنٹ نے مذکورہ تختی کی تحقیق کے لیے ماہرین آثار کا ایک بورڈ قائم کیا۔ جس نے 27 فروری 1953ء میں اپنا کام شروع کر دیا۔ چنانچہ اس کمیٹی کے ساتوں ماہرین نے اپنی تحقیقات پر پورے آٹھ مہینے صرف کیے۔ اور اس پراسرار تختی کے بارے میں یہ انکشاف کیا کہ جس لکڑی سے نوحؑ کی کشتی تیار ہوئی تھی اُس لکڑی سے یہ تختی تیار ہوئی۔ اور نوحؑ نے اس کو اپنی کشتی میں تبرک و تقدیس کے طور پر حصول امن و عافیت اور برکت و رحمت کے لیے لگایا تھا۔ تختی کے درمیان میں پنجا نما تصویر ہے۔ جس پر قدیم ساسانی زبان میں مختصر عبارت اور کچھ تبرک نام درج تھے۔ روسی ماہرین نے ان حروف کو آٹھ ماہ

کی مغز ماری اور دماغی کاوش کے بعد سمجھا اور اس کے تلفظ کو پڑھا۔ اور روسی زبان میں ترجمہ کیا۔
 مسٹر این ماکس ماہر السنہ قدیمہ برطانیہ (مانچسٹر انگریز) نے مندرجہ بالا تختی پر لکھے گئے حروف کا
 انگریزی ترجمہ یوں کیا:-

O My God my helper keep my hands with
 mercy and with your Holy Bodies

Muhammada

Alia

Shabber

Shabir

Fatmia

They are all biggest and honorable.

The world established for them.

Help my be their names you can reform to right.

(ترجمہ) اے میرے خدا! میرے مددگار اپنے رحم و کرم سے میرا ہاتھ پکڑ اور اپنے مقدس نفوس
 کے طفیل محمد، علی، شبیر، شبیر، وفاطمہؑ یہ تمام عظیم ترین اور واجب الاحترام ہیں۔ تمام دنیا ان ہی کے
 لیے قائم کی اور ان کے ناموں کی بدولت میری بددگر۔ تو ہی سیدھے راستے کی طرف راہنمائی
 کرنے والا ہے۔ (ماہنامہ اشار آف بری نے نیا جنوری 1954ء)

یہ تختی روس کے مرکز آثار و تحقیقات (ماسکو) میں حفاظت سے رکھی ہوئی ہے۔ اور نفوس
 قدسیہ خمسہ کے اسمائے پاک کی عظمت کا نشان بنی ہوئی ہے۔ لہذا انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی عقل
 ناقص کی پلیدی کو دور کرتے ہوئے جو جس ظاہری اور جس باطنی کے دور کرنے کا سبب ہے۔

اپنی ذات کے تکبر سے باہر آ کر نور احمد کے ٹکڑے کے در پر جھک جائے۔ کیونکہ فلاح دارین، کردار سازی اور تعمیر انسانیت کا مرکز در زہر ہے۔ جو نور رسالت کا حصہ اور ملائکہ کے آنے جانے کی جگہ ہے۔ لہذا یہاں معرفت حق کے متلاشی افراد کے لیے اس حقیقت کو واضح کیا جا رہا ہے جو نور زہر کے انسانی فلاح کے لیے ظہور مسلسل کی ایک کڑی ہے۔ ریڈانڈیز میں پایا جانے والا روحانیت کا حامل (Have a Magical effects) وہ پودا جس کو گل طاہرہ یا حشیشۃ البتول کہا جاتا ہے۔ اس حقیقت کا آئینہ دار ہے۔ کہ آپ کا وجود خدمت انسانہ کے لیے پوری کائنات کو اپنے اندر سموائے ہوئے ہے اور اس روحانی پودے کا وجود اس راز سے پردہ اٹھا رہا ہے کہ انسانیت سے محبت اصل میں فاطمہ بنت محمد سے محبت ہے۔

ریڈانڈیز امریکہ کا وہ علاقہ ہے جسے مشہور زمانہ ملاح کو لمبس نے اتفاقاً دریافت کیا۔ جو انڈیا کی دریافت کے لیے روانہ ہوا تھا۔ لیکن غلطی سے اس علاقے میں چلا گیا۔ چونکہ کو لمبس انڈیا کی دریافت کے لیے نکلا تھا اور دریافت شدہ جگہ پر رہنے والے باشندوں پر سرخ رنگ غالب تھا۔ لہذا کو لمبس نے اس خطہ کا نام ریڈانڈیز مناسب سمجھا۔ ریڈانڈیز میں دو ہزار پیشتر ایک ایسا پودا دریافت ہوا۔ جو روحانیت کا حامل تھا۔ جس کو آج بھی مقدس اور الہامی پودا خیال کیا جاتا ہے۔ اور امریکہ و کینیڈا کے معبدوں اور مقبروں میں اس پودے کے پھولوں کو حصول برکات و تحصیل بخشش و مغفرت کے علاوہ دفعیہ آفات و بلیات کے لیے رکھا جاتا ہے۔ یہ پودا مقدس ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں موجود خواص کی بدولت کئی انسانی بیماریوں کی دوری کا سبب بھی ہے۔ یہ مقدس پودا جو اپنے اندر فلاح انسانی لیے ہوئے ہے۔ کیسے دریافت ہوا؟ اس پودے کو حشیشۃ البتول کیوں کہا جاتا ہے؟ اس حقیقت کا انکشاف میٹروگ نے اپنی کتاب "دی اولڈ امریکہ" میں کیا اس کے علاوہ اس کا تذکرہ مختلف امریکی تاریخ کی کتب میں موجود ہے۔ اور یہ روحانی پودے سے متعلق حقائق و واقعات مختلف کتب و رسالوں میں یوں درج چلے آ رہے ہیں۔

دو ہزار پیشتر کا واقعہ ہے۔ تقریباً رات کا عمل ہو گا تمام لوگ گھاس پھونس کی بنی ہوئی جھونپڑیوں میں پتوں کے فرش پر لیٹے گہری نیند کے مزے لوٹ رہے تھے۔ یہ جھونپڑیوں ایک چھوٹے سے سطح قطعہ پر بے ترتیبی سے ادھر ادھر ایستادہ اپنے خالقوں کی معاشرتی زندگی کی ناہمواری کی آئینہ دار تھیں ہر ایک جھونپڑی کی دیواریں مضبوط کمانوں لہے نینزوں اور چمکتے تیروں سے مزین تھیں۔ اس قطعہ زمین کے چاروں طرف گھنے جنگلات تھے جن میں پائینیر، سیدار اور ریزو وغیرہ کے درخت تھے۔ تیز ہوا کے جھونکوں سے درختوں کے پتوں کی سرسراہٹ سے ماحول ہیبت زدہ ہو رہا تھا کبھی کبھار کوئی جنگلی جانور دوڑتا ہوا گزر جاتا تو ماحول کا سکوت ٹوٹ جاتا۔ مگر سونے والے ایسی گہری نیند سو رہے تھے کہ ان پر اس کا کوئی اثر نہ ہوتا۔ آسمان پر چودھویں کا چاند اپنی تمام تر صوفشائیاں کرہ ارض پر لکھیر رہا تھا۔ (یہ امریکہ کا وہی علاقہ ہے جیسے ریڈانڈیز کہا جاتا ہے جس کا تذکرہ پہلے کیا جا چکا ہے اور کولبس نے اتفاقاً دریافت کیا)۔ ان جھونپڑیوں کی بستی کے کنارے پر بنی ہوئی ایک چھوٹی سی مگر صاف ستھری بنی ہوئی جھونپڑی کے فرش پر پچھی ہوئی پتوں کی چٹائی پر ایک نوجوان لڑکی بیٹھی ہوئی عبادت میں مشغول تھی اس کے چہرے پر جلال برس رہا تھا۔ مقام حیرت ہے کہ محو خواب جنگل اور خونخوار وحشی باشندوں کے درمیان یہ راہبہ لڑکی رات کے اس سے خدا کی عبادت میں مشغول تھی۔

دی اولڈ امریکہ میں میٹروگ نے واضح کیا کہ دراصل یہ جھونپڑی خدا پرست زاہد "مورٹیو" کی تھی۔ اور وہ لڑکی اس کی بیٹی راہبہ ول گیوی تھی۔ وہ باپ بیٹی خدا پرست تھے اور ان کو اکثر نیبی اشارے ہوا کرتے تھے۔ قدیم امریکی باشندے اس راہبہ عورت کی بزرگی اور کمال کے بہت گرویدہ تھے اور ان کے کمالات اور زاہدانہ اعمال کا دور نزدیک چرچا پھیلا۔ تو لوگ حصول اولاد کے لیے اس کے پاس آنے لگے۔ اس سے پہلے عوام اپنی چھوٹی موٹی حاجات لے کر اس کے پاس جاتے تو وہ ان کے حق میں دعا کرتی اور حق جل شانہ راہبہ کی دعائیں قبول کرتا۔ لیکن

جب حصول اولاد کے لیے لوگوں نے راہبہ کو پریشان کرنا شروع کیا تو اس نے صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ وہ کسی کو فرزند عطاء کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی۔ مگر حاجت مند اس کا پیچھا کہاں چھوڑنے والے تھے۔ برابر اس کو پریشان کرتے رہے۔ بالآخر راہبہ ان کے شدید اصرار سے عاجز آگئی۔ اور اس نے خدا سے دعا مانگی۔ خداوند ایسا تو مجھے بچے تفویض کرنے کی طاقت عطا کر یا مجھے ہلاک کر دے۔ راہبہ ول گیوی عبادت میں مشغول تھی۔ اچانک جھونپڑی کا کواڑ آہستگی سے کھلا۔ اور دو بانجھ عورتیں اس کے پاس آکر آہ و زاری کرنے لگیں۔ انہوں نے بتلایا کہ وہ اولاد سے محروم ہیں۔ اور یہ محرومی ان کی تباہی کا باعث ہونے والی ہے۔ اگر جلد ہی وہ اولاد کے ثمر سے بار آور نہ ہوئیں۔ تو ان کے شوہران کو چھوڑ دیں گے یا جان سے مار ڈالیں گے۔ ول گیوی ان مصیبت زدہ عورتوں کی آہ زاری سے بے حد متاثر ہوئی۔ لیکن وہ کرہی کیا سکتی تھی اس نے ان کو ٹالنے کی خاطر کہہ دیا کہ اچھا اب تم جاؤ اور ٹھیک چار روز کے بعد میرے پاس آؤ۔ میں تمہارے لیے کچھ کرونگی۔ انہیں قدرے تسلی ہوئی۔ اور وہ امید و پیہم کی حالت میں رخصت ہوئیں۔ ان عورتوں کے جانے کے بعد ان کے لیے دل میں دعائیں کرتی رہی اور پھر عبادت ختم کرنے کے بعد وہیں چٹائی پر سو گئی۔ دو تہائی رات گزر چکی تھی کہ اس نے عجیب غریب ایمان افروز سہانا خواب دیکھا اس نے دیکھا کہ ایک نور ظاہر ہوا۔ جس کی روشنی سے آفتاب و ماہتاب کی روشنی ماند پڑ رہی تھی۔ جسم اطہر اور پاکیزہ لباس سے جنت کے پھولوں کی خوشبو آ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں روپلی کتاب تھی۔ جس کی عبادت سونے کے حروف سے لکھی ہوئی تھی۔ اور اس کی چمک آفتاب و ماہتاب کو شرماتا رہی تھی۔ خاتون نے راہبہ سے فرمایا۔ اے راہبہ تو ان جنگلی اور وحشی باشندوں کے درمیان رہ کر ان کی خدمت اور خدائے واحد کی عبادت کرتی ہے۔ نیز ہمارے ذکر میں مصروف رہتی ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر میں تم سے خوش ہوں۔ سنو میرا نام فاطمہ بتول ہے۔ میں اپنے مقدس باپ کے حکم سے تمہیں یہ خوشخبری سنانے آتی ہوں۔ کہ اس جنگل میں گل طاہرہ نامی ایک

بوٹی ہے۔ جس کے ہر پودے میں پانچ شاخیں نکلتی ہیں اور ہر شاخ پر چودہ چودہ پتے نکلتے ہیں۔ اور ہر پتے میں چودہ دنداتے ہوتے ہیں۔ ہر ٹہنی پر چودہ کلیاں نکلتی ہیں۔ اور جب یہ کلیاں پھول بنتی ہیں تو ہر پھول میں چودہ پنکھڑیاں ہوتی ہیں۔ اور 41 دن کے بعد یہ پھول جھڑتے ہیں اور چودہ پھلیاں نمودار ہوتی ہیں ہر پھلی میں چودہ چودہ ننھے ننھے بیج ہوتے ہیں پس راہبہ یہی تیرا گوہر مقصود ہے اگر کسی بانجھ عورت کو اس بوٹی کے پتوں پھلوں پھولوں جڑوں کو شہد میں ملا کر کھلایا جائے اور رحم میں اس کا حمل کیا جائے۔ تو خداوند اس پر رحم فرمائے گا۔ اور اسے اولاد نرینہ جلد حاصل ہوگی۔ اے راہبہ ہم نے تجھ پر اس راز کا انکشاف اس لیے کر دیا ہے کہ خلق خدا کی بھلائی ہو سکے۔ ہمیشہ خدا سے ڈرتی رہ، اس کی نافرمانی نہ کرنا، گناہ اور برائی سے بچنا نیز کسی سوالی کو اپنے در سے خالی واپس نہ کرنا (یہ کہ وہ خاتون نور میں تبدیل ہوئی اور واپس چلی گئی)۔

راہبہ نیند سے بیدار ہو گئی اور اس مقدس خاتون کو ادھر ادھر تلاش کرنے لگی۔ مگر وہ طاہرہ، مقدسہ ہستی تو تشریف لے جا چکی تھیں اس لیے کہاں ملتی صبح راہبہ نے جا کر گل طاہرہ نامی بوٹی تلاش کی۔ اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے اس پودے کو خواب کی نشانیوں کے عین مطابق پایا۔ اس نے اس کو سونگھا تو اس میں سے عجیب بھینی بھینی لطیف اور پرائز خوشبو آ رہی تھی۔ ایسا محسوس ہوا کہ خوشبو کسی اور جہاں کی ہے۔ وہ عقیدت و محبت سے چند پودے اپنی قیام گاہ پر لے آئی۔ پھر اس نے بانجھ خواتین کو اس بوٹی کا استعمال کرایا۔ تو معلوم ہوا کہ اس میں بے اولادوں کو صاحب اولاد کرنے کی خاصیت سو فیصدی موجود تھی۔

یہاں میرا متعصب ملائیت اور ناقص عقل افراد سے سوال ہے کہ جن انوار مقدسہ کا نور ظاہری ظہور سے پہلے ہر خطے کے افراد کی ہدایت اور فلاح کے فریضہ کے ساتھ ساتھ اولاد کی نعمت سے نوازتا رہا ہوں کیا اپنے ظاہری ظہور کے وقت اور بعد لوگوں کو ہدایت اور اولاد جیسی نعمت حکم خداوندی رضائے خداوندی سے نہیں دے سکتا ہے۔ لہذا نقص عقل اور جس باطنی کی دوری کا

صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ ان انوار مقدسہ جن اس کائنات میں روح کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی عظمت و کمالات کا اعتراف کر لیا جائے۔

راہبہ ول گیوی کی شہرت امریکہ کے تمام باشندوں میں پھیل گئی۔ اور جا قیمت مند خواتین اس کے پاس حصول اولاد کے لیے آنے لگیں۔ کہا جاتا ہے کہ ول گیوی کے ہاتھوں ایک ہزار سے زائد بے اولاد عورتوں نے مراد پائی۔ بعد میں حکماء اور اطباء سائنسدانوں نے اس پودے پر مزید تحقیق کی۔ جس سے اس کی دیگر افادیت سامنے آتی چلی گئی اور بانجھ پن کے علاوہ مزید مختلف بیماریوں کے لیے مفید پایا اور اسے بخاروں، دردوں، گھینٹا، کمزوری، خرابی خون، ورم، معدہ، جگر، گردہ و مثانہ، ضعف قلب، دائمی قبض کے لیے اکسیر پایا۔

مختلف ادوار میں اس پودے کے نام اور اقسام:-

مختلف زمانوں میں اس پودے کے ناموں میں تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ چنانچہ اور اس کو گل طاہرہ کی بجائے کیل تھرا کہا جانے لگا۔ جو بعد میں گال تھیریا ہو گیا۔ اس کی کئی اقسام ہیں وائلڈ گال تھیریا، گارڈن گال تھیریا، کمپاؤنڈ گال تھیریا، لائٹ گال تھیریا، جو حقیقت میں وہی قسم اول گل طاہرہ کی مختلف صورتیں ہیں۔ یہ قسم اول فی زمانہ نایاب ہے۔ تھوڑی مقدار میں امریکہ اور کناڈا کے بعض جنگلوں میں پائی جاتی ہے۔ باقی اقسام کو دوائی کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اس کے ایکسٹریکٹس اور ٹینچر بھی تیار ہوتے ہیں۔ آج کل صرف آئل آف گال تھیریا جسے برطانیہ میں آئل آف ونٹر گرین کہتے ہیں۔ ہندوستان کی بوٹی ہری بھری بوج اسی نوع کی سمجھی جاتی ہے۔ اور عورتوں کے بعض مخصوص امراض میں مفید ہے۔ لیکن وہ اصل گل طاہرہ نہیں ہے۔ جب یورپ کی ڈاکٹری کتابوں کے عربی ترجمے کیے گئے تو عرب طلباء نے لائٹ گال تھیریا گل طاہرہ کی نسبت تاریخی حالات اور راہبہ ول گیوی کے واقعات معلوم کر کے اس پودے کا نام حشیشۃ البتول تجویز کیا۔

ڈاکٹر غلام جیلانی، ڈاکٹر سیتارام اور ڈاکٹر سائڈر نے بھی مخازن الادویہ میں گال تھیریا کا عربی نام حشیثہ البتول ہی درج کیا۔ حشیثہ کے معنی ہیں گھاس یا بوٹی۔ جبکہ بتول سیدہ کونین کا لقب ہے۔ یعنی اس بوٹی جس کا علم فاطمہ الزہرا بتولؑ عذرا بنت رسولؐ ثقلین کے ذریعہ سے ہوا۔

والڈ ڈے، ایک مذہبی تقریب ہے جو سرخ جنگلی امریکن ہر سال موسم بہار میں مناتے ہیں تقریب کی رسومات ادا کرتے وقت وہ اپنی قدیم مذہبی زبان میں حسب ذیل الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

اس متبرک تقریب کو ہم بڑے احترام کے ساتھ فاطمہ بتولؑ کے نام سے شروع کرتے ہیں اے خدا تو اس متبرک نام کی بدولت ہر حاجت مند کی مراد پوری فرما۔ (سالنامہ ڈی لائٹ واشنگٹن 1908ء)

صدیوں سے سرخ امریکی اس نام کی عظمت کی بدولت حاجتیں پوری ہو رہی ہیں۔ اس میں شک نہیں کیونکہ یہ اُن متبرک اور مقدس ناموں میں سے ایک نام ہے جن ناموں کے صدقے نوحؑ ثانی آدمؑ کی کشتی کو قرار آیا۔ نارابراہیمؑ مہکتا ہوا گلزار بن گئی۔ جس کی تجلی کا وار موسیٰؑ جیسا نبی کوہ طور پہ نہ سہ سکا۔ جن کی محبت سے عیسیٰؑ کو زندگانی، یوسفؑ کو حکمرانی، خضرؑ کو جاودانی عطاء ہوئی۔ انہیں انوار مقدسہ کی ایک چمک صدیوں سے کڑوڑوں عیسائیوں کی مشکل کشائی فرما رہی ہے۔

حشیثہ البتول جو سیدہ کونین سے منسوب ہے اس کے پھول آج بھی امریکہ اور کینیڈا میں غموں اور شادی کی تقریبات میں استعمال ہو رہے ہیں۔ اور برطانیہ کے ڈاکٹری گلیوٹ، بھارت کے ڈاکٹر ست پال وٹڈیا اور انگلینڈ کے جیمز نے اعتراف کیا ہے۔ کہ یہ پودا الہامی ہے۔ حشیثہ البتول کینیڈا اور امریکہ میں مقبروں اور عبادت خانوں میں رکھا جاتا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعے بخشش و مغفرت حاصل کی جائے۔ اور اس کے علاوہ ساتھ ہی یہ واضح آفات و بلیات

اور حصول برکات کا موجب سمجھا جاتا ہے۔

کناڈین فرقہ بوٹالک کے باشندوں کے ہاں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو اس بچے کے گلے میں شیشہ البتول کے پھول ڈالے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ انہیں پانی میں پکا کر بچے کے جسم پر چھڑکا جاتا ہے۔ اور ساتھ ساتھ اپنی زبان لے درج ذیل الفاظ کہتے ہیں

اس بتول کے مقدس نام سے جو دونوں جہانوں کی نہایت عزت اور عظمت والی ملکہ ہے۔۔۔

(بحوالہ کتاب ہولی پری مولفہ جیمز مطلبوعہ انگلینڈ و سیارہ ڈائجسٹ)

سیدہ عالمینؑ اور خطبہ فدک

سیدہ کونین نے مختصر سی حیات ظاہری میں تغیرات زمانہ کا سامنا کیا۔ ایک زمانہ جس میں فاطمہ زہراؑ مدینے کی شہزادی تھیں۔ باپ سر پر سلامت، بڑے بڑے اکابر قریش فاطمہ کے دروازے پر جیہ سائی کرنا اپنا فخر سمجھتے، اکابر مہاجرین و انصار فاطمہ کے دروازے پر آ کر اسلام علیکم یا اہل بیت النبوة ککیر گز رنا اپنا فرض سمجھتے۔ رضوان جنت حسنین کا لبس لیکر در دولت فاطمہ پر حاضر ہوتے۔ رسول خود شہزادی کونین کے بچوں کی سواری بنتے۔ کسی میں مجال نہ تھی کہ فاطمہ و حسنین کو ٹیڑھی نگاہ سے دیکھ سکے۔ مگر افسوس زمانہ قیامت کی چال چل گیا۔ وہ بلائیں جو پردہ قضا و قدر میں پوشیدہ تھیں اہل بیت سے قریب ہوئی چلی گئیں۔ انقلاب زمانہ کی ابتداء اس دن سے ہوئی جب اہل بیت نبوت کے سروں سے ایک ایسے سر پرست کا سایہ اٹھ گیا جس کے اٹھتے ہی اہل بیت کے سروں پر مصیبت کے بادل چھا گئے۔ ادھر آفتاب رسالت غروب ہوا۔ ادھر حسنین نے گریبان چاک کیا۔ علی مرتضیٰ نے سر میں خاک ڈالی۔ فاطمہ یتیم ہو گئی۔ رحلت رسالت کے بعد چشم فاطمہ سے آنسو نہ تھا۔ تاریکیاں پھیل گئیں۔ زمین و آسمان میں دلخراش قدمات محمد گونجے لگے۔ مدینے کی گلیاں فیض قدم محمد سے محروم ہو گئیں۔ دنیائے اسلام پر نحوست چھا گئی۔ عرب کی

شرافت کا وہ تاج ڈھل گیا۔ جس نے وحشیان عرب کو جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر بازار علم میں کھڑا کیا۔ دنیائے ایمان میں کہرام مچ گیا۔ اہل بیت کی وقعتیں مسلمانوں کی نظر سے اٹھ گئیں۔ کشتی اسلام طوفانِ اختلاف میں پڑ گئی۔ اتفاق کی جگہ نفاق کے خاردار درخت نے لے لی۔ اتحاد کے چمنستان پر وقت معلوم تک اوس پڑنے لگی۔ منادی ندا کرنے لگا۔ کہ کشتگان بدر و احد کا انتقام اب اولاد رسول سے لیا جائے۔ اور ان کے فضائل و مناقب کے اظہار سے جو آگ دلوں میں بھڑک رہی تھی اب اس کے شعلے فاطمہ کے دروازے پر نظر آنے لگے۔ دروازہ فاطمہ کی حرمت پامال کیا گیا۔ جس دروازے پر سید الانبیاء رُک کر آتیں، تلاوت کرتے تھے۔ اس دروازے پر آگ لگائی گئی۔ فاطمہ کا پہلو مجروح کیا گیا۔ اس کا حق چھین لیا گیا۔ چنانچہ سیدہ کے ان مصائب کی پیش گوئی "یوحنا کے مکاشفہ" میں ان الفاظ میں موجود ہے۔

پھر آسمان پر ایک بڑا نشان دکھائی دیا۔ یعنی ایک عورت نظر آئی۔ جو آفتاب کو اوڑھے ہوئے تھی۔ اور چاند اس کے پاؤں کے نیچے تھا۔ اور بارہ ستاروں کا تاج اُس کے سر پر، وہ حاملہ تھی۔ اور دروزہ میں چلاتی تھی اور بچہ جننے کی تکلیف میں تھی ہ اور پھر ایک اور نشان آسمان پر دکھائی دیا یعنی ایک بڑا لال اژدھا اس کے سات سر اور دس سینگ تھے۔ اُس کے سروں پر سات تاج اور اُس کی دُم نے آسمان کے تہائی ستارے کھینچ کر زمین پر ڈال دیئے اور وہ اژدھا اُس عورت کے آگے جا کھڑا ہوا۔ (CH-12 Versus 1-5)

حیرت اور سخت حیرت کا مقام ہے۔ نبی اور بھی گزرے ہیں۔ پیغمبر اور بھی گزرے ہیں۔ امتیں پہلے بھی گزر چکی ہیں۔ لیکن جب غور سے دیکھا جاتا ہے تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ جو سلوک رسول اللہ کی آل سے، اس رسول ہاشمی کی امت نے کیا ہے اور کسی امت نے نہیں کیا۔ اولاد رسول کو نہ صرف گوشہ نشین کیا گیا۔ بلکہ تلوار، زہر، آگ اور زندان اُن کے لیے مخصوص کر دیئے گئے۔

اہل انصاف کو اس مقام پر کہنا پڑے گا۔ کہ یا تو رسول اللہ کی اولاد تھی ہی اس قابل کہ ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا یا امت نے ہی دین و دیانت سے آنکھیں بند کر لیں۔ رسول اللہ کے تمام احسانات کو فراموش کر دیا۔ اور محض حصول ریاست و سلطنت کو اپنا مقصد زندگی بنا بیٹھے۔ معلوم نہیں مسلمانوں کے دلوں میں ان دونوں میں سے کونسا خیال جاگزین ہے۔

اترجوا امة قتلت حسیناً
شفاة جدہ يوم الحساب

ابھی فاطمہ رحلت رسول اور حق علیؑ لٹ جانا نہیں بھولیں تھیں کہ انہیں ایک اور سانحہ سے دوچار ہونا پڑا۔ جو قضیہ، فدک کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ قضیہ فدک پر مفصل بحث انشاء اللہ اس کتاب کے دوسرے حصہ میں کی جائے گی۔ اور مقدمہ فدک کو اسلامی قوانین کے ساتھ ساتھ موجودہ ملکی قوانین کی روشنی میں دیکھا جائزہ لیا جائے گا اور پرکھا جائیگا۔ یہاں صرف خطبہ فدک کے بارے میں بیان کیا جا رہا ہے۔

دیکھا جائے تو تحریک رسالت جو ایک حسین تہذیب مطلقہ کا نام ہے۔ جس کے دامن میں معیار فضیلت، علم و حکمت کی روشنی ہے اور اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں۔ کہ تحریک اسلام پر حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کی تمام دولت و سرمایہ خرچ ہوا۔ یعنی اس تحریک کی نشوونما پر حضرت خدیجہؓ کا سرمایہ کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کی واحد وارث کا نام فاطمہ بنت محمدؐ ہے۔ یعنی دین اسلام کی نشوونما حضرت فاطمہؓ کی جائیداد سے ہوئی۔ اور جہاں تک فدک کی ملکیت کا سوال ہے صرف وہ فاطمہؓ کی ملکیت تھا یا تمام کائناتیں اور ان کی جملہ نعمتیں اللہ نے فاطمہؓ کی ملکیت قرار دیں۔ خطبہ فدک محض ایک علامت ہے اس کے پیچھے لامحدود و اسرار موز پوشیدہ ہیں۔ سیدہ نے غضب فدک کو موضوع بنا کر انصار و مہاجرین کی موجودگی میں مسجد نبوی میں بے مثال اور تاریخی خطبہ دیا۔ اور بہت سے حقائق کو روشن کر دیا۔ یہ خطبہ ایک زبردست وار تھا ان لوگوں پر جو حضورؐ کی 23 سالہ محنت کو برباد کرنا چاہتے تھے۔ ایک زبردست آواز تھی۔ جو ہر جگہ پہنچی اور جس

کا اثر سارے زمانے میں پھیل گیا۔ ایک طوفان تھا جس کی پتھر شکن موجوں نے سننے والوں کو گرچہ مختصر وقت ہی کے لیے سہی حق کا راستہ دکھا دیا۔ اتفاق حق کی مظلوم کوشش تھی اور جہاں تک خطبہ کی فصاحت و بلاغت کا تعلق ہے جن لوگوں نے کلمات اہل بیت کے لیے اپنے دماغوں کو وقف کیا ہے۔ اور ان قدوسی آوازوں سے جن کے کان آشنا ہیں وہ جانتے ہیں کہ ایسے کلمات سوائے صاحبان علوم کے علاوہ اور کہیں دیکھے نہیں جاسکتے۔ دلائل و براہین کب بوجھاڑ ہے کہ ہو رہی ہے۔ فصاحت و بلاغت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ حقائق و معارف کا بادل ہے کہ برس رہا ہے۔ لفظ لفظ حقیقت سے لبریز، فقرہ فقرہ اثر میں ڈوبا ہوا کلام پکارتا ہے۔ اسلوب کلام کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ نظم و نسق، یہ بدیہہ گوئی صاحبان طہارت سے مخصوص ہے۔ اس مختصر خطبہ میں علت ایجاد، کیفیت ایجاد، معرفت الہیہ، علت بعثت پیغمبر، علت احکام شریعت، قبل اسلام دنیا کی حالت، حق اور ناحق، جاہلیت و ظلم کا مفہوم، قانون وراثت، اوصاف قرآن، ایمان کا مقصد، شرک حقیقی سے پاک ہونا، علم و حکمت کی فضیلت، فلسفہ نعمت، منکرین حق اور ان کی اقسام، عدالت مطلقہ کا قیام، عدم رویت باری تعالیٰ، نور پیغمبر کا ہر وجود سے پہلے اور افضل ہونا، سچ کی حمایت، حقدار کو حق دینا، مصلحت پسندی اور دنیاوی ڈر اور خوف کا خاتمہ، مظلوم کی داد رسی، عرفان نفس، فلسفہ احکام شریعت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، حقیقی فلسفہ توحید، حمد و شکر و ثنائے رب العزت، اعلیٰ اخلاقی قدروں پر مبنی معاشرہ، انسانیت، اسلامی فیوض، بعد رسول اسلام کی حالت غرض اتنی کیفیتیں جمع ہیں کہ عقل حیران ہو جاتی ہے۔ واقعتاً ان کے دریائے علم کی کوئی انتہا نہیں کہ کوزے میں سمندر بند ہے۔ چنانچہ مندرجہ بالا نکات جو سیدہ نے خطبہ میں موضوع بحث بنائے۔ ان نکات معلمہ کے بغیر نہ حقیقی عدالت کا قیام عمل میں آسکتا ہے۔ اور نہ ہی ظلم کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ صدیقہ کبریٰ عالمہ غیر معلمہ کی زبان مقدس سے نکلے ہوئے الفاظ غلط خواہشوں اور باطل عقیدوں کا قلع قمع کرنے کے لیے کافی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک نورانی عقل کا جز جو جسمانی مخلوق سے کسی حیثیت میں

مشابہ نہیں ہے۔ خداوندی بارگاہ سے الگ ہوئی۔ اور انسانی روح سے متصل ہو کر اسے طبیعت کے پردوں اور مادیت کے حجابوں سے نکال رہی ہو۔ صاحبان اقتدار اور قوم کے اہل حل و عقد کو للکار رہی ہو اور انہیں صحیح راستے پر چلنے کی دعوت دے رہی ہو۔ اور ان کی غلطیوں پر متنبہ کر کے انہیں سیاست کی باریکیاں اور تدبیر و حکمت کے دقیق نکتے سمجھا رہی ہو۔ اور بیک وقت عام انسان سے لیکر حکمران تک کی تشکیل انسانیت میں مصروف ہو۔

اسلام کے اعتقادی، سیاسی، اجتماعی مسائل کی جو تفسیر حضرت فاطمہ زہراؑ نے پیش کی ہے۔ وہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جناب فاطمہؑ کا تعلق کی خاص زمانے سے نہیں ہے اپنے خطبہ میں سیدہ نے جو تجزیہ و تحلیل پیش کیا ہے۔ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی معارف کے پیچیدہ ترین مسائل میں آپ کو کتنا عبور حاصل تھا۔ جناب فاطمہؑ کی زبان مبارک سے نکلا ہو یہ انقلاب آفرین خطبہ اُس بات کا ترجمان ہے کہ آپ جہاد کرنے والوں کی رہنما و قادر اور مجاہدہ ہیں۔

اس خطبہ کا لب و لہجہ ایسا ہے۔ جو دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے۔ آپ کے اس خطبہ میں نہج البلاغہ کے خطبوں کی شان جھلکتی ہے۔ وہی اسلوب بیان وہی طرز استدلال ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی بیٹی زینب بنت علی کو خطابت میراث میں ملی تھی۔ جن کے خطبوں سے کوفہ کا بازار اور یزید کا دربار لرز گیا۔ غاصب حکومت کے محل کی بنیادیں متزلزل ہو گئیں۔ دشمنان اسلام کا پورا منصوبہ خاکستر ہو گیا۔

اس خطبہ میں فاطمہ زہراؑ نے جو اسلامی احکامات کا فلسفہ ان کے اسرار موز اسلامی تاریخ کا تجزیہ اور تحلیل کے سلسلے میں جو مویشگافیاں فرمائی ہیں۔ وہ راہ حق پر چلنے والوں کے لیے بہترین درس ہیں۔

یہ ایسی مشعل ہے جس کی کرنوں سے آگہی کے اصول چمکے
اس کے دم سے زمانے بھر کی جبین پہ نام رسول چمکے

قابل غور امر اس خطبہ میں یہ ہے کہ اس کے ذریعے جناب فاطمہؑ نے خاندان رسالت
کی اہمیت و عظمت کو واضح کیا اور بتا دیا کہ انہی کے وجود سے دنیا میں ہم آہنگی اور توازن ہے۔ اگر
خطبہ کا یہی مقصد و فائدہ ذہن میں ہو تو بھی کافی ہے۔

اس خطبہ کو ابو بکر احمد بن عبدالعزیز الجوهری نے کتاب میں درج کیا ہے کہ سبط ابن
جوزی نے تذکرہ خواص الامۃ فی معرفتہ الائمۃ میں شععی سے اس خطبے کے کچھ
فقرات اور سیدہ کے کچھ اشعار نقل کیے ہیں۔ ابن ابی الجدید معتزلی اہل سنت کے مشہور دانشور
نے اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ میں عثمان بن حنیف کے خط کی شرح میں مختلف اسناد کے ساتھ ذکر
کیا ہے۔ جبکہ مسعودی نے مروج الذهب میں اس خطبہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور ممتاز شیعہ عالم
سید مرتضیٰ نے اپنی کتاب ثانی اور شیخ صدوق نے علل الشرائع میں اس خطبے کے بعض حصے نقل کیے
ہیں۔

خطبہء سیدہؑ

ترجمہ:-

1- ذات واجب کی حمد، شکر اور ثنا! ابتداء اللہ کے نام سے جو رحمان بھی ہے رحیم بھی۔ اللہ نے ہمیں دنیا بھر کی جو نعمتیں عنایت کی ہیں اس مرحمت پر اُس کی حمد و ثنا اور فضل سے ذہن و ضمیر کو جو اچھائیاں نصیب ہوئیں اُس کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ پھر اس خصوص میں بھی اُس کی تعریف و توصیف ہے کہ اُس نے سب کو دیا اور سب کچھ دیا۔

2- انعامات الہیہ کا شمار ناممکن ہے!

پالنے والے نے آغاز حیات ہی سے ہر ایک کو ساز و سامان زندگی عطا فرمایا۔ اُس کے فیض کی وسعت داد و دہش کی یک رنگی اور لطف عام کا کیا کہنا۔ کمال توجہ سے اُس کی لگا تار مہربانیاں بھی لائق صد ہزار ستائش ہیں۔ اُس کے احسانات کا نہ کسی سے حساب ممکن ہے اور نہ کوئی اُن کے شمار کی سکت رکھتا ہے۔ نیز دامن کرم اتنا پھیلا ہوا ہے کہ پورے طور پر کوئی شکرانہ بھی ادا کرنے کے قابل نہیں اور نوازشوں کی انتہا کو کون پائے؟ کہ آدمی کا تخیل بھی اُس مقام پر پہنچنے سے قاصر ہے۔ پالنے والے نے اپنی بخشش میں مزید اضافے اور تسلسل کی خاطر سب کو احسان ماننے کی ہدایت فرمائی۔ اور تکمیل نعمت کی غرض سے آئین تشکر کو معمول بنائے رکھنے کی تاکید کی۔ اس کے علاوہ اُس نے اُن جیسی نعمتوں کو مکر حصول کے لیے اپنے بندوں کو سپاس گزار ہونے کا حکم دیا۔

3- فلسفہ توحید و عدم رویت الہیہ!

میں گواہی دیتی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ یکتا ہے، بے مثال ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اُس نے اخلاص کو کلمہ شہادت کا جو ہر قرار دیا۔ یعنی اس حقیقت کا اعتراف کہ اُس کی ہر خوبی عین ذات ہے۔ قادر مطلق نے توحید کے شور کو دل کی تہوں میں اتارا۔ اور اُس کے ادراک سے ذہنوں و خیال کے ایوانوں میں چراغاں کر دیا۔ ہماری آنکھوں میں نہ یہ تاب و توان کہ اُس کا دیدار ممکن ہو جائے۔ اور نہ زبانوں کو اتنا یارا کہ اُس کی مدح سرائی کر سکیں۔ فکر کتنی ہی بلند ہو مگر کیا مجال اُس کے عرفان کی منزل تک پہنچ جائے۔

4- مقصد تکوین کائنات!

جب کسی چیز کا نام و نشان بھی نہ تھا تب اُس نے ہر شے کو وجود دیا۔ نمود بخشا۔ بغیر کسی نقشے اور نمونے کے۔ اُس نے صحن گیتی اور بام فلک کی تخلیق فرمائی۔ ہر ہستی کو اُس نے اپنی قدرت سے بنایا۔ اور ہر پیکر کو اپنی مشیت سے ایجاد کیا۔ دنیا و مافیہا کی پیدائش میں نہ اُس کی کوئی غرض تھی نہ ضرورت۔ اور نہ اس "عالم رنگ و بو" کی صورت گری میں اس ذات بے نیاز کا کوئی مفاد مضمر تھا۔ بس وہ یہ چاہتا تھا کہ اُس کی حکمت عالم میں آشکارا ہو۔ اور ساری خدائی فرض بندگی کو توجہ کا مرکز بنائے۔ پھر تخلیق کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آفریدگار عالم اپنی ہمہ گیر قدرت کو نمایاں فرما کر یہ بھی جتاء دے کہ وہی سب کا آقا ہے اور دنیا کے تمام لوگ اُس کے بندے ہیں۔ ساتھ ساتھ یہ مقصد بھی تھا کہ دین کے پیغام اور خدا شناسی کی دعوت کو استحکام حاصل ہو۔ پھر اُس نے اپنی اطاعت کو باعثِ ثواب اور سرکشی کو لائقِ تعزیر قرار دیا۔ تاکہ یہ بندے اُس کے غیظ و غضب کی ضد میں نہ آئیں۔ اور بہشت کی راہوں پر گامزن رہیں۔

5- سیدالانبیاء کا سب سے پہلے خلق اور افضل ہونا!

میں مکرر گواہی دیتی ہوں کہ میرے بابا محمدؐ اللہ کے بندے اور اُس کے رسولؐ ہیں۔ خدا نے رسالت کا منصب دینے سے پہلے انہیں اس عہدے کے لیے جن لیا تھا۔ اور اُس نے ابھی پیدا بھی نہیں کیا تھا کہ جہاں جہاں چاہا آپ کا نام روشن کر دیا۔ نیز کارِ نبوت کی بجا آوری سے قبل نگاہِ قدرت آپ کو اس مقصد کے لیے منتخب کر چکی تھی۔ یہ اُس دور کی بات ہے کہ جب ساری خلقت نہاں خانہ غیب میں پوشیدہ، سب کے سب خوف و وحشت کے پردوں کے پیچھے دبکے ہوئے اور عدم کی آخری حدوں کے بالکل قریب تھے یہ خدا کے علم میں تھا کیوں دشتِ امکاں میں جو بھی ہوتا ہے وہ اُس کے انجام پانے سے باخبر ہے۔ اُس کی آگہی صحنِ کائنات میں رونما ہونے والے ہر واقع، ہر حادثہ اور ہر سرگزشت پر گرفت رکھتی ہے۔ پھر وہ تمام امور کے وقوع پذیر ہونے اور جملہ کاموں کے وقت نامے سے خوب واقف ہے

6- بعثت کے اغراض و مقاصد!

اُس نے اپنے پیغمبر کو دینِ حق کی غرض و غایت پورا کرنے کے لیے بھیجا اور انسانی معاشرے میں اپنے آئین کو جاری کرنے کے عزمِ محکم کے ساتھ نیز طے شدہ قطعی احکام اور حتمی قواعد کو نافذ العمل بنانے کی خاطر مبعوث فرمایا۔ جب آپؐ مبعوث ہوئے تو ملاحظہ فرمایا کہ اقوامِ عالم دینی اعتبار سے بٹی ہوئی اور بڑے تفرقے کا شکار ہے۔ ان میں سے بعض گروہ تو اپنے آتش کدوں کو سنبھالے بیٹھے ہیں۔ کچھ جھتھے اپنے اپنے بتوں کی پوجا پاٹ میں لگے ہوئے ہیں۔ فطرت کے قاعدوں اور دماغ کی صلاحیت سے اللہ کو جاننے کے باوجود اُس کی بندگی سے انکاری ہیں۔ لہذا پروردگار عالم نے میرے پردے بزرگوار کے نور سے جہالت کے گھپ اندھیروں کو چھانٹ کر دنیا میں اجالا کر دیا۔ دل کے سارے بل نکال دیئے۔ ظلمتِ آسماں آنکھوں کو روشنی عطا کی۔ لوگوں کو ہدایت کی راہیں دیکھائیں۔ طرح طرح کی گمراہیوں سے چھٹکارا دلایا۔ ذہن و ضمیر

کو حقیقت شناسی کا انداز سکھایا۔ سچے اور اچھے دین کو پہنچوایا۔

7- حضور کے مدارج عالیہ کی طرف اشارہ!

پھر اللہ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا اور اس طرح بلایا کہ وہ خوشی خوشی بصد شوق، اور کمال رغبت کے ساتھ آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے ہوئے اپنے رب سے جا ملے۔ اب محمد اُس دکھ بھری دنیا کی تکلیفوں سے دور اپنے راحت کدے میں آرام فرما۔ خدا کے مقرب فرشتے انہیں گھیرے ہوئے ہیں اُس بخشنے والے پاک پروردگار کی مرضی شامل حال ہے اور وہ اپنے قادر مطلق، آفریدگار کے سایہ رحمت میں آسودہ ہیں۔ خدا کا درود میرے "باپ" پر جو اُس کے نبی، اُس کی وحی کے امین، اُس کے برگزیدہ اور ساری خلقت میں سے منتخب کیے ہوئے پسندیدہ بندے تھے۔ ان کے حضور سلام اور اللہ کی رحمت و برکت اُن کے ساتھ ساتھ رہے۔

8- اُمت مسلمہ کی ذمہ داری اور نظریہ امامت!

پھر آپ مجمع کی طرف متوجہ ہوئیں اور ارشاد فرمایا! اللہ کے بندو! تم ہی وہ لوگ ہو جنہیں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ دین الہی اور حق کے پیغام کو عالم میں آشکار کرنے کا بوجھ بھی تمہارے ہی کاندھوں پر پڑا ہے۔ تم اپنی ذات کے لیے خدا کے نمائندے ہو اور نظام شریعت کو دوسری قوموں تک پہنچانا تمہارا کام ہے۔ پیدا کرنے والے کی طرف سے تمہارے واسطے جو سچا سربراہ، برحق رہنما مقرر ہوا ہے۔ وہ تم میں موجود ہے۔ اُس کے بارے میں تم سے باقاعدہ عہد و پیمان بھی لیا جا چکا ہے۔ وہ ذخیرہ جسے رسول نے بچا کر رکھا تھا اسی کو آپ نے اپنا جانشین بنایا۔

9- اوصاف قرآن!

پھر ہمارے پاس اللہ کی کتاب بھی تو ہے۔ اللہ کی بولتی ہوئی کتاب قرآن سچائیوں کی

زباں، نور فیروزاں، پرتو رخشاں جس کا ہر مطلب واضح، ہر دلیل روشن اور تمام اسرار و رموز قابل بیان ہیں۔ اُس کی ظاہری عبادت، سامنے کی باتیں اجالا پھیلاتی ہیں۔ قرآن کے احکام پر عمل کرنے والوں کی زندگی قابل رشک ہوتی ہے۔ اُس کی پیروی بہشت کا راستہ دکھاتی ہے۔ کتاب خدا سننا بھی نجات کا ذریعہ ہے۔ قرآن ہی کے وسیلے انسانی ذہن، اللہ کی صاف شفاف اور رساد لیلوں کو پاسکتا ہے۔ اس کا دامن فرائض و واجبات کی شرح و تفسیر سے بھرا ہوا ہے۔ جو چیزیں جائز نہیں ہیں اور جن کاموں سے بچنا چاہیے اُن کی تفصیل اس میں موجود ہے۔ اس کے استدلال بڑے واضح نہایت روشن ہیں۔ قرآن حکیم کا طرز اثبات بے حد اطمینان بخش ہے۔ اس میں حسن اخلاق کو اپنانے اور مستحب عمال بجالانے کی ترغیب بھی ہے۔ اور زندگی کے جن شعبوں میں قانونی سہولتیں عطاء ہوئی ہیں اُن کی وضاحت سے بھی اس کے اوراق سجے ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں پروردگار عالم نے جو خاص قاعدے قوانین مقرر فرمائے ہیں وہ بھی اس میں مذکور ہیں۔

10۔ فلسفہ احکام شریعت!

پس اللہ نے ایمان کو تمہیں شرک کی آلودگی سے پاک کرنے کا ذریعہ بنایا۔ اور نماز کو تکبر کی کثافت سے محفوظ رہنے کا وسیلہ قرار دیا۔ زکوٰۃ سے نفس کی شست و شو ہوتی ہے۔ اور یہ رزق میں اضافے کا سبب بھی ہے۔ روزے کو اخلاص کی جڑیں مضبوط کرنے میں خاصا دخل ہے۔ اور حج سے دین کو بڑی تقویت ملتی ہے۔ نظام عدل دلوں کو ایک لڑی میں پروتا ہے۔ اور سب کے ساتھ برابری کے جذبے کو نمود دیتا ہے۔ اور ہماری اطاعت سے قوم میں تنظیم اور ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔ نیز ہمارا سلسلہ امامت ملت اسلامیہ کو انتشار اور تفرقہ سے بچانے میں بہت مدد دیتا ہے۔ جہاد میں اسلام کی قوت اور اس کی عزت کا راز پوشیدہ ہے۔ صبر و شکیائی کی بدولت اجر و ثواب اور ہر طرح کی نیکیاں حاصل ہوتی ہیں۔ امر بالمعروف میں عوام کی بھلائی ہے۔ وہ اس ذریعے فلاح کو پہنچتے ہیں۔ اور والدین کے ساتھ حسن سلوک خدا کے قہر و غضب سے بچائے رکھتا ہے۔ عزیز و اقارب

کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے اور ان سے محبت کا برتاؤ کرنے کے سبب عمر بڑھتی ہے۔ اور وسائل زیادہ ہوتے ہیں۔ قصاص انسانی زندگی کا احترام سیکھانا ہے۔ اس سے خون ریزی کی روک تھام ہوتی ہے۔ نذر کی ادائیگی یا عہد و پیمان کی تکمیل، رحمت و مغفرت خداوندی کا وسیلہ بنتی ہے۔ صحیح ناپ تول یا درست پیمانوں کے استعمال سے کم فروشی کا خاتمہ ہوتا ہے۔ دوسروں کے حقوق کو تحفظ ملتا ہے۔ شراب نوشی کی ممانعت نفس انسانی کو گناہ آلود نہیں ہونے دیتی۔ تہمت لگانے اور الزام تراشی سے دور رہنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ لوگ خدا کی نفرین سے محفوظ رہیں۔ چوری چکاری سے روکنے کی وجہ یہ ہے کہ انسانی شرافت کا دامن داغ دار نہ ہونے پائے۔ شرک سے منع کرنے کا باعث یہ ہے کہ اللہ کے بندے صرف اسی کو اپنا رب، اپنا پروردگار سمجھیں اُس کے علاوہ اور کسی کو اپنا پالنہا نہ مانیں۔ لہذا تم پرہیزگار بنو۔ پرہیزگاری کا حق ادا کرو۔ اور موت آئے تو اُس حال میں کہ اسلام کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ (سورہ آل عمران 102)

اور پروردگار عالم نے جن احکام کو بجالانے کا حکم دیا ہے انہیں جامہ عمل پہناؤ اور جن امور سے روکا ہے ان کے قریب نہ جاؤ۔ ہاں اللہ کے بندوں میں صرف علم والے لوگ ہی اُس سے ڈرتے ہیں۔ (سورہ فاطر 28)

11۔ اپنا تعارف!

پھر آپ نے فرمایا لوگو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں فاطمہ ہوں اور میرے باپ محمد ہیں۔ میری گفتگو شروع سے آخر تک ایک جیسی ہوگی۔ اس میں نہ کسی طرح کا تضاد ملے گا اور نہ کوئی کھوٹ دکھائی دے گی۔ نیز میرے اعمال حیات میں بھی کوئی ایسا کام نہیں جس کا رشتہ حق و صداقت سے نہ ملتا ہو۔۔۔ دیکھو! تمہارے ہاں ایک ایسے رسول آئے جو خود تم ہی میں سے ہیں تمہارا دکھ درد ان پر شاق ہے انہیں نفس نفس تمہاری بھلائی چاہیے۔ وہ ایمان والوں کے لیے بڑے مہربان اور انتہائی شفیق ہیں۔ (سورہ توبہ 128)

تم اگر نسب کے حوالے سے انہیں جاننا چاہو تو یاد رکھو کہ وہ میرے اور صرف میرے باپ ہیں۔ تمہاری عورتوں میں سے کسی سے اُن سے رشتہ پداری کا اعزاز نہیں حاصل! اور میرے شریک زندگی (علی) کے چچا زاد بھائی ہیں تمہارے مردوں میں سے کسی سے اُن کی یہ قرابت داری نہیں۔ حضور سے یہ خاندانی وابستگی ہم لوگوں کے واسطے کس درجہ باعث افتخار ہے۔

12- ظہور رسالت کے بعد!

خدا کے پیغمبر نے کس خوش اسلوبی سے کار رسالت کو انجام دیا۔ اور مشرکوں کو اُن کے کیفر کردار سے باخبر فرمایا۔ آپ دشمنانِ خدا کی راہ و روش سے منہ موڑے رہے۔ سرکشوں کے سر توڑے، باغیوں کی گردنیں مروڑیں تاکہ وہ راہِ راست پر آجائیں۔ پیغمبر اکرمؐ نے حکمت کی زباں اور نصیحت انگیز حسنِ بیاں سے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا۔ انہوں نے بتوں کو پاش پاش کیا۔ اور نخوت پسندوں کو نیچا دکھایا۔ خدا فراموشوں کے مجمع میں بھگدڑ مچ گئی۔ اور وہ راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ پھر جہل کی شب تار کے پردے اٹھے اور صبح آگہی کے جلوے پھیل گئے، حق اور حقیقت نکھر کر سامنے آئی، دین کے پیشوا نے تکلم فرمایا، شیطان کے ساتھی دم بخود ہو کر رہ گئے۔ منافقوں کے گروہ ہلاکت کو پہنچے، کفرِ عداوت کے سارے بل کھل گئے۔ اور تمہارے ہونٹوں پر توحید کے ریلے بول چلنے لگے۔ ہاں ان حالات کے ظہور میں گنتی کی اُن چند ہستیوں کا بھی حصہ ہے جنہوں نے ناموافق حالات میں بھی اپنی پاک بازی کو سنبھالے رکھا۔

13- ظہور رسالت سے قبل!

جبکہ مجموعی طور پر تم سب دہکتے آتش کدے کے دہانے پر کھڑے تھے۔ طاقتوروں کے سامنے تمہاری حیثیت کیا تھی۔ گھونٹ بھر پانی، منہ کا نوالہ جلدی میں آگ لے جانے والے کی ایک چنگاری، قدم قدم روندن میں آنے والی مخلوق، گڑھوں میں جمع گندے پانی سے اپنی پیاس بجھاتے تھے، گھانس بھونس سے پیٹ بھرتے تھے، ذلت و خواری تمہارا مقدر بنی ہوئی تھی، ہر وقت

یہ دھڑکا لگا رہتا کہ آس پاس کے لوگ کہیں اغواء نہ کر لیں، اللہ نے تمہیں ان تمام اندوہناک واقعات سے حضور محمد مصطفیٰ کے صدقے سے نجات دلائی، تمہارے دلِ دروہ ہو گئے۔

14۔ محافظ اسلام علی کے فضائل!

سرکار ختم المرسلین نے زور آوروں کے ہاتھوں بڑے شدائد برداشت کیے۔ مگر عرب کے بھیڑیوں اور سرکش اہل کتاب کا جم کر مقابلہ کیا۔ دشمن جب بھی جنگ کے شعلے بھڑکاتے اللہ ان کو بجا دیتا۔ اور جس لمحے بھی شیطان کے ساتھی کوئی فتنہ کھڑا کرتے یا مشرکوں میں سے کوئی اثر دہے کی طرح بڑا سامنہ کھولتا، خاتم الانبیاء اسلام کے تحفظ کے لیے اپنے بھائی علیؑ کو آگے کر دیتے تھے! پھر علیؑ چڑھائی کرنے والوں کو جب تک پامال شجاعت نہیں کر دیتے واپس نہیں آتے تھے۔ ہاں! فتنوں کی آگ کو اپنی تیغ کے پانی سے بجھا کر دم لیتے۔ خدا کی راہ میں ہر سختی جھیلنے اور دین کو بچانے کے واسطے کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھتے۔ وہ اللہ کے رسولؐ سے بہت قریب تھے اور پاک پروردگار نے انہیں اپنے اولیاء کی سروری عطا فرمائی تھی۔ علیؑ، جہاد کے واسطے ہمہ وقت کمر بستہ رہتے، وہ امت کے خیر خواہ تھے۔ اللہ کا ہر حکم دل سے بجالاتے۔ دین کے تمام امور کے لیے جان توڑ کوشش کرتے۔ نیز جب بات خود کی ہو تو پھر کوئی کچھ کہے اسے خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ مگر تم تو ان دنوں عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے تھے۔ سکھ چین سے، امن و امان کی چھاؤں میں اطمینان کی سانس لے رہے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ ہم پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹیں اور تمہیں ہر بُری خبر سننے کو ملے۔ جنگ کے موقع پر تم کنائی کاٹ جاتے تھے۔ اور لڑائی دیکھ کر فرار کی راہیں ڈھونڈنے لگتے تھے۔

15۔ وفات پیغمبر اور نفاق امت!

اور جب پروردگار عالم نے اپنے نبیؐ کے قیام کے لیے پیغمبروں کے راحت سرا اور منتخب ہستیوں کے آرام کدے کو پسند فرمایا۔ تو پھر تمہارے دلوں میں نفاق کے کانٹے نکل آئے۔

دین نے تمہیں جو پوشاک پہنائی تھی وہ تارتار ہو چکی ہے۔ ہاں! وہ گمراہ جو کسی باعث چُپ تھے اب ان کی بھی زبانیں چلنے لگیں اور کچھ بے ننگ و نام افراد نے بھی سر اٹھانا شروع کر دیا۔ جب تم سچائی کا میدان چھوڑ گئے تو حق نا آشنا گردہ کے اُونٹ بکبلانے لگے اور باطل پرست در آئے۔ شیطان نے اپنی کمین گاہ سے سر نکالا اور تمہیں پکارنے لگا۔ اکثر لوگ اس کی آواز سن کر لپک پڑے اور آخر کار اس پر تبیح کر سب نے اسے اپنا منظور نظر بنا لیا۔ نتیجتاً اُس نے تمہیں اپنے ڈھرے پر لگایا اور تم اپنے ہلکے پن کے کارن اُس کے ہو کر رہ گئے۔ پھر وہ تمہارے جذبہ غضب کو بھڑکانے میں کامیاب رہا۔ اور تم آپے سے باہر ہو گئے۔ دوسروں کے اونٹوں پر نشان لگا کر، انہیں بتیانے لگے۔ پر اے گھاٹ کو اپنا گھاٹ سمجھ بیٹھے۔

16- کتاب خدا کو چھوڑ دیا۔

ہاں! تم نے رسولؐ سے جو عہد و پیمان کیا تھا وہ تو ابھی کل کی بات ہے۔ دیکھو زخم بہت کاری ہیں اور گھاؤ بھرے نہیں۔ پیغمبر اکرمؐ کو سپرد خاک تک نہیں کیا گیا تھا کہ تم نے اس بہانے کہ کہیں کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے جلدی سے جو کرنا تھا کر گزرے۔

"مگر یاد رکھو! کہ تم ایک بہت بڑے فتنے میں پھنس چکے ہو اور جہنمنے کافروں کو گھیر رکھا ہے"۔۔۔ (سورہ توبہ 49)

حیرت ہے تم نے یہ سوچا کیسے؟ تم کدھر بہکے جا رہے ہو؟ خدا کی کتاب تمہارے درمیان موجود ہے۔ اور اس کی تمام باتیں بہت واضح ہیں۔ قرآن کے تمام فرمان روشن، اُس کی نشانیاں ضیا بار اور امر و نہی کے سارے قاعدے لو دیتے ہیں۔ پھر بھی تم نے اس آئین زندگی کو پس پشت ڈال دیا۔ اچھا۔۔۔! تم نے قرآن سے منہ پھیر لیا ہے یا اب اس کے بغیر ہی فیصلے کرو گے؟ ظالموں نے قرآن کے بدلے جو ریت اپنائی ہے وہ بدترین روش ہے۔

اور جو اسلام کے سوا کسی اور نظام کو اپنائے گا وہ ہرگز قابل قبول نہ ہوگا۔ نیز جو یہ کرے گا

وہ آخرت میں بڑا گھانا اٹھائے گا۔ (سورۃ آل عمران 85)

تم نے بڑی پھرتی سے خلافت کے بد کے ہوئے ناقے کو ہتھیالیا۔ اتنا بھی انتظار نہ کر سکے کہ پہلے رام کر لیتے پھر مہار تھامتے اور اس کے بعد تم سب نے مل کر فتنوں کی آگ سلگائی اور ہنگاموں کے شعلے بھڑکائے۔ گمراہ شیطان کی پکار لبیک کہنے لگے۔ ہائے دین کے اجالوں کو گھپ اندھیروں میں بدل دیا اور اللہ کے برگزیدہ نبیؐ کی تعلیمات پر پردے ڈال دیئے۔ تمہارا ظاہر تمہارے باطن کا ساتھ نہیں دیتا۔ کہتے کچھ ہو اور کرتے کچھ ہو۔ خاندان نبوت کو سامنے سے ہٹانے اور ہر طرح سے ستانے کے لیے تم کیا کیا چالیں نہیں چلے؟ خیر ہم تمہاری اس ایذا رسانی پر صبر کرتے ہیں۔ اسی طرح جیسے ہمت والے نیزے اور خنجر کے زخم کھا کر بردباری دکھاتے ہیں۔ تم یہ سمجھ رہے ہو کہ اللہ نے ہمیں وراثت کے حق سے محروم رکھا ہے؟ کیا جاہلیت کا طرز عمل اختیار کرنا چاہتے ہو؟ "حالانکہ یقین رکھنے والوں کے لیے اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا اور کوئی نہیں"۔

(سورہ مائدہ 50)

کیا تم ان باتوں سے واقف نہیں ہو؟ اور یہ حقیقت تو دوپہرے کے سورج کی طرح عیاں ہے کہ میں تمہارے رسولؐ کی بیٹی ہوں۔

17۔ تذکرہ فدک اور مسلہ وراثت بروئے قرآن!

مسلمانو! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اپنے قانونی حق اپنے ورثے سے زبردستی محروم کیے جانے پر خاموش رہوں؟ اے ابو قحافہ کے بیٹے! خدا کی کتاب میں کیا یہی کھا ہوا ہے کہ تمہیں تو اپنے باپ کا ورثہ مل جائے اور مجھے اپنا ترکہ پدری نہ ملنے پائے۔ یہ بڑے اچنبھے میں ڈال دینے والی بات ہے۔ اچھا! بتاؤ تو سہی! تم لوگوں نے جان بوجھ کر کتاب سے رشتہ توڑ کر اسے پیٹھ پیچھے ڈال دیا ہے۔ ورنہ قرآن تو ہانکے پکارے کہہ رہا ہے کہ

"سلیمان، داؤد کے وارث قرار پائے" (سورہ نمل 16)

اور یحییٰ ابن زکریا کے بارے میں ارشاد ہوا کہ اللہ کے خاص بندے زکریا نے یوں دعا کی تھی۔
پروردگارا

"تو اپنے کرم سے مجھے ایک ایسا جانشین مرحمت کر دے جو میرا بھی وارث ہو اور آل
یعقوب کا ورثہ بھی اسی کو ملے" (سورہ مریم 5 اور 6)

نیز خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ "اور اللہ کی کتاب میں ہے کہ خون کا رشتہ رکھنے
والے ہی ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں"۔ (سورہ انفال 75)

اس کے علاوہ یہ بھی اسی کا فرمان ہے کہ "اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں یہ ہدایت
کرتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے"۔ (سورہ نساء 11)

پھر یہ بھی اسی کا حکم ہے کہ "اگر کوئی مرنے والا کچھ مال و دولت چھوڑ جائے تو والدین
اور دوسرے رشتہ داروں کے لیے حسب دستور وصیت کر جائے۔ یہ پرہیزگاروں پر ایک حق
ہے"۔ (سورہ بقرہ 180)

ان تمام دلائل کے باوجود پھر بھی تم سمجھتے ہو کہ "میری کوئی حیثیت نہیں، میں کوئی حق
نہیں رکھتی، میں اپنے باپ کی وارث نہیں، میرا ان سے کوئی رشتہ نہیں؟ بتاؤ تو سہی اللہ نے
تمہارے لیے کوئی ایسی خاص آیت نازل کی تھی۔ جس کا اطلاق میرے باپ پر نہیں ہوتا؟ اور
کہیں یہ تو نہیں سمجھ بیٹھے ہو کہ دو الگ الگ مذہب رکھنے والے ایک دوسرے کے وارث نہیں قرار
پاتے کلمہ پڑھنے والو! سچ بتاؤ۔ میں، اور میرے باپ، ایک دین، ایک مذہب سے تعلق نہیں رکھتے
؟ یا پھر تم لوگ قرآن کے خاص اور عام احکام کے بارے میں میرے پدر بزرگوار اور میرے شریک
حیات سے زیادہ جانتے ہو؟ اچھا لو سواری پر کاٹھی کسی ہوئی ہے یہ مہار، وہ راستہ، چلو۔ اب حشر
میں ملاقات ہوگی۔ جہاں میر عدالت اللہ ہوگا۔ جو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور محمد مصطفیٰ
ہماری وکالت فرمائیں گے۔ سنو! داوری کی جگہ عرصہ قیامت ہے۔ اور جب وہ گھڑی آئے گی تو

سارے باطل پرست نقصان اٹھائیں گے۔ اُس وقت پچھتانے سے کچھ نہیں ملے گا۔
 "اور ہر خیر اپنے وقت پر ظاہر ہوتی ہے۔ نیز جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا"۔ (سورہ انعام 67)
 کہ "اُس عذاب کی زد میں آ کر کون رسوا ہوتا ہے۔ اور سدا رہنے والی مصیبت کس پر
 نازل ہوتی ہے"؟ (سورہ زمر 40)

18۔ اور ان کی بے ثباتی کا تذکرہ!

پھر آپ نے انصار کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: جواں مردو، ملت کے بازو،
 اسلام کی مدد کرنے والو، میرے حق میں یہ غفلت اس درجہ تساہل، اور میرے ساتھ انصاف کرنے
 میں اتنی کوتاہی کا کیا مطلب ہے؟ کیا اللہ کے رسول اور میرے پدرانہ ادارے یہ نہیں فرمایا تھا کہ
 "جن شخصیتوں کی تعظیم کی جائے اُن کی اولاد کا احترام بھی ضروری ہے" کس تیزی سے تم نے
 بدعتیں پھیلائی اور کتنی جلدی تمہارے چھپے ارادے سامنے آ گئے۔ حالانکہ تم میرے مقصد میں
 تعاون کر سکتے تھے اور میرا منشاء پورا کرنے کی سکت بھی رکھتے ہو۔ کیا اب تم یہ بہانہ نہ بناؤ گے کہ محمدؐ
 تو اس دنیا میں رہے نہیں؟ ہاں ان کی رحلت ایک عظیم سانحہ ہے۔ اسلام کی عمارت میں وہ دروازہ
 پڑی ہے جو وقت کے ساتھ چوڑی ہوتی جا رہی ہے۔ بہت بڑا رخنہ ایسا شگاف جسے کسی طور نہیں بھرا
 جاسکتا۔ اُن کے رخصت ہو جانے سے زمین پر اندھیرا چھا گیا۔ اس حادثے کے باعث سورج گہنا
 گیا چاند کی روشنی پھکی پڑ گئی۔ ستاروں کی رونق جاتی رہی۔ سارے ارمان خاک میں مل گئے۔
 پہاڑوں کی شان و شوکت میں فرق آ گیا۔ پیغمبر کریمؐ کے سفر آخرت سے نہ ہماری کوئی عزت رہی
 اور نہ حضورؐ ہی کے احترام کا لحاظ رکھا گیا۔ یہ بہت بڑی واردات اور عظیم حادثہ ہے۔ صحن عالم میں
 نہ اس جیسا کوئی دل ہلا دینے والا واقعہ پیش آیا اور نہ چشم فلک نے کبھی اتنی بڑی مصیبت دیکھی۔
 اللہ کی کتاب نے پیش گوئی کر دی تھی۔ اور لوگ قرآن حکیم کی اُن آیتوں کو اپنے اپنے گھروں میں
 شام و سحر، زور زور، دھیمی آواز میں اور خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے رہتے تھے۔ موت برحق ہے

اور قبل ازیں خدا کے بھیجے ہوئے تمام نبیوں کو اس صورت حال سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ قدرت کا ایک حتمی فیصلہ اور قطعی حکم ہے۔ "محمدؐ بس اللہ کے ایک رسولؐ ہیں۔ اُن سے پہلے اور پیغمبر بھی گزر چکے ہیں۔ اب اگر وہ وفات پا جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم پیچھے کی طرف پھر جاؤ گے؟ اور جو منحرف ہو گا اس سے اللہ کو کوئی نقصان پہنچے گا البتہ جو خدا کے شکر گزار بندے ہیں انہیں وہ اس کا صلہ دے گا"۔ (سورہ آل عمران 144)

اہل قیلہ کے فرزندو! میرے باپ کی میراث مجھ سے چھینی جائے، وہ بھی تمہاری آنکھوں کے سامنے تم سُن رہے ہو تمہاری محفلوں میں اس کے تذکرے ہیں اور تمہارے جمعوں میں اس کے چرچے ہیں۔ میری آواز بھی تم تک پہنچ چکی ہے۔ اور میری بات سے بھی تم سب آگاہ ہو۔ پھر تمہاری تعداد بھی اچھی خاصی ہے۔ تمہارے پاس رسد بھی ہے قوت بھی ہے ہتھیار بھی ہیں اور دفاعی سامان بھی ہے۔ مگر اس کے باوجود میری پکار سنتے ہو اور دم سادھ لیتے ہو۔ میری فریاد تمہارے کانوں سے ٹکراتی ہے اور جواب نہیں دیتے حالانکہ بہادری تمہارا طرہ امتیاز اور خیر اصلاح کی خوبیاں تمہاری شناخت بن چکی ہیں۔ تم رسولؐ کے پسندیدہ لوگوں میں گنے جاتے ہو اور حضورؐ ہی کے چنے ہوئے اشخاص میں تمہارا شمار ہوتا ہے۔ عربوں کے مقابلے پر تم ہی آئے اور ہر طرح کی مشکلوں، سختیوں اور اذیتوں کا سامنا کیا۔ تم ہی تھے جو مختلف قوموں سے نبرد آزما ہوئے اور بڑے بڑے جیالوں کا سر جھکا دیا۔ اس میں شک نہیں کہ تم نے ہمیشہ ہمارا ساتھ دیا۔ ہماری بات مانی۔ ہم نے جو کہا اُسے دل سے منظور کیا۔ یہاں تک کہ اسلام کے دامن پھیل کر ہمہ گیر بنا اور اُس کے ثمرات سب کا مقسوم قرار پائے۔ شرک کے نعرے دے، جھوٹ کا زور ٹوٹا۔ کفر کی آگ بجھی اور تخریب کاری کی جرات مات کھا گئی۔ کیونکہ دین کا نظام مستحکم ہو گیا تھا۔ مگر یہ بتاؤ کہ حقیقت روشن ہونے کے بعد تم حیران کیوں ہو؟ اور واقعات کے الم نشرح ہونے کے ساتھ اُن پر پردے کیوں ڈالنے لگے؟ آگے بڑھنے والے پیچھے کی طرف پلٹ گئے اور جو ایمان لائے تھے وہ شرک کی

راہوں پر چل پڑے۔ " کیا تم ان سے برسر پیکار نہیں ہو گے جو اپنے قول و قرار سے پھر جاتے ہیں۔ اور جنہوں نے رسول تک کو ملک بدر کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ ہاں اُن ہی لوگوں نے زیادتی شروع کی تھی۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرو اسے اس کا زیادہ حق ہے۔" (سورہ توبہ 13)

اچھا میں دیکھ رہی ہوں کہ تم خاصے تن آسان بن گئے ہو اور وہ جو ریاست کا نظم و نسق چلانے کا اہل تھا اُس سے کناہ کش ہو رہے ہو نیز تم نے اپنے لیے گنج عافیت تلاش کر لیا۔ تنگ دستی سے نکل کر دھن دولت سمیٹنے میں لگ گئے ہو۔ تمہارے دل کی بات سامنے آگئی۔ تم نے اپنے سارے کیے دھرے پر پانی پھیر دیا۔ " اگر تم اور زمین کے سارے باسی بھی کفر کو اپنا شعار بنا لیں تو اللہ بے نیاز اور قابل ستائش ہے۔" (سورہ ابراہیم 8)۔ اے لو۔ مجھے جو کہنا تھا وہ کہہ چکی اور یہ ساری باتیں اس علم و یقین کی بنیاد پر تھیں کہ بے وفائی تمہارے خون میں گردش کر رہی ہے۔ پیمان شکنی تمہارے ذہن و فکر پر چھائی ہوئی ہے۔ اور اس گفتگو کو درد کالا و اجانو، جو بے اختیار اُبل پڑا۔ یا کلیجے کی آگ تھی جو ایک دم بھڑک اٹھی۔ تاب و تواں جو اب دے رہی تھی۔ رنج و غم حدوں سے گزر چکا تھا۔ پھر سب سے بڑی بات یہ کہ حجت تمام کرنا چاہتی تھی۔ اب تم اقتدار کے اونٹ کو سنبھالو۔ اور اس پر پالان گس لو۔ مگر خیال رہے کہ اس کی پیٹھ لہو لہان اور پیر زخمی ہیں۔ پھر ناجائز قبضے کا داغ کبھی مٹنے والا نہیں۔ نیز ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ اس سے خدا کا غضب نازل ہوگا۔ اور ہمیشہ کے لیے ننگ خلافت بن جاؤ گے۔ اور یہ حالت اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ سے وابستہ ہے۔ جس کی لپک دلوں تک پہنچتی ہے۔ تمہارے کرتوت اس قادر مطلق کے ساتھ ہیں۔ " اور ستم ڈھانے والوں کو جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔ کہ اُن کا کیا حشر ہوگا۔" (سورہ شعراء 227) سنو میں اُس کی بیٹی ہوں جو تمہیں سخت عذاب کی آمد سے پہلے خبر دار کرنے والا ہے۔ بہر حال تم اپنا کام کرتے رہو۔ ہم اپنے فرائض انجام دیتے رہیں گے۔ پھر تم بھی انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں۔

اس بے مثل خطبہ میں سیدہ نے فصاحت و بلاغت کے ساتھ احکام شریعت کے مقاصد کی وضاحت کی ہے۔ اگر ملت اسلامیہ ان پر غور کر لے تو اسلامی احکامات کا فلسفہ اس کی سمجھ میں آ جائیگا جس میں انسانیت کی فلاح مضمون ہے۔ قابل غور امر یہ ہے کہ سیدہ نے معصومین کی تخلیق کے مقصد کی وضاحت یوں کی ہے کہ ہمارے وجود سے کائنات میں توازن اور ہم آہنگی برقرار رہے اور ہماری تعظیم بھی فروعات دین میں سے ہے۔ جناب سیدہ نے ہر پہلو پر اپنی جامع روشنی ڈالی گئی ہے کہ جو آپ کے علم ماکان وما یکان پر سند ہے۔ مثلاً اپنے خطبہ میں سیدہ نے توحید اور اس کی صفات اور غرض خلقت پر بحث کی ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کی عظمتوں اور ان کی عظیم ترین ذمہ اور ان کے اعلیٰ مقاصد کو بیان کیا۔ پھر نہایت جامع انداز میں قرآن کی اہمیت، تعلیمات اور اسرار آموز پر بحث کی۔ سیدہؓ کا یہ خطبہ ان عجائب و خوارق میں کہ جن میں بلا شرکت غیرے آپؐ منفرد و یکتا ہیں۔ جن فکر و تامل کرنے والے ان کلمات پر غور و فکر سے کام لے اور دل سے یہ بات نکال دے کہ یہ الفاظ اسی ہستی کے ہیں جس کا مرتبہ عظیم جس کے احکام جاری و ساری جن کا نور تمام جہانوں تک محیط جس کا اظہار عبودیت کے علاوہ کوئی مشغلہ نہیں۔ معلمہ کائنات نے اپنا تعارف بحیثیت دختر نبیؐ کہہ کر کرایا ہے اور پاک نبیؐ کی خدمات کی طرف اشارہ کیا کہ کس طرح تمہیں زمانہ جاہلیت سے نکال کر سیدھی راہ دکھائی۔ پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد رونما ہونے والے واقعات اور اسلام کے خلاف منافقین کی سازشوں کا تذکرہ کیا۔ اس کے بعد مسئلہ فدک پر مخالفین کو قرآنی دلائل و براہین سے منہ توڑ جواب دیا اور ان کے ہر بہانے کو جو فدک کے غضب کرنے کے لیے تراشا گیا تھا۔ تار تار کر دیا اور تمام حجت کرتے ہوئے اصحاب و انصار سے تعاون کا مطالبہ کیا۔ الہی عذاب کی طرف متوجہ کیا۔

چنانچہ سب سے پہلے خطبہ کی ابتدائی حصہ کی طرف دیکھتے ہیں اور ابتدائی چند نکات کی طرف نگاہ دوڑاتے ہیں۔ سیدہ نے خطبہ کا آغاز حمد اور شکر سے کیا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ خالق کی نعمتیں ہمارے وجود پر چھائی ہوئی ہیں اور اس کی نعمتوں کا اقرار احساس شکر گزاری کے

جذبے کو بیدار کرتا ہے اور یہی جذبہ معرفت خداوندی کی دعوت دیتا ہے۔ سیدہ دو عالم نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ خاوند عالم نے شکر یہ کی دعوت اس وجہ سے نہیں دی ہے کہ وہ شکر یہ کا محتاج ہے۔ بلکہ اس لیے کہ اگر بندے اس کا شکر ادا کریں گے تو وہ مزید نعمتیں حاصل کریں گے۔ ورنہ خالق کی نعمتوں کا شکر یہ ادا کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ لہذا اس کی نعمتوں کا شکر یہ ادا کرنا بھی ایک نعمت ہے۔ کیونکہ جن ذرائع سے تم اس کا شکر یہ ادا کرو گے وہ ذرائع بھی یعنی ہاتھ فکر، زبان وغیرہ بھی سب اس کی نعمتیں ہیں۔ لہذا اعتراف عاجزی کے علاوہ چنداں کوئی راستہ نہیں۔ خطبہ کے آغاز میں توحید کے عقیدہ اور توحید کی صفات جس انداز میں بیان ہیں۔ وہ آپؐ کے علم ماکان وما یكون اور شریک کار رسالت ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ یہاں چند ابتدائی نکات کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

خالص توحید

معلمہ کائنات فرماتی ہیں:

و اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له كلمة جعل الاخلاص
ترجمہ: میں گواہی دیتی ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہی کلمہ
صفت اخلاص ہے۔

تمام اسلامی عقائد کی بنیاد کلمہ توحید پر ہے۔ توحید محض عہد و اقرار نہیں، محض شعور عقلی
نہیں، بلکہ ایک عظیم ترین اخلاقی قوت ہے۔ جو داخلی طور پر وجدان و عرفان اور خارجی طور پر عمل
مصالح اور اخلاق مکارم ہے۔ عقیدہ توحید انسان کو کندن بنا دیتا ہے۔ اسکی زندگی کو استحکام بخشتا
ہے۔ چوری کا ارتکاب لئے ہوتا ہے کہ اللہ کی ربوبیت پر ایمان نہیں ہوتا۔ جھوٹ اس لئے بولا جاتا
ہے کہ کیونکہ سچ بولنے سے نقصان کا احتمال ہے۔ ظالم کے سامنے اس لئے جھکتے ہیں کہ ظالم طاقتور
ہے۔ لیکن اگر یہ عقیدہ ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی نفع و نقصان پہنچانے پر قادر نہیں۔ تو معاملہ برعکس ہو
گا۔ ایمان باللہ خزن و خوف کا قلع قمع کرتا ہے۔ خالص توحید پر ایمان کا نمونہ ان ہستیوں کی سیرت
میں ملے گا۔ جن کی زندگی توحید کے تعارف کے سبب بنی۔

توحید ایک کیفیت ہے۔ جب یہ قلب و روح پر طاری ہوتی ہے تو زندگی میں نظم، ایک
ضبط اور ایک مقصد پیدا ہو جاتا ہے اور یہ تفریق انتشار کا خارزاروں سے نکل کر جمعیت و مرکزیت
کے مرغزاروں میں داخل ہو جاتی ہے۔ توحید پرست کو نہ شہنشاہوں کا جلال مرعوب کر سکتا ہے۔ وہ
بھرے دربار میں ظالم کے سامنے کلمہ حق بلند کرتے ہیں۔ ناتوانوں کی کمزوری مشق ستم کی ترغیب
دیتی ہے۔ جب انسان توحید کی قوت سے مسلح ہوتا ہے تو تخت و تاج ان کے قدموں کی ٹھوکروں

میں ہوتے ہیں۔ توحید پرست کو موت کا خوف نہیں رہتا۔ چاہے موت اس پر آجائے یا وہ موت پر آجائے۔ وہ نڈر، بے باک، پاک باز، باطل شکن، حق شناس، غیر فرار اور حق گو ہوتا ہے۔ اس کا جینا اللہ کے لئے، مرنا اللہ کے لئے، دشمنی دوستی، اٹھنا بیٹھنا، چلنا سب اللہ کے لئے ہوتا ہے۔ یہی سبب تھا جب مولائے کائنات نیچے گرے ہوئے دشمن کے سینے پر سوار تھے تو اس نے مولا کے چہرے کی طرف تھوکنے کی کوشش کی۔ مولا نے فوراً اس کو چھوڑ دیا۔ جب صحابہ نے سوال کیا تو فرمایا۔ جب میں اس کے سینہ پر سوار تھا تو میں کب سوار تھا جلال الہی سوار تھا۔ لیکن اس کی گستاخی سے میرا غصہ شامل ہو گیا اور علی کی دشمنی کسی سے ذاتی نہیں صرف اللہ کے لئے ہوتی ہے۔ اسی لئے کردار علی سے متعلق ایک دفعہ مولا ناموود دی کو بھی یہ کہنا پڑا کہ علی نے تمام زندگی اس وقت تک تلوار نہ اٹھائی جب تک شرعی اعتبار سے اٹھانا جائز نہ ہو گیا۔

چنانچہ معاشرے کی ہیت ترکیبی اور تصور الوہیت باہم مربوط ہیں۔ وحدت انسانی کا مصدر اعلیٰ وحدت الوہیت کا عقیدہ ہے۔ جہاں یہ ناپید ہے۔ وہاں وحدت انسانی بھی ناپید ہے۔ توحید کا تصور ایسی ذات سے وابستہ ہے جو لا محدود ہے۔ اسی لئے اس سرچشمہ سے پھوٹنے والی تمام قدریں آفاقی و کائناتی ہیں۔ توحید کا عقیدہ اپنی اصل کے اعتبار سے کسی محدود تصور کا متحمل نہیں اللہ سب کا ہے اور سب اللہ کے ہیں۔ حقوق برابر ہیں۔ نسل انسانی کی شیرازہ بندی اس عقیدہ سے ممکن نہیں۔ لہذا سیدہ خاص توحید کا درس دے رہی ہیں۔ آپ کا لب و لہجہ وہی ہے۔ جو کلام الہی کا ہے۔ یا صاحب تنج البلاغہ کا ہے۔ یعنی مصدر ایک ہے۔ نہج البلاغہ میں بھی مولا نے کائنات توحید کا تعارف یوں کرایا۔

الحمد لله الذي لا يبلغ --- (نہج البلاغہ خطبہ 1) "تمام حمد اس اللہ کے لئے جس کی مدح تک بولنے والوں کی رسائی نہیں۔ جس کی نعمتوں کو گننے والے گن نہیں سکتے نہ کوشش کرنے والے اس کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ نہ بلند پرواز ہمتیں اس کو پاسکتی ہیں۔ نہ عقل و فہم کی

گہرائی اس کی تہہ تک پہنچ سکتی ہیں۔ اس کے کمال ذات کی کوئی حد تعین نہیں۔ نہ اس کے لئے تو صنفی الفاظ یہیں۔ نہ اس کی ابتداء کے لئے کوئی وقت ہے۔ جسے شمار میں لایا جاسکے نہ اس کی کوئی مدت ہے۔ جو کہیں پہ ختم ہو جائے اس نے مخلوقات کو اپنی قدرت سے پیدا کیا۔۔۔ دین کی ابتداء اس کی معرفت ہے، وہ ہے، ہوا نہیں، موجود ہے مگر عدم سے وجود میں نہیں آیا، ہر شے کے ساتھ ہے، نہ جسمانی اتصال کی طرح، وہ ہر چیز سے علیحدہ ہے، نہ جسمانی دوری کے طور پر، وہ فاعل ہے، لیکن حرکات و آلات کا محتاج نہیں، وہ اس وقت بھی دیکھنے والا تھا۔ جب کائنات میں کوئی چیز دکھائی دینے والی نہ تھی۔ اس کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبان فیض ترجمان سے سماعت فرمائیے۔ اور پھر عقیدہ توحید کو مذاہب عالم کی روشنی میں دیکھئے اور پرکھئے کہ توحید کا صحیح مفہوم سے روشناس کرانے والی فردس کون سی ہیں۔

لم یزل رنبائے غروجل۔ (توحید صدوق)

ترجمہ: "ہمارا بزرگ و برتر ہمیشہ سے عین علم رہا۔ حالانکہ معلوم ابھی کتم عدم میں تھا اور عین سمع و بصر رہا۔ حالانکہ نہ کسی آواز کی گونج بلند ہوئی تھی اور نہ کوئی دکھائی دینے والی چیز تھی اور عین قدرت رہا۔ حالانکہ قدرت کے اثرات کو قبول کرنے والی شے نہ تھی۔ پھر جب اس نے ان چیزوں کو پیدا کیا اور معلوم کا وجود ہوا۔ تو اس کا علم معلومات پر پوری طرح منطبق ہوا۔ خواہ وہ سنی جانے والی آوازیں یا دیکھی جانے والی چیزیں ہوں۔ مقدور تعلق سے اس کی قدرت نمایاں ہوئی۔" یہ وہ عقیدہ ہے جو ان ہستیوں نے بتایا جو اس کے تعارف کے لئے دنیا میں تشریف لائیں کہ خالق کی صفات زاہد پر ذات نہیں ہیں۔ اس کی صفتیں اس طرح قائم نہیں ہیں جس طرح پھول میں خوشبو، ستاروں میں چمک بلکہ اس کی ذات خود صفتوں کا سرچشمہ ہے وہ کمالات ذاتی کے اظہار کے لئے کسی توسط کی محتاج نہیں۔"

توحید ہر انسان کی فطرت میں موجود ہے

منکرة لله مع عرفانها

ترجمہ: لوگ باوجود خدا کی ہستی کے علم کے اس کے منکر ہیں۔

سیدہ نے یہاں اس ازلی وابدی حقیقت کی طرف اشارہ کیا کہ ہر انسان میں تصور توحید ہے۔ کیونکہ اگر ذہن کسی معبود کے تصور سے خالی ہو تو اطاعت کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا ہے اور نہ کسی آئین کی پابندی کا جب منزل ہی سامنے نہ ہو تو منزل کی طرف بڑھنے کے کیا معنی۔ اور جب کوئی مقصد ہی پیش نظر نہ ہوگا تو اس کے لئے تک و دو کرنے کا کیا مقصد۔ البتہ انسان کی عقل و فطرت اس کارشتہ کسی مافوق الفطرت طاقت سے جوڑ دیتی ہے اور اس کا ذوق پرستاری و جذبہ عبودیت کسی معبود کے آگے سر جھکا دیتا ہے تو وہ من مانی کر گزرنے کی بجائے اپنی زندگی کو مختلف قسم کی پابندیوں میں جکڑا ہوا محسوس کرتا ہے۔ اور انہی پابندیوں کا نام دین ہے۔ جس کا نقطہ آغاز صانع کی معرفت اور اس کی ہستی کا اعتراف ہے۔

ماہرین عمرانیات و ثقافت نے انسانی تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ انسان خطا کا پتلا ہے اور تمناؤں کے سہارے جیتا ہے۔ مصیبت، بیماری، پریشانی اور بے اولادی کی کیفیت میں وہ کسی ان دیکھی طاقت کی طرف آس لگائے رہتا ہے۔ اور کوئی شخص خواہ کتنا ہی خدا کا منکر ہو وہ روحانی طور پر ضرور کسی طاقت کو اپنا محور بنا لیتا ہے۔ مثلاً سورج، چاند، بجلی، بادل، اندھیرا وغیرہ اس طرح مختلف لوگوں کا مختلف طاقتوں کی طرف مائل ہونا انسانی ضرورت بنا

اور ان دیکھی طاقتوں کو مختلف ناموں سے پہچانا گیا۔ جیسے خدا، اللہ، قدرت، فطرت وغیرہ آج اگر کوئی کہے کہ کیمونٹ کسی خدا کو نہیں مانتے تو یہ دعویٰ بھی غلط ہے کیونکہ کیمونٹ خود بھی Balance of Nature نام کی قوت کو کائنات چلانے کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔ چنانچہ فادر ولیم نے ایک نظر یہ پیش کیا۔ (Whihelm Schmidt) جو کہ پہلی مرتبہ 1912 میں منظر عام پر آیا۔ اس کی اس کاوش کا نام تھا "The Origin of the Idea of God" تصور خدا کا منبع "اپنے نظریہ میں ولیم نے یہ وضاحت پیش کی۔ ابتداء میں انسان توحید پرست اور وحدنیت پرست تھا۔ لیکن مابعد اس نے کئی خدا تخلیق کر لئے۔ وہ ایک خدا کی عبادت کرتے اور یہ یقین رکھتے کہ ان کا خدا نہیں دیکھ رہا ہے۔

i۔ مذاہب عالم میں تصور توحید

کسی بھی مذہب میں اپنائے گئے توحید کے تصور کو صرف اس کے پیروکار کے طرز عمل سے نہیں جانچا جاسکتا۔ لوگوں میں خود ان کی مذہبی کتابوں سے عدم واقفیت ایک عام سی بات ہے۔ لہذا کسی مذہب میں تصور توحید کو اس کی مقدس تحریروں کی روشنی میں دیکھا جائے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہر انسان کو اپنی وجود کی سمجھ بوجھ کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ انسان کی نفسیاتی ترکیب کچھ اس طرح ہے کہ وہ آسانی کے ساتھ خالق عظیم کے تصور کو قبول کرتا ہے۔ بصورت دیگر عدم توحید کے لئے اپنے دلائل دینا پڑتے ہیں۔ توحید پر یقین کے لئے نہیں۔ اب ہم مختلف ادیان کی کتب سے توحید کے تصور کا مطالبہ کرتے ہیں۔ عموماً ہندومت ایسے دین کے طور پر لیا جاتا ہے جس میں کثرت خدا کا تصور ہے۔ کچھ ہندو تین خداؤں اور کچھ 303 کروڑ خداؤں پر یقین رکھتے ہیں۔ تاہم پڑھے لکھے ہندو جو اپنی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ صرف ایک خدا کی پوجا کرنی چاہیے۔ اور ہندوؤں کے عام عقیدہ ہمہ اوست (PANTHEISM) یعنی "کائنات پرستی کا عقیدہ" کے قائل ہیں۔

اپنشد کو ہندوؤں کی مقدس کتاب کا درجہ حاصل ہے۔ اپنشد میں خدا کے بارے تصور پڑھیں۔

وہ صرف ایک ہے۔ کسی دوسرے کے بغیر۔ چندو گیا اپنشد ۱۔۔۔۲۔۔۔۳

اور نہ ہی اس کے ماں باپ ہیں۔ سویت سواتراپنشد ۹۔۶

وید بھی ہندوؤں کی مقدس کتاب میں شامل ہیں۔ اتھراوید میں ہے۔

بے شک خدا عظیم ہے۔ اتھراوید

اے دوستو اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ بجز وید میں مزید کہا گیا ہے

"وہ لوگ تیرگی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جو غیر فطری اشیاء سنبھوتی، اسنبھوتی (بت یعنی قدرتی اشیاء

اور انسانی کی تخلیق کردہ اشیاء) کو اپنا معبود بناتے ہیں"

اتھروید کی بیسویں کتاب باب 58 میں ہے۔ بلاشبہ معبود عظیم ہے۔ تو عظیم ہے

خدایا۔ تو عظیم ہے سوا یا۔ تو عظیم ہے آدیتیہ۔

جہاں تک سکھ ازم کا تعلق ہے۔ سکھ ازم غیر سامی آریائی مگر غیر وہدک مذہب ہے۔ لفظ

سکھ دراصل سیسیا نامی لفظ سے نکلا ہے۔ جس کے معنی مرید یا پیروکار کے ہیں۔ خدا کے تصور کے

حوالے سے کسی بھی سکھ کے تصورات کو مل منترا (سکھوں کے بنیادی عقائد کا مجموعہ) میں بیان کیا

گیا ہے۔ سری گرنٹھ صاحب کی جلد اول جیپو جی کا پہلا شعر "صرف ایک خدا کا وجود ہے۔ جو حقیقتاً

تخلیق کرنے والا ہے۔ وہ خوف اور نفرت سے عاری ہے۔ وہ کسی سے پہلا نہیں ہوا۔ لافانی ہے۔

خود سے وجود رکھنے والا عظیم اور رحیم ہے۔

سکھ مذہب کے ماننے والے واحدانیت پر سختی سے یقین رکھتے ہیں۔ اس کا مطلب

ایک ہی رب اعلیٰ جو غیر واضح اور مبہم صورت میں ہے۔ جسے او مکارا کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ندا

کی یہ صفات بیان کی جاتی ہیں۔

کرتار (خالق)۔ صاحب (بادشاہ)۔ اکال (بدی)۔ سنتا نام (مقدس نام)۔ رحیم کریم پروردگار

پارسی مذہب بھی ایک قدیم آریائی مذہب ہے۔ جس کا ظہور 2500 سال قبل فارس میں ہوا۔ اس کے ماننے والوں کی بہت کم تعداد ہے۔ لیکن ان کے عقائد میں بھی توحید کا عنصر موجود ہے۔ ایرانی، زرتشت نے اس مذہب کی بنیاد رکھی۔ پارسیوں کی مقدس کتاب دساتیر میں ہے۔

i- وہ ایک ہے۔

ii- اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

iii- نہ اس کی ابتداء ہے نہ انتہاء

iv- نہ اس کا کوئی باپ نہ بیٹا نہ بیوی نہ اولاد ہے۔

اور جہاں تک یہودی مذہب کا تعلق ہے۔ جو حضرت موسیٰ کے پیغمبرانہ مشن پر یقین رکھتے ہیں۔ عہد نامہ عتیق کی پانچویں کتاب ثنائیہ میں درج ہے کہ حضرت موسیٰ نے نصیحت کرتے ہوئے کہا (عبرانی آیت کا ترجمہ یوں ہے) سنو اے بنی اسرائیل والو۔ ہمارا مالک خدا ہے۔ وہ ایک مالک ہے۔ کتاب عیسائیہ کی ایک آیت ملاحظہ فرمائیں۔ "میں ہی خدا ہوں اور کوئی نہیں میرے سوا کوئی خدا نہیں"۔ عیسائیت جو نظریہ تیلٹ پر یقین رکھتے ہیں۔ لیکن وہ حقیقت میں ایک ہی خدا پر یقین رکھتے ہیں۔ بعد میں ان کے عقائد میں تبدیلیاں آتی چلی گئیں۔ مقدس کتاب کا مسودہ لکھنے والے شخص نے حضرت عیسیٰ سے پوچھا کہ سب سے بڑھ کر الہی حکم کون سا ہے۔ تو انہوں نے کہا۔ "خداوند، ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے" (مرقس 12:29)۔ یعنی تمام اہل مذاہب بھی توحید کے متعلق قائل ہیں۔ جانتے ہیں۔ لیکن عملی طور پر توحید کی روح کا انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی مقدس کتب کی تعلیمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ خالق نے ان کی ہدایت کا انتظام کیا تھا۔ لیکن انہوں نے اپنے مفادات کی خاطر ان تعلیمات میں تحریف کر لی۔

☆ سائنس اور توحید

اسے حسن اتفاق کہہ لیجئے کہ ہم جس دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس میں سائنس کی ترقی بام عروج پر

پہنچ چکی ہے۔ ایک بات جو غلط فہمی کا شکار ہوئی کہ ملاؤں نے سائنس کو مذہب کا حریف اور مد مقابل سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ سائنس کی تحقیقات و انکشافات کا مذہب سے کوئی تصادم نہیں ہے۔ قرآن پاک میں تعقل و تفکر اور مشاہدے کی بار بار تاکید کی ہے۔ اسلام تسخیر و تحقیق کا جذبہ ابھارتا ہے۔ اور فکر کی دعوت دیتا ہے۔ خدا نے انسان کو علم عطاء کیا ہے۔ علم ایک وحدت ہے۔ جو سہولت کی خاطر مختلف شعبوں میں منقسم ہے۔ اور سائنس بھی دوسرے شعبوں کی طرح علم کا ایک شعبہ ہے۔ اور اگر غور سے دیکھیں تو سائنس اور ٹیکنالوجی روز بروز اسلام کی حقانیت کو ثابت کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اور ایک وقت آئے گا کہ جاہل اور لکیر کے فقیر مذہب پرستوں کی بجائے سائنس اسلام کی حقیقتوں کو ثابت کرے گی۔ مثلاً لوگ مذہبی دنیا میں غیب پر ایمان لانے کو تیار نہیں ہیں۔ لیکن سائنس کی دنیا میں غیب پر ایمان لانے کو تیار ہیں۔ سائنس نے ثابت کیا کہ وجود کے لئے نظر آنا ضروری نہیں۔ یعنی ملاحظہ کریں کتنی چیزیں آپ کو ملیں گی جو ہمارے حواس ہمارے Senses سے معلوم نہیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً سارا نظام کائنات نکا ہوا ہے کشش ثقل پر یہ کشش ختم ہو جائے تو پوری کائنات (Colapse) ہو جائے۔ لیکن یہ کشش کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔ نہ سنائی دیتی ہے نہ سونگھی جاسکتی ہے۔ نہ چھوئی جاسکتی ہے۔ لیکن سائنس تسلیم کرتی ہے کہ کشش دکھائی نہیں دے رہی ہو مگر چاند کا زمین کے گرد گھومنا اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی شے پکڑے ہوئے ہے۔ اسی طرح میگنیٹ پاور فل ہو تو لوہے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ حالانکہ ان کے درمیان کوئی ڈور، دھاگہ دکھائی نہیں دیتا۔ لہذا سائنس نے ثابت کیا کہ موثر دکھائی نہ دے تو اثر کو دیکھ کر موثر کو مانا جاتا ہے۔ یہی اسلام کہتا ہے کہ خدا کا حواس کے ذریعے معلوم ہونا ضروری نہیں۔ اس کائنات کا نظام اسکا ڈسپلن اس بات کا گواہ ہے کہ کوئی ذات ہے جو اس نظام کے پیچھے کار فرما ہے۔

چنانچہ لارڈ کلیون جو دنیا کے نامور ماہرین طبیعیات میں شمار ہوتا ہے اس کا مشہور قول ہے۔
 "آپ جتنا غور و فکر سے کام لیں گے اتنا ہی سائنس آپ کو خدا کے ماننے پر مجبور کرتی ہے"

اور انگریز فلسفی فرانسیسی بیکن نے کہا ہے کہ "فلسفے کا سطحی مطالعہ انسان کو اتحاد کی طرف لے جاتا ہے۔ لیکن اس فلسفے کی گہرائی میں آپ اتریں گے۔ تو آپ مذہب کے قائل ہو جائیں گے۔"

سائنس ایسے مفروضات کی بنیاد پر اپنی تحقیقات کا آغاز کرتی ہے جو مسلمات کا درجہ رکھتے ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ یہ مسلمات لازمی طور پر طبعی نوعیت کے ہوں۔ اس لئے امر کی لاتعداد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ سائنس حقائق مابعد طبیعیات کو خارج از امکان قرار نہیں دیتا۔ بلکہ بعض سائنسدان اس کے موید ہیں کہ سائنس خدا کے وجود کا اثبات کرتا ہے۔ آئن سٹائن نے 1950 میں ایک جرمن اخبار کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ "خدا کا منکر ہونا تو الگ رہا میں تو ایک ذات خداوندی پر ایمان رکھتا ہوں"۔ بہر حال سائنس خدا کے وجود پر اس انداز سے ایمان نہیں رکھتے جسے اسلامی فکر ہے خدا پر یقین نہیں رکھتے۔ البتہ ایسی ذہانت پر یقین رکھتے ہیں جسے کائنات پر پورا اختیار اور پوری قوت حاصل ہے۔ سیدہ کے قول کی مزید تائید کے لیے حال ہی میں ہونے والی سائنسی تحقیق بیان کی جا رہی ہے کہ کس طرح توحید ہر انسان کی فطرت میں موجود ہے۔ امریکہ سے شائع ہونے والی کتاب Why God Won't Go Away کے مصنفین Andrew New Berg-i G. O Akli-ii Vins Rouse-iii نے مل کر "Brain Science and The Biology of Belief" پر برسوں تحقیق کی اور اس کے لیے روحانی تجربے کی حقیقت کے حوالے سے دماغ کے متعلقہ حصوں کی ساخت، خصوصیات اور کارکردگی بیان کی۔ انہوں نے اپنی کتاب میں جرمنی فلاسفر Meister Eckhart کا قول درج کیا ہے۔ جسے ہم حقیقت سمجھتے ہیں وہ صرف حقیقت کا عکس ہے۔ جو ہمارا دماغ پیدا کرتا ہے۔۔۔ تمام خیالات، احساسات، یاداشتیں، انکشافات اور عرفان۔۔۔ ہمارے دماغ کے پروسیسنگ پاؤں کے ذریعے جزبجز عصبی برقیروں کی مدد سے اکٹھے ہوتے ہیں بامعنی بنتے ہیں اور ہمیں ان کا علم ہوتا ہے۔ اصل میں دماغ کے وسط میں موجود عصبی ہارمون Nerve Hormone جیسے

سیروٹونن (Serotonin) بھی کہا جاتا ہے انسان کی جنسی خصوصیات کی ترقی کے ساتھ ذہانت کے فروغ کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے۔ یہ امر محض اتفاقاً یاد آتا ہو سکتا ہے کہ جس درخت کے نیچے بیٹھ کر گوتم بدھ نے گیان حاصل کیا تھا اس کے گوبروں Fiqs میں سیروٹونن کی کثیر مقدار پائی جاتی ہے۔ سیروٹونن دماغ کے پراسرار عضو سے مربوط ہے۔ جس Pinal Glond پینل عدود یا بعض قدیم روایات میں Pinal Eye کہتے ہیں اور ہندومت کے بعض عقائد میں اسے انسان کی تیسری آنکھ یا آتما کا مرکز کہتے ہیں۔ Spiritual Centre محیر العقول یا ما بعد الطبیعیاتی دنیا میں پینل گلینڈ کے Extra Sensory Perception کا اہم وسیلہ مانا جاتا ہے۔ ڈیکارٹ کے خیال میں یہ وہ مقام اتصال ہے جہاں روح اور جسم آپس میں ملتے ہیں۔ پینل گلینڈ سیروٹونن سے میلانٹونن نامی ہارمون پیدا کرتا ہے۔ یہیں پر انسانی لاشعور موجود ہوتا ہے۔ شعور کو لاشعور کی روشنی فراہم کرتی ہے۔ پرنسٹن یونیورسٹی کی ڈاکٹر جو لین جینز اپنی کتاب The Origin of Consciousness in the Breakdown of the Bicameral mind میں لکھتی ہے۔ پانچ ہزار سال پہلے انسان اہم فیصلوں کے وقت اپنا دماغ اسی حصہ کی طرف رجوع کرتا تھا اور وہاں سے آنے والی آوازوں پر بھروسہ کرتا تھا۔ جسے عموماً تیسری آنکھ یعنی چھٹی حس قرار دیا جاتا ہے۔ جو ہمیں لاشعور کی حقیقتیں فراہم کرتا ہے اور مختلف آنے والے قدرتی واقعات کے متعلق قبل از وقت باخبر کر دیتا ہے اور یہ خبر بغیر کسی مادی وسیلے کے ہمارے دماغ میں پہنچتی ہے۔ اہل فلاسفر اور سائنسدان اس معاملے میں تذبذب کا شکار ہیں۔ کیونکہ یہ آگاہی حیات کے ذریعے نہیں ہوتی ہے۔ پھر کس نے آگاہ کیا ہے۔ یقیناً کوئی ذات ہے جو حیات سے ماورا ہے۔ لیکن ہمارے اندر موجود ہے اور ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ اسی ہستی کو خدا کہتے ہیں اور دماغ میں ہی خدا کا تصور موجود ہے۔ دماغ سے ہی اس کا ادراک ممکن ہے۔

ڈیکارٹ (1950-1996ء) بھی دماغ کی اس اہلیت کے بارے میں

پر امید تھا جس کے تحت خدا کی موجودگی کا احساس ہوتا۔ امام جعفر صادق کے دور میں ایک شخص جو ملحد تھا وہ اللہ کو نہیں مانتا تھا۔ مولا کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ وہ آکر بیٹھا امام جعفر صادق اس سے انتہائی محبت کے ساتھ پیش آئے۔ اس شخص نے کہا کہ آپ مجھ سے جتنی چاہے محبت سے پیش آئے۔ لیکن اللہ کو نہیں مانتا ہوں۔ کہا نہ مانو۔ کوئی بات نہیں۔ لیکن مجھے ایک بات کا جواب دے دو۔ کہنے لگا فرمائیے! امام جعفر صادق نے پوچھا تم نے کبھی سمندر کا سفر کیا۔ کہتا ہے ایک دفعہ کیا تھا۔ امام نے پوچھا ایسا ہوا کہ کشتی طوفان میں پھنس گئی ہو۔ کہتا ہے ہاں ہوا تھا۔ امام نے کہا ایسا تو نہیں تھا کہ طوفان اتنا شدید ہوا اور نا خدا نے کہا کہ بچنے کی کوئی امید نہیں۔ کشتی ڈوب کر رہے گی۔ اس وقت بھی تمہارے دل میں کہیں دور تک یہ خیال موجود تھا۔ اب بھی کوئی چاہے تو بچا سکتا ہے؟ کہتا ہے ہاں یہ صحیح ہے۔ میرے دل میں یہ خیال تھا کہ اس وقت بھی اسے کوئی بچا سکتا ہے۔ امام نے کہا بس وہی خدا ہے۔ امام نے ایک طرف اس بات کی نفی کی کہ خدا خوف کی پیداوار ہے۔ دوسری طرف یہ واضح کیا کہ جب انسان کی مایوسیاں شعور سے سارے پردے ہٹا دیتی ہیں تو توحید یعنی الست کا اقرار تحت شعور سے ابھر کر شعور کی منزل پر آ جاتا ہے اور انسان کو بھولا ہوا اللہ یاد آ جاتا ہے۔ یعنی ہر انسان کی فطرت میں خدا ہے۔ یہاں یہ قابل غور امر ہے کہ سمندری طوفان میں پھنسا ہوا ایک تو وہ خود ملحد تھا جس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا یہ دوسرا کوئی کون تھا؟ جس نے اس سے ساری کیفیت کو سارے تصور کو جو اس کے ذہن میں پیدا ہوا اس کو جان یا اور اس کے سامنے اس کو بتا بھی دیا۔ امام سے سننے کے بعد اس شخص نے فوراً کلمہ پڑھا لیا۔

اب اکیسویں صدی میں سائنس کی مدد سے حیاتیاتی بنیاد پر خدا کی موجودگی کی گواہی دی جا رہی ہے۔ مگر انیسویں اور بیسویں صدی وہ عقل پرست موجود نہیں جو اس گواہی کو دیکھ سکے۔ ہاں خدا موجود ہے۔ خدا کی موجودگی کا عقیدہ انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ آج مذہب اس لیے زندہ ہے کہ انسان کے دماغ کو اس کو قبول کرنے اور اس کی سرشاری میں ڈوب جانے

کا اہتمام موجود ہے۔ انسانی دماغ کی وارننگ خدا پر ایمان رکھنے والوں کو اس کی موجودگی کی گواہی دیتی ہے۔ یہ وارننگ روحانی تجربات کے دوران پیدا ہونے والی کیفیات میں معاونت کرتی ہے اور خدا کی حقیقت پر یقین دلاتی ہے۔ لہذا توحید ابتدا ہی سے لوگوں کی فطرت میں ودیعت کر دی گئی ہے اور اللہ کا یہ نور وجود کی گہرائیوں سے ضودے رہا ہے۔ ہر شخص اپنے اندر اللہ اکبر کی آواز سنتا ہے۔ اس بناء پر جب سخت طوفان آتے ہیں۔ زندگی کا شیرازہ منتشر ہونے لگتا ہے۔ غفلت کا پردہ اٹھ جاتا ہے۔ بے خبر انسان ہوش میں آنے لگتا ہے اور بے اختیار خدا کی جانب بڑھنے لگتا ہے۔ خود کو خدا کہلوانے والا فرعون بھی حقیقی خدا کو پکارتا ہے۔ لہذا بعض خدا کو جاننے کے باوجود اس کے وجود سے انکار کرتے ہیں انہیں کے لیے قرآن نے کہا ہے کہ:

ختم الله على قلوبهم وعلى سمعهم وعلى ابصارهم۔

عدم رویت الہیہ

معملہ کائنات اپنے خطبہ میں عدم رویت الہیہ کے بارے میں یوں فرماتی ہیں۔

الممتنع من الابصار رویتہ و من الالسن صفتہ و من الاوہام کیفیتہ
ترجمہ: وہ خدا جس کو آنکھوں سے دیکھنا ناممکن ہے۔ زبان اس کی صفات بیان کرنے سے عاجز، عقل و فکر کے لئے اس کو سمجھنا محال ہے۔

خدا کا حقیقی تصور ہماری چار جہتوں کے مادی فریم سے ماورا ہے۔ اور انسان کی حیات اور کیفیات سے قطعی باہر ہے۔ خدا کا انکار صرف اس لئے کہ انسان کی فطرت میں خدا موجود ہوتے ہوئے بھی لوگ اس کا ادراک حاصل نہیں کر سکے۔ بلکہ خدا کا انکار اس لئے بھی ہوا کہ خدا کے ماننے والوں

نے انہیں مجبور کیا کہ خدا کا انکار کریں۔ خدا کے ماننے والوں نے خدا کا حلیہ ایسا بیان کیا کہ صاحب عقل و دانش اسے ماننے پر تیار نہیں ہیں۔ مثلاً رسل نے خدا کا انکار اس لئے کیا کیونکہ اس کی ماں نے اسے کہا تھا کہ خدا کی دو آنکھیں ہیں اور ایک آنکھ سے دوسری آنکھ کا فاصلہ چھ ہزار میل ہے۔ اس خدا کو کون مانے گا؟ کچھ نے خدا کو اس انداز سے پیش کیا کہ قیامت کے روز جب جہنم میں جہنمی ڈالے جائیں گے تو جہنم کہے گا اور بھیج اور بھیج۔ اس وقت اللہ اپنا پاؤں جہنم میں ڈال دے گا۔ اور کہے گا کجخت اب تو تیرا پیٹ بھرا۔ جہنم کہے گا ہاں اب میرا پیٹ بھر گیا۔ تو ایسے خدا کو کون مانے گا جس کی ٹانگ جہنم میں ہو۔ خدایا خداؤں کو انسانی شکل و صورت میں اور عادات و خصائل کے مطابق تصور کرنا فلسفیانہ اصطلاح میں تجسیم (Anthropomorphis) کہلاتا ہے۔ ایلیائی مکتبہ فکر کا بانی زینوفینز (Xenophanes) کہتا ہے۔

"ہومر اپسوڈوں نے ایسی تمام باتیں خدا سے منسوب کر دیں جو انسانوں میں پائی جاتی ہیں۔ اٹھو پیادوں کا خدا پچکلی ناک، سیاہ بالوں والا ہے۔ تھریس والوں کا خدا بوری آنکھوں اور سرخ بالوں والا ہے۔۔۔ اسی طرح اگر گھوڑے یا نیل خدا کا تصور قائم کر سکتے تو وہ بھی اپنی ہی طرح کا خدا بنا لیتے۔۔۔"

لہذا خالق والک جسم و صورت، تمثیل و تشبیح، مکان و زمان، حرکت و سکون اور عجز و جہل سے منزہ ہے مانا جائے۔ کیونکہ اس باکمال و بے عیب ذات میں نہ کسی نقص گزر ہو سکتا ہے نہ اس کے دامن پر کسی عیب کا دھبہ بھر سکتا ہے۔ نہ اس کو کسی کی مثل و مانند ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں وجود کی بلندیوں سے اتار کر امکان کی پستیوں میں لے آنے والی ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے!

لاتذکرہ الابصار و هویدرک الابصار و هو اللطیف الخبیر۔

ترجمہ: اس کو نگاہیں نہیں دیکھ سکتیں۔ البتہ وہ نگاہوں کو دیکھ رہا ہے اور وہ ہر چھوٹی چیز سے آگاہ باخبر ہے۔

لاتضربوالله الامثال ان الله يعلم وانتم لاتعلمون هـ۔

ترجمہ: اللہ کے لیے مثالیں نہ گڑھ لیا کرو۔ بے شک اصل حقیقت کو اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

لیس کمثلہ شیء و هو السميع البصیر۔

ترجمہ: کوئی چیز اس کی مانند نہیں وہ سنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے۔

کیونکہ اگر جسم تصور کریں وہ محدود ہوگا اس کے لئے اشارہ ہوگا سمت ہوگی۔ لیکن اللہ لامحدود ہے۔ اس کا تعین دور قابل اشارہ نہیں ہے۔ صاحب نہج البلاغہ نے فرمایا الحمد لله الكائن قبل ان لكون۔۔۔ (خطبہ 180 نہج البلاغہ) ترجمہ: تمام حمد اس اللہ کے لئے جو عرش و کرسی زمین و آسمان اور جن و انس سے پہلے موجود تھا۔ نہ انسانی واہموں سے اسے جانا جاسکتا ہے۔ اور نہ عقل و فہم سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اسے کوئی سوال کرنے والا دوسرے سائلوں سے غافل نہیں بناتا اور نہ بخشش و عطا سے اس کے ہاں کچھ کمی آتی ہے۔ وہ آنکھوں سے دیکھا نہیں جاسکتا اور نہ کسی جگہ پر اس کی حد بندی ہو سکتی ہے نہ ساتھیوں سے ساتھ اس کو متصف کیا جاسکتا ہے۔ اور نہ اعضاء جوارح کی حرکت سے وہ پیدا کرتا ہے۔ لہذا خالق کائنات جسم، جسمانییت سے پاک ہے۔ مختلف مذاہب کی حقیقی تعلیمات میں بھی خدا کا جسم سے پاک ہونا موجود ہے۔ چنانچہ ہندوؤں کی الہامی کتب میں موجود ہے۔

وہ جسم سے پاک ہے وہ خالص ہے۔ وہ روشن ہے۔ جسم سے ماروا ہے۔

(مجر وید رائف گرفتہ مصنف)

اس کا کوئی عکس نہیں۔ اسکی صورت دیکھی نہیں جاسکتی۔ وہ جو اپنے قلب اور اپنی فکر سے یہ جان جاتے ہیں کہ وہ دلوں میں بستا ہے۔ وہ لافانی ہو جاتے ہیں۔

سوتیا سوتر اپنشد (The Sacred Book of the East)

اس جیسا کوئی نہیں اس سے کوئی مشابہ نہیں۔ کتاب مقدس ثنایہ میں ہے۔ میرے علاوہ کوئی اور خدا نہیں لہذا تم میری تجسیم نہ کرو۔ (بائبل)۔

قدیم ایرانی مذہب پارس جیسے زرتشتی مذہب بھی کہتے ہیں۔ ان کی مقدس کتاب دساتیر میں خدا کی صفات ملاحظہ فرمائیں۔

وہ بے جسم اور بے شکل ہے۔ نہ آنکھ اس کا احاطہ کر سکتی ہے اور نہ ہی فکری قوت سے اسے تصور میں لایا جاسکتا ہے۔

لہذا صحیح توحید یہی ہے کہ اس کی تجسیم کر کے محدود نہ کیا جائے۔ کیونکہ آپ کی نظر و دماغ، حیات وغیرہ محدود ہیں۔ اور وہ لامحدود ہے۔ لامحدود کسی محدود میں کیسے سما سکتا ہے۔ مثلاً سورج نکلے تو ہر چیز دکھائی دیتی ہے۔ یہ ہر چیز کا دکھائی دینا اس کی دلیل ہے کہ کوئی روشنی کا مرکز ہے۔ جو چمک رہا ہے، لیکن آپ روشنی کے مرکز کو آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے۔ اگر دیکھیں تو بصارت زائل ہو جائے گی۔ اس طرح اس کائنات کے نظام کا بخوبی انداز سے چلنا اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی ہے جو اس کائنات کو چلا رہا ہے۔ جس کا نور پوری کائنات پر چھایا ہوا ہے۔ لیکن جس طرح مادی نور (سورج) کو ڈائریکٹ نہیں دیکھا جاسکتا۔ اس طرح کائنات کے خالق کو محدود آنکھوں سے کیسے دیکھا جاسکتا ہے۔ لیکن آپ اگر کہیں کہ ہم سبز عینک کے وسیلے سے سورج کا عکس دیکھ سکتے ہیں تو خالق کائنات کی معرفت کے لئے بھی کچھ روحانی ہستیوں کا وسیلہ چاہیے۔

کائنات کی ابتداء

خطبہ سیدہ میں ہے:

ابتدع الاشياء لامن شيء كان قبلها وانشاها بلا اختداء امثلة امثلها

ترجمہ: اس نے اشیاء (یعنی کائنات) کو خلق کیا۔ بغیر اس کے کہ اس سے پہلے کسی مادہ ہو۔ ان سب کو پیدا کیا۔ بغیر اس کے کہ پہلے کوئی مثال رہی ہو۔

سیدہ نے تخلیق کائنات کے متعلق وضاحت کی کہ ابتداء میں کسی مادہ کا وجود نہیں تھے۔ تاکہ خدا اس ساختہ شدہ مادہ سے چیزوں کو پیدا کرتا۔ بلکہ یہ تخلیق بالکل عدم سے وجود سے آئی۔ اس طرح کی تخلیق خداوند عالم کی ذات سے مخصوص ہے۔ لوگوں کے نزدیک اس کا تصور بھی ناممکن ہے۔ اور دوسری اہم بات تخلیق کائنات سے متعلق جس کی معصومہ نے وضاحت فرمائی۔ جس طرح تصویر بنانے والا نقش نگاری کرنے والے اپنی تصویروں میں نقش پہلے سے موجود یا طبعی امور سے حاصل کرتے ہیں یا مختلف شکلوں کو آپس میں ملا کر ایک نئی شکل ایجاد کرتے ہیں۔ لیکن خدا ایسا مصور ہے جس نے کائنات کی شکلیں دنیا کو دیکھ کر نہیں بنائیں۔

یہاں سیدہ کونین نے مادیں کے عقیدہ کی نفی کی ہے۔ جو مادہ کو ازلی اور ابدی تصور کرتے ہیں اور علت اور معلول کے قانون کو مانتے ہیں۔ مادہ پرستوں کا قانونی علیت اور ہندوں کا مسئلہ کرم دونوں اساسی اعتبار سے ایک ہیں۔ بدھ مت میں بھی مادہ کو ازلی تصور کیا جاتا ہے۔ مادہ پرست سمجھتے ہیں کہ اس کائنات کو کسی بالاتر قوت نے تخلیق نہیں کیا۔ بلکہ حادثہ کی پیداوار ہے اور مادہ کا ارتقاء تدریجی عمل کا نتیجہ ہے۔ مدتوں سے مادہ پرست کائنات کے کل احوال و مظاہر کی توجیہ محض مادہ کے قوانین حرکت سے کرتے رہے اور خالص مادہ توجیہ کے علاوہ کسی اور توجیہ

کو قابل اعضاء نہیں سمجھتے تھے۔ انیسویں صدی تک سائنسدان بھی جو صرف تجربے اور مشاہدے کو ہی صداقت کا معیار تصور کرتے ہیں مادے کو انسانی سمجھتے ہیں۔ لیکن سائنس کی جدید تحقیقات انقلاب آفریں ثابت ہوئیں ہیں۔ پرانے نظریات کی بساط الٹ گئی ہے اور نتیجہ یہ ہوا ہے کہ سائنسدان اور فلسفی کائنات کی خالص مادی تعبیر کی دلدل سے نکل کر ذہن، شعور، آفاقی ذہن اور خدا کے وجود کا اقرار کرنے لگے ہیں۔

سر جیمز جینس Sir James Jeans نے ایک مقام پر اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا!
 "ہماری کائنات کے ایک بڑی مشین کے مقابلے ایک عظیم خیال سے زیادہ مشابہ ہے۔ میں یہ بات سائنسی تحقیق کی طرح نہیں بلکہ گمان کے طور پر کہتا ہوں کہ یہ کائنات کسی بڑے آفاقی ذہن کی پیداوار ہے۔ جو ہمارے ذہنوں سے مطابقت رکھتا ہے۔۔۔"

سائنس اب اس موقف میں ہے کہ کائنات نہ ازلی ہے نہ ابدی۔ مادہ قدیم نہیں حادث ہے اور فناء ہوتا ہے۔ کائنات کا آغاز ہے۔ انجام ہے اور یہ کائنات ارتقاء کے تدریجی عمل کا نتیجہ

نہیں بلکہ تخلیق کا کرشمہ ہے۔ (The Mysteries of Universe P.123.)

علم کیمیا کے جدید تصورات کی رو سے مادہ بتدریج فناء ہو رہا ہے۔ مادہ کی اس صورت حال سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ مادہ اپنی ذاتی میں نہ ازلی ہے نہ ابدی۔ بلکہ اس کا نقطہ آغاز اور نقطہ انجام بھی۔ حرکیات، حرارت Thermodynamics کے قوانین کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوئی ہے۔ کائنات بتدریج فناء کی طرف بڑھ رہی ہے۔ ایک وقت آئے گا جب حرارت اور توانائی ختم ہو جائے گی اور زندگی کے تمام ہنگامے ختم ہو جائیں گے۔ فلسفی بھی اس کائنات کو غیر مادی تعبیر کرنے لگے ہیں۔

چنانچہ آریٹھینٹ کہتا ہے!

اگر فطرت میں ربطہ اور آہنگی کے کثیر التعداد شواہد اور منصوبے دانائی پر دلالت کرتے

ہیں تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ دانش مندانہ تنظیم خدا کا کام ہے یا فطرت کا۔ کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ فطرت ترتیب پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

F.R Yemnant Theolglcal Studies October 1929.

لہذا یہ کائنات نہ تو کسی حادثہ کی پیداوار ہے نہ عمل ارتقاء کی کڑی۔ یہ خدا کے براہ راست تخلیقی عمل کا شاہکار ہے۔ جس کی طرف چودہ سو سال پہلے معلمہ کائنات نے اشارہ کیا۔ ابتدائے کائنات سے متعلق بیسویں صدی میں ایک نظریہ متعارف ہوا۔ جس کو Big Bang کا تصور کہتے ہیں۔ ماہرین کونیات کہنا ہے۔ (Cosmologists) کہ ابتداء میں کائنات کا سا رامادہ، ساری کائنات اور سارے کا سا راءلاء ایک ریاضیاتی نقطہ (Mathematical Point) پر مرکوز تھا۔ ابتدائے کائنات کے حوالے سے معروف سائنسی بیان پر نظر ڈالتے ہیں۔

The fan shaped orion nebula which glows in orion's soward 1600 light years away from the earth consists of clouds of hot gases an dust spread out over atleast 30 light years of space.

ماہرین فلکیات کے مطابق سب ستارے، سیارے ابتداً اکٹھے تھے اور ایک گولے کی شکل میں تھے۔ جب اس گولے کا دباؤ نہ قابل برداشت حالت تک بڑھ گیا تو یہ گولہ نہایت زبردست دھماکے سے پھٹ گیا اور اس سے ہماری کائنات وجود میں آگئی۔ جب یہ پھٹا تو اس سے کئی نظام شمسی وجود میں آگئے۔ اب دیکھتے ہیں چودہ سو سال قبل قرآن پاک نے اس حوالے سے کیا ارشاد فرمایا ہے؟

"کیا کبھی غور نہیں کیا، کفر اور انکار کرنے والوں نے کہ آسمان اور زمین آپس میں ملے ہوئے تھے اور پھر ہم نے انہیں الگ الگ کر دیا"۔ (الانبیاء 35)

لہذا سائنس انہیں نظریات کی طرف سفر کر رہی ہے جو اسلام نے چودہ سو سال پہلے بتائے تھے۔ قرآن حکیم کی تصدیق سائنسی نظریہ سے ہو رہی ہے۔ بگ بینگ کا نظریہ بتا رہا ہے کہ کائنات ایک ریاضیاتی نقطے پر مرکوز تھی۔ ریاضیاتی نقطے (Mathematical Point) سے مراد کوئی ایسی شے ہے جس کا حجم صفر (Zero) ہے۔ یعنی اس کا کوئی حجم نہ ہو۔ بالفاظ دیگر ریاضیاتی نقطہ نہ ہونے یا عدم کی ترجمانی کرتا ہے۔ اس کی مزید وضاحت یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ کائنات عدم سے وجود میں آئی۔ سائنسدان یہ بھی بتاتے ہیں کہ ابتدائے کائنات کے ریاضیاتی نقطے (Mathematical Point) کی کثافت لامتناہی (Infinite) یا لامحدود ہے۔ یعنی ساری کی ساری کائنات ایک ایسے وجود میں سمائی ہوئی تھی جو ایک جانب عدم کا ترجمان تھا تو دوسری طرف اس کی کثافت بھی لامحدود تھی۔ ابتدائے کائنات کا یہی لمحہ کہ جب کثیر مادہ اور زمان و مکاں یک بہ یک عدم سے وجود میں آئے "Big Bang" کہلاتا ہے۔

توجہ طلب بات یہ ہے کہ ٹھیک بگ بینگ والے لمحے پر جسے صفر وقت ($T=0$) بھی کہا جاتا ہے سارے کے سارے قوانین فطرت (جس سے ہم واقف ہیں) ہمارا ساتھ چھوڑ جاتے ہیں اور اس کی بنیاد پر ہم کچھ بھی کہنے سے قاصر ہو جاتے ہیں ایسا کوئی موقع جب قوانین فطرت (اور عددی شکل میں بیان کرنے والی ریاضیاتی مشاواتیں) اپنے بارے میں پیش گوئی کیے جانے کی حیثیت (Predictability) سے محروم ہو جائیں۔ وحدانیت (Singularity) کہلاتا ہے اور اس وقت سائنس کی سب سے بڑی وحدانیت بگ بینگ ہے۔

ماہرین کونیا کے نزدیک بالعموم اور الحاد و مادہ پرستی کے علم بردار سائنس دانوں کے لیے بالخصوص بگ بینگ وحدانیت (Big Bang Singularity) شدید ناپسندیدہ ہیں۔ کیونکہ وہ بگ بینگ 10^{-43} سیکنڈ بعد تک کی تو وضاحت کر سکتے ہیں۔ لیکن ٹھیک صفر سیکنڈ ($T=0$) کی سائنسی وضاحت ممکن نہیں۔

اگر کوئی سائنسدان وقت کو دھاگے سے تعبیر کرے اور Big Bang کا کھوج لگاتے ہوئے اس کے ابتدائی سرے کی جانب پیچھے چلتا رہے تو ایک مقام آئے گا جہاں وہ رک جائے گا۔ کیونکہ وہ دھاگہ باریک ہوتا ہوا اس قدر تحلیل ہو جائے گا کہ اس کی تحقیق کا مادی واسطہ ختم ہو جائے گا۔ مگر دھاگے کا تناؤ اسے اس کے تسلسل کا یقین دلارہا ہوگا۔ اس صورتحال کو ہم یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ کوئی سائنسدان بگ بینگ کی تحقیق کے لیے ماضی میں چلتے ہوئے ایک ناقابل تسخیر مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ جس مقام کے بعد لامحدود کشش ثقل کی حد شروع ہو جاتی ہے۔ ایک حد نقطہ وحدانی (Intial Singularity) کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ سائنسی تحقیق اولین لمحے $T=0$ کی وجہ سے نہیں رکتی۔ بلکہ ایک ماورائی بندھن کی وجہ سے آگے نہیں بڑھ پائے گی۔ لیکن قابل غور امر یہ ہے کہ اگر ایک ابتدائی نقطہ پر وقت صفر ($T=0$) ہے تو مادے کا تصور بھی ناممکن ہے اور مادہ بھی صفر ہوگا۔ لہذا بگ بینگ کے اس بڑے کائناتی گولے کے وجود سے قبل صفر وقت پر مادہ نہیں تھا بلکہ اس کے امکانات یا پوشیدہ قوت (Potencial) موجود ہے اور اس کائنات کو لامحدود دیت کی جانب سے لفظ "کن" کا حکم درکار تھا کہ مادہ وجود میں آسکے۔ کیونکہ یہ گولہ عدم Nothingness سے خود بخود وجود میں کیسے آسکتا تھا۔ یقیناً کوئی قوت ہے جس کے حکم سے یہ گولہ وجود میں آیا اور یہی صفر مادہ پرستوں کے لیے پریشانی کا باعث بنتی ہوئی ہے۔ پلانکس ٹائم پر معلوم مادی گولے کے وسط میں نامعلوم کاسیاء نقطہ یا وحدانی اکائی موجود ہے۔ صفر وقت پر مادی لحاظ سے کچھ نہ ہونا کائناتی دائرے کا وہی مرکز ہو سکتا ہے جسے لفظ کن سے قبل عدم اور ایکس نہلو کہا جاتا تھا۔ سائنس نقطہ وحدانی سے متعلق اضطراب میں مبتلا ہیں۔

انسان اپنے تمام مادی وسائل کے باوجود نقطہ وحدانی کو سمجھنے سے اس لیے قاصر ہے کہ انہوں نے نقطہ ہائے بسم اللہ کو نہیں پہنچا نا۔ اس کے در پر آجائیں تو اس نقطہ کی سمجھ آجائے۔ کیونکہ نقطہ وحدانی کی وضاحت مادی ذریعہ سے ممکن نہیں بلکہ معرفت کے سمندر میں غوطہ زن ہونے سے ممکن ہے۔

معروف ماہر فلکیات رابرٹ جیسٹرو (Robert Jestrow) کے مطابق جو لوگ صرف عقل کی طاقت پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہر شے مادی لحاظ سے ہی سمجھی جاسکتی ہے ان کی کہانی ایک بڑے خواب پر ختم ہوتی ہے۔ وہ دراصل جہالت کے پہاڑ مارتے ہیں کہ جب بلند ترین چوٹی سر کر کے اوپر پہنچتے ہیں تو وہاں سے پہلے سے موجود خدا پرست اہل ایمان صاحبان معرفت ان سے ہاتھ ملاتے ہیں۔ جو صدیوں سے وہاں پر براجمان تھے۔ لہذا الہدی اور ازلی صرف اللہ کی ذات ہے۔ مادہ اس کی تخلیق کا کرشمہ ہے۔ جس کو اس نے اپنے ارادے سے خلق کیا بغیر کسی احتیاج کے اور دوسری اہم بات جو خطبہ سیدہ کے اس حصہ میں بیان فرمائی گئی کہ اللہ نے اس کائنات اور اس کی اشیاء کو خلق کیا۔ بغیر اس کے کہ اس سے قبل کوئی مثال موجود ہو۔ یعنی اللہ نے اس کائنات کے نقش و نگار کسی چیز کو دیکھ کر نہیں بنائے بلکہ اپنی مشیت سے بنائے۔ کیونکہ تصویریں یا نقش و نگار بنانے والے جس طرح مظاہر فطرت کو دیکھ کر یاد و شکلوں کو ملا کر کوئی شکل بناتے ہیں خدا اس چیز کا محتاج نہیں۔ بلکہ وہ ایک ایسا مصور ہے جس نے اپنی چیزیں کسی کو دیکھ کر نہیں بنائیں۔ اس کی تخلیق کے کمال کا نمونہ دیکھیے کہ اس خطہ ارض پر کتنے مسلمان پیدا ہو چکے ہیں ان کا شمار یقیناً ناممکن ہے اور اللہ نے ہر انسان کو ہاتھ کا انگوٹھا دیا۔ لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ اربوں کھربوں انسان پیدا ہو چکے ہیں لیکن کسی ایک کے انگوٹھے Thumb کا نشان دوسرے کے نشان کے ساتھ نہیں ملتا۔ یہ اس کے تخلیقی کمال کا ایک نمونہ ہے۔ اگر انگوٹھے کی جلد کو جلا دیا جائے تو دوسری کھال جو پیدا ہوگی وہ نیا نقش لیکر نہیں پیدا ہوگی۔ اس کے علاوہ ہر انسان کے بدن سے آنے والی Smell بھی مختلف ہوتی ہے اور سانس یہاں تک ترقی کر چکی ہے کہ اب پتہ چل گیا ہے کہ ہر انسان کی آواز بھی مختلف ہے تو میرا مادہ پرستوں سے سوال ہے کہ یہ کمال کس کی تخلیق کا ہے؟ یقیناً اس ذات کا جو **بدیع السموات والارض** ہے۔ جس کی بنائی ہوئی چیزوں کی Dublication ناممکن ہے۔



خطیب اعظم: اسد ترمذی ایجوکیت، سندھ (سیٹھ)



طواف پبلی کیشنز بھولاموسی ڈسکہ

0333-8224638 - 0346-6008305

